فہرست مضامین جلد دوم امداد الفتاویٰ المعروف بفتاویٰ اشرفیہ

سوال۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ سماۃ اللہ بندی ایک لڑکی بعمر نو سال ہے والدین مسماۃ مذکور کے فوت ہوگئے ہین باپ کو مرے ہوئے تین برس اور والدہ کو مرے ہوئے آٹھ مہینے ہوئے مسماۃ مذکورہ کے دو پھوپھی کے بیٹے غلام محمد و آلہی بخش صحیح وسالم اور نانا کے تایازاد بھائی کے چار بیٹے رحیم بخش۔ کلو۔ قدرا رولطا اور تین بیٹیان عیدو۔ سوندھی۔ شبو اور ان کی ایک خالہ زاد بہن اللہ دی اور ایک خالہ زاد بھائی نانو موجود ہین اسوقت مسماۃ اللہ بندی زیر حفاظت و پرورش رشتہ داران مادری یعنی نانا کے تایازاد بھائی کے اولاد کے ہے [1] اب مسماۃ مذکورہ کا حق ولایت نکاح کس فریق کو حاصل ہو [2] اور اگر ولایۃً نکاح کیا جاوے تو حق رخصت کرانے کا شوہر کو فوراً حاصل ہوجائے گا یا منکوحہ کے بالغ ہونے کا انتظار کیا جاویگا [3] اور اگر منجانب شوہر مہر ادا کیا جاوے تو وہ مہر کسے دیا جاوے گا اور لڑکی کس کی حفاظت مین رہے گی [4] اور حد بلوغ عورت کیا ہے [5] اور باپ یا مان نابالغہ کے واسطے نکاح اپنی دختر کے کسی کو وصیۃً ولی کر سکتے ہین یا نہین اور وہ وصیت کہانتک نافذ ہوگی [6] اور میعاد حضانت کیا اور کس کو حق حضانت حاصل ہے بینوا توجروا۔

الجواب۔ صورت مذکورہ مین حق ولایت نکاح دونون رشتہ دارون پھوپھی کی اولاد غلام محمد و آلہی بخش کو ہے ثم لذوی الارحام العمات ثم الاخوال ثم الخالات ثم بنات الاعمام وبھذا الترتیب اولادھم شمنی درمختار **قولہ** وبھذا الترتیب اولادھم فیقدم اولاد العمات ثم اولاد الاخوال ثم اولاد الخالات ثم اولاد بنات الاعمام طحطاوی جلد اول صہ ۳۹ اور حق حضانت اس لڑکی کی ماںکی خالہ زاد بہن اللہ دی

کو ہی کیونکہ یہ ماں کی طرف کی رشتہ دار قریب ہے والاصل فی ذلک ان ھذہ الولایۃ تستفاد من قبل الامہات
فکانت جہۃ الام مقدمۃ علے جہۃ الاب کذا فی الاختیار شرح المختار عالمگیری جلد ثانی ص۵۰۷ اور
مسمی نانو اور نانا(۱) کے تایا زاد بھائی کی اولاد رحیم بخش کلو قدرا رودھا عید و سوندھی شبو کو نہ حق ولایت
نکاح ہے نہ حق حضانت ہے اور اس صورت مین میعاد حضانت دختر کی اُس کے قابل شہوت ہونے تک ہی
ومن سوی الام والجدۃ احق بالجاریۃ حتی تبلغ حداً تشتہی ھدایہ جلد اول ص۴۱۵ پھر جو اُس کا
ولی نکاح ہو اُس کی حفاظت مین رہے واذا کانت البالغۃ بکرا فللاولیاء حق الضم وان کان لا
یخاف علیہا الفساد اذا کانت حدیثۃ السن عالمگیری جلد ثانی ص۵۸۸ اور اگر اُس کا نکاح کیا جاوے
تو وہ لڑکی اگر بسبب قوۃ وجسامت کے قابل شوہر کے پاس رہنے کے ہو شوہر کو فوراً رخصت کرا لینے کا اختیار
ہوگا اور اگر اس قابل نہین تو انتظار بلوغ کا کیا جاوے گا المرأۃ انکانت صغیرۃ مثلہا لا توطأ ولا
تصلح للجماع فلا نفقۃ لہا عندنا حتی تصیر الی الحالۃ التی تطیق الجماع سواء کانت فی بیت الزوج او
فی بیت الاب ھکذا فی المحیط عالمگیری جلد ثانی ص۵۶ اس روایت سے معلوم ہوا کہ جب صغر مین
باوجود شوہر کے گھر مین آجانیکے اُسپر نفقہ واجب نہین ہوتا تو شوہر کو اُس کے حبس کا اختیار بھی نہ ہوگا
اور اگر منجانب شوہر مہر ادا کیا جاوے تو اگر لڑکی اُسوقت بالغہ ہو تو خود قبضہ کرے اور جو نابالغ ہو تو جو ولی
نکاح کا ہی وہی اُس کا قبضہ کرے امرأۃ زوجت بنتہا وہی صغیرۃ وقبضت صداقہا ثم ادرکت فانکانت
الام وصیتہا فلہا ان تطالب امہا الصداق دون زوجہا وان لم تکن الام وصیتہا لہا ان تطالب زوجہا
والزوج یرجع الی الام وکذا فی غیر الاب والجد من الاولیاء ۱۲ والوصی یملک ذلک علے الصغیرۃ وفی البنت
البالغۃ حق القبض لہا دون غیرہا عالمگیری جلد ثانی ص۳۳۱ پھر جب وہ بالغ ہو جاوے ولی اُس کا مہر
اوسکے حوالے کرے اور بلوغ دختر کی کوئی مدت معین نہین مگر نو برس سے پہلے بالغ نہین ہو سکتی اور پندرہ
برس سے پیچھے نابالغ نہین رہ سکتی اور علامت اُسکے بلوغ کی حیض وغیرہ ہی اگر کچھ علامت ظاہر نہو تو بعد
سترہ برس کے کہ وہ اپنے کاروبار میں ہشیار ہو جاوے حکم بلوغ کا دیا جاویگا اور اُسکا مہر حوالے کیا جاویگا
وان حاضت الجاریۃ او احتلم الغلام او تاخر فاستکمل الغلام تسع عشر سنۃ والجاریۃ سبع عشر سنۃ
واونس منہما الرشد واختبروا بالحفظ لاموالہما والصلاح فی دینہما دفعت الیہما اموالہما۔ عالمگیری

عہ یعنی ایسی عمر تک کہ اسکو دیکھکر مرد کو اُسکی طرف میلان قلب ہونے لگے ۱۲ منہ

جلد ثانی صـ ۳۱۳ اور باپ یا ماں نابالغہ کے واسطے نکاح اپنی دختر کے کسیکو وصی نہیں کرسکتے والوصی لاولایۃ له فی نکاح الصغیر والصغیرۃ سواء اوصی الیه الاب اولم یوص الا اذا کان الوصی ولیھا فحینئذ یملك الانکاح بحکم الولایۃ لا بحکم الوصایۃ کذا فی المحیط عالمگیری جلد ثانی صـ ۲۹۲

واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم ۸ ذیقعدہ سنہ ۱۳۰۰ھ

حکم زن مفقود

سوال۔ چہ میفرمایند علماء دین ومفتیان شرع متین درین باب کہ مسمّی زید حنفی المذہب زوجۂ خود راکہ او نیز مذہب حنفی میدارد بوطن خود گذاشتہ بسفر رفت عرصہ بست سال گذشت کہ مفقود الخبر است حالا زوجۂ زید مذکور معذور واز نان وپارچہ وغیرہ تنگ وعاجز آمدہ نکاح از دیگرے میخواہد پس این امر شرعاً جائز ونافذ نے تواند شد یا چہ۔ اگر جائز است بچہ طور از کتب فقہ بیان فرمایند وبعد[1] آمدن شوہر اوچہ صورت خواہد شد وہم بصورت تامل وتجاہل خوف ست کہ مرتکب فعل شنیع بر سبیل اعلان خواہد بود بینوا توجروا۔

الجواب۔ درین مسئلہ مذہب امام اعظمؒ آنست کہ تا عمر نود سال انتظار زوج کردہ شود پیش ازین نکاح بمردے جائز نیست ومذہب امام مالکؒ وامام شافعیؒ آنست کہ بعد چہار سال از گم شدنش عدۃ وفات یعنی چہار ماہ وده روز تمام کردہ اگر بمردے دیگر نکاح کند جائز ست لیکن اگر ضرورت شدید وخوف فتنہ باشد عمل بمذہب امام مالک وشافعی رحمہما اللہ جائز ست باینطور کہ از کدامی عالم شافعی المذہب یا مالکی المذہب فتوی گرفتہ نکاح کند[2] باز زوج اول راہیچ دعوی نرسد خلافا لمالك فان عندہ تعتد زوجۃ المفقود عدۃ الوفاۃ بعد مضی اربع سنین وھو مذھب الشافعی القدیم (وقال بعد سطور) وقد قال فی البزازیۃ الفتوی فی زماننا علی قول مالك وقال الزاھدی کان بعض اصحابنا یفتون به للضرورۃ واعترضه فی النھر وغیرہ بانه لاداعی الی الافتاء بمذھب الغیر لامکان الترافع الی مالکی یحکم بمذھبه وعلی ذلك مشی ابن وھبان فی منظومته ھناك شامی جلد ثالث صـ ۳۳۳ واللہ اعلم ۲۳ جمادی الثانی سنہ ۱۳۰۰ھ

[illegible]

سوال۔ کیا بلا حصول طلاق منجانب خاوند بی بی یا اوسکا ولی ایسی صورت یا کسی حالت میں کہ بی بی خود یا ولی اُسکا عدم موجودگی وبلا اجازت شوہر وعدم رضامندی اُن اشخاص کے کہ جنکی حفاظت میں ہے

---

[1] وقت تحریر جواب ذہن ازین جزو سوال ذہول شود وجوابش آنست کہ این نکاح ثانی باطل گفتہ خواہد شد وزن بسوئے زوج اول واپس خواہد گشت ۱۲ منہ

[2] مگر شرط آنست کہ قضاء قاضی مسلم نیز باین فتوی منضم شود فتوی محض کافی نیست ۱۲ منہ

بجبر چلی جاوے یا اپنے مکانپر لیجاوے مستحق پانے دین مہر و واپسی اسباب جہیز کے شوہر سے ہوسکتے ہیں

الجواب - مہر مثل دیگر دیون کے شوہر پر دین لازم ہے اور دین نشوز سے ساقط نہین ہوتا تو اگر عورت بلا اجازت شوہر اپنے والدین کے گھر چلی گئی بوجہ نافرمانی کے گنہگار ہوئی لیکن مہر کا استحقاق باطل نہین ہوا اور اسباب جہیز کا واپس کرنا یہ بات عرف کے متعلق ہے اگر عرفاً جہیز کو دختر کے ملک کرتے ہون تو وہ اسباب اُسکا مملوک ہی اپنی چیز کی واپسی کا اختیار ہے اور اگر عرفاً شوہر کی ملک کرتے ہون تو واپس کرنا عورت کو تو جائز نہین اور ولی کا واپس کرنا رجوع فی الہبہ ہی جو اُسکا حکم ہو وہی اس کا جو شرائط و موانع اُسکے ہین وہی یہا سکے اور واپس کرنا مکروہ ہوگا جو عرفاً دونو نکا مملوک کرتے ہون تو شئی مشترک ہی بغیر تقسیم[1] واپسی درست نہین فقط ۲۶ ربیع الاول ۱۳۰۱ھ

ملاقات زوجہ با والدین

سوال شوہر بی بی کو ولی بی بی سے مصلحۃً بوجہ شر یا فساد کے اپنے مکان پر نہ آنے دینے اور بکثرت نہ ملنے دینے کا اختیار رکھتا ہے یا نہین فقط -

الجواب - والدین کے ملنے سے تو نہ روکین ہر ہفتہ مین ایکبار ملنے دین اور دیگر محارم سے اگر ایکسال مین ایکبار سے زیادہ نہ ملنے دین جائز ہے اور جو آنے مین کچھ شر یا فتنہ فساد ہوتا ہو روکنا جائز ہے مرد کو اسکا اختیار ہے لیکن دور سے دیکھنے اور بولنے کو منع نکرین ولہ ان یمنع والدیہا و ولدہا من غیرہ واہلہا من الدخول علیہا لان المنزل ملکہ فلہ حق المنع من دخول ملکہ ولا یمنعہم من النظر الیہا وکلامہا فی ای وقت اختاروا لما فیہ من قطیعۃ الرحم ولیس لہ فی ذلک ضرر وقیل لا یمنع من الدخول والکلام وانما یمنعہم من القرار لان الفتنۃ فی اللبات وتطویل الکلام وقیل لا یمنعہا من الخروج الی الوالدین ویمنعہما من الدخول علیہا فی کل جمعۃ وفی غیرہما من المحارم التقدیر بسنۃ وہو الصحیح ہدایہ صـ ۴۲۱ واللہ اعلم ۲۶ ربیع الاول ۱۳۰۱ سنہ ہجری -

ایضاً

سوال - زید اپنی زوجہ کو اُسکی ماں کے گھر جانے سے روکتا ہے اور نہین جانے دیتا اس سبب سے کہ بظن غالب جانتا ہی کہ وہان بے پردگی ہوگی اور پردہ شرعی غیر محارم سے نہین ہوتا اور اُسکی والدہ درپے تفریق زوجہ کے ہی اور اجازت دیتا ہی کہ اُسکی ماں میرے گھر مین آکر اپنی لڑکی کو دیکھ جایا کرے پس اس صورت مین زید کو اپنی زوجہ کو اُسکی ماں کے گھر جانے سے روکنا شرعاً جائز ہے یا نہین اور اُس کی ماں

[1] البتہ تقسیم یا تمایُو یعنے باری باری سے منتفع ہونے کا مطالبہ جائز ہے ۱۲ منہ -

وغیرہ کو جبر طلب کرنے پر جائز ہے یا نہین فقط۔

الجواب۔ اگر ماں باپ لڑکی کے پاس آسکتے ہون تو زوج کو بر مذہب مختار مطلقاً اختیار ہے کہ اُسکو اُنکے گھر نہ جانے دے بلکہ وہ خود آکر ملجایا کرین اور خصوصاً اگر خود فتنہ و احتمال پردہ دری کا ہو تو اُسوقت تو اذن دینا جائز نہین اگر دیگا عاصی ہوگا ولا یمنعہا من الخروج ای الوالدین فی کل جمعۃ ان لم یقدرا علی اتیانہا علی ما اختارہ فی الاختیار فی ھامشہ ھکذا انتم ماذکرہ الشارح اختارہ فی فتح القدیر حیث قال وعن ابی یوسف فی النوادر تقیید خروجہا بان لا یقدرا علی اتیانہا فان قدرا لا تذھب وھو حسن وقد اختار بعض المشائخ منعہا من الخروج الیھما واشار الی نقلہ فی شرح المختار والحق الاخذ بقول ابی یوسف اذا کان الابوان بالصفۃ التی ذکرت والا ینبغی ان یاذن لھا فی زیارتہما فی الحین بعد الحین علی القدر المتعارف اما فی کل جمعۃ فھو بعید فان فی کثرۃ الخروج فتح باب الفتنۃ خصوصاً اذا کانت شابۃ والزوج من ذوی الھیأت بخلاف خروج الابوین فانہ ایسر انتہی ۱۲ شامی جلد ۲ صـ ۶۶۴ [1] ۔ وایضاً فی الدر مختار فی باب النفقۃ ویمنعہا من زیارۃ الاجانب وعیادتہم والولیمۃ وان اذن کانا عاصیین انتہی اقول انا الکاتب علۃ العصیان انما ھی خوف الفساد فمتی خیف الفساد عصی بلا اذن پس صورت مسئولہ مین روکنا زید کا اپنی زوجہ کو جائز ہے اور اُسکی ماں وغیرہ طلب پر جبر نہین کرسکتی واللہ اعلم۔

سوال۔ بکر نے اپنی لڑکی کا نکاح جسکی عمر تیرہ ۱۳ برس کی ہو چکی تھی جبراً عمرو کے ساتھ کردیا باوجودیکہ لڑکی نے قبل نکاح صاف کہدیا کہ مین ہرگز ہرگز عمرو سے راضی نہین ہون مگر بکر نے بلا مرضی و اطلاع بطور خود نکاح عمرو کے ساتھ کردیا اب بعد نکاح بھی لڑکی کا وہی کلام ہے جو قبل نکاح تھا اب یہ نکاح جو بکر نے اپنی لڑکی کا عمرو کے ساتھ کردیا جائز ہوا یا نہین اور حد ولایت کی شرع شریف مین کہان تک لیجاتی ہے جواب صاف ارقام ہو۔

الجواب۔ اگر وہ لڑکی بالغ ہے اور جسوقت اُسکے باپ نے اُس سے اذن طلب کیا یا نکاح ہو جانیکی خبر پہونچی اُسنے انکار کردیا تو یہ نکاح جائز نہین ہوا کیونکہ ولایت اجبار ولی بلوغ تک ہی اور اگر نابالغ ہی یا باوجود بالغ ہونیکے وقت طلب اذن یا بلوغ خبر ساکت ہوگئی تو نکاح [2] ہوگیا اور قبل نکاح یا بعد نکاح کے انکار کا اعتبار نہین [3]۔

---

[1] اُسوقت میرے پاس شامی مجتبائی تھی مصری نہ تھی یہ اُس کے صفحے ہین ۱۲ منہ [2] یعنی جبکہ نکاح کرنے والا یا اذن لینے والا ولی ہو ۱۲ منہ [3] یعنی جبکہ استیذان ولی سے وقت سکوت کیا ہو ۱۲ منہ۔

البتہ اگر باپ کے ہوتے کسی اور نے اذن چاہا تو محض سکوت دلیل رضا نہین جب تک زبان سے اذن ندے اس صورت مین بھی نکاح نہوگا ولا یجوز للولی اجبار البکر البالغة علے النکاح فاذا استاذنها الولی فسکتت او ضحکت فهو اذن وان فعل هذا غیر الولی لم یکن رضا حتی یتکلم به ولو زوجها فبلغها الخبر فسکتت فهو علی ماذکرنا هدایه اور بلوغ لڑکی کا احتلام اور حیض اور حاملہ ہونیسے ثابت ہوتا ہی اور اگر ان علامات مین سے کوئی علامت نہ پائی جاوے تو پندرہ برس کی عمر ہونے پر بلوغ کا فتوی دیا جاویگا البتہ اگر وہ لڑکی خود کہے کہ مین بالغ ہون اور ظاہر حال اُسکا مکذب نہو اُسکی[1] تصدیق کیجاوے گی والجاریة بالاحتلام والحیض والحبل وان لم یوجد منها شئی فحتی یتم لکل منهما خمس عشرة سنة به یفتی فان راهقا فقالا بلغنا صدقا ان لم یکذبهما الظاهر درمختار واللہ اعلم ۲۴ ذی قعدہ پنجشنبہ ۱۳۰۳ھ۔

نکاح اخرس

سوال- گونگے کا نکاح کس طریق سے کیا جاوے۔

الجواب- اگر وہ لکھنا جانتا ہو تو لکھکر ورنہ اشارہ سے جب منظور کرلے اور قبول کیلئے سر سے یا ہاتھ سے اشارہ کرے نکاح صحیح ہے۔ واذا کان الاخرس یکتب کتابا او یومی ایماء یعرف به فانه یجوز نکاحه وطلاقه وعتاقه وبیعه وشراءه ہدایہ جلد ثانی واللہ اعلم۔

بدون اذن زوجہ سفر

سوال- زید اپنی زوجہ زبیدہ کو اپنے پاس سفر مین لیجانا چاہتا ہی اور وہ انکار کرتی ہے کسی نے فتوی دیا ہے کہ زید کا حق کسیطرح زبیدہ پر نہین اور زبیدہ کو اختیار ہے کہ اپنا جہیز واپس کرلے اور یہ دونون لشکری ہین سیر و سفر کرنا انمین کچھ عیب نہین یہ درست ہے یا نہین۔

الجواب- اگر مہر پورا یا جسکا سر دست دینا یا کسی مدت پر دینا مشروط ٹھہرا تھا دے چکا ہے یا بعد طلاق و موت کے مہر مانگنے کا اور اس سے پہلے نہ مانگنے کا دستور[2] ہو اور کچھ مہر نہ دیا ہو تب تو زید کو اختیار ہے جہان چاہے لیجائے بشرطیکہ ق کرنے کے ارادہ سے نہ لیجائے اور اگر مہر باوجود شرط سر دست دینے کے کلاً یا بعضاً ادا نہین کیا یا بقصد تنگ کرنیکے اُسکو لیجاتا ہے تب سفر مین لیجانے کا اختیار نہین ولها منعه من الوطی والسفر بها ولو بعد وطی وخلوة رضیتهما لاخذ ما بین تعجیله من المهر کله او بعضه

---

[1] بشرطیکہ نوسال سے کم نہو ۱۲ منہ [2] فقہا نے یہ عبارت لکھی ہے الا التاجیل بطلاق او موت جس کا حاصل یہ ہی کہ یہ شرط ٹھہرائی کہ قبل موت یا طلاق کے نہ مانگا جاویگا احقر نے المعروف کالمشروط پر نظر کرکے یہ لکھدیا کہ دستور ہو لیکن پھر اس مین شبہ پڑگیا کہ شاید وہ حکم جو فقہا نے لکھا ہی صریح تاجیل کی صورت مین ہو پس ناظرین علماء سے اسکی مکرر تحقیق کرلین ۱۲ منہ۔

او اخذ ما یعجل لمثلہا عرفا بہ یفتی لان المعروف کالمشروط ان لم یوجل او یعجل کلہ فکما شرط لان الصریح یفوق الدلالۃ الا اذا جہل الاجل جہالۃ فاحشۃ فیجب حالا۔ غایۃ۔ الا التاجیل بطلاق او موت فیصح للعرف بزازیۃ ولیسافر بہا بعد اداء کلہ موجلا او معجلا اذا کان ماموناً علیہا والا یؤد کلہ او لم یکن ماموناً لا یسافر بہا بہ یفتی در مختار۔ اور جہیز کی واپسی مبنی عرف پر ہو اگر دختر کی ملک ہو اختیار ہے اگر داماد کی ملک ہو اختیار نہین اگر دونون کی ملک ہو بعد تقسیم اختیار ہے واللہ اعلم ۲۷ رشوال ۱۳۰۲ھ

سوال - چہ میفرمایند علماء دین اندرین مسئلہ کہ عرصہ چند برس کا ہوتا ہے کہ ایک عورت نے اپنی دختر نابالغہ کو باقرار خانہ دامادی ساتھ ایک لڑکے برادری کے بلا رضامندی اپنے شوہر کے نکاح کر دیا اور کل خرچ شادی طرفین کا اپنے پاس سے صرف کیا باندازہ دوصد روپیہ ہوگا باوجودیکہ خاوند اس عورت کا وقت شادی کے موجود تھا الا بوجہ بدطینتی وزبان درازی عورت کے دم نہین مار سکتا سوائے خاموش رہنے کے بلکہ اس بارہ مین بارہا شوہر مانع ہوا کہ عبث دختر کو ساتھ ایسے لڑکے کے بیاہ کرتی ہو آخر ایک روز سوائے ہاتھ تغابن وافسوس ملنے کے کچھ ہاتھ نہ آویگا باوصف باین ہمہ فہمایش سیب فرزتا ہم ذرا اس بدذات کے اثرپذیر نہ ہوا علاوہ آن بترش روئی وغصہ عورت مذکور کہتی ہے کہ تم چپ رہو تمہارا کچھ دخل نہین وہ بیچارہ دم بخود اور بروقت نکاح ہونے کے نکاح پڑھانیوالے نے مہر کے بارہ مین استفسار مرد سے نہین کیا پس اندرین صورت نکاح بدون اجازت باپ کے درست وقائم رہا یا نہین بینوا توجروا۔

الجواب - اس صورت مین نکاح صحیح نہین ہوا کیونکہ نابالغہ کا نکاح بدون ولی نہین ہوتا اور باپ کے ہوتے مان کو ولایت نہین پہونچتی ویجوز نکاح الصغیر والصغیرۃ اذا زوجہما الولی بکرا کانت الصغیرۃ او ثیبا والولی ہو العصبۃ ہدایہ فان لم یکن عصبۃ فالولایۃ للام در مختار ۲۷ ذی الحجہ روز جمعہ ۱۳۰۲ھ

سوال - کیا فرماتے ہین علماء دین کہ زوج پر زوجہ کے حقوق دنیا و آخرت کے کسقدر ہین اور زوجہ کے ذمہ کیا کیا حق ہین بالعکس دنیا و آخرت کے کیا کیا حقوق ہین۔

الجواب - زوج پر زوجہ کے یہ حقوق ہین حسن خلق۔ برداشت کرنا ایذا کا مگر باعتدال۔ اعتدال کرنا غیرت مین یعنی نہ بدگمانی کرے نہ بالکل غافل ہو جاوے۔ اعتدال خرچ مین یعنی نہ تنگی کرے نہ فضول خرچی کی اجازت دے۔ احکام حیض وغیرہ کے سیکھ کر اسکو سکھلانا اور نماز اور احکام دین کی تاکید رکھنا اور بدعات اور منہیات سے منع کرنا۔ اگر کئی عورتین ہون انکو برابر رکھنا حقوق ہین۔ بقدر حاجت اس سے

فائدہ: نکاح بحق صغیرہ بدون ولی
فائدہ: حقوق زوجین

وطی کرنا - بدون اجازت عزل نکرنا - بدون ضرورت طلاق ندینا - بقدر کفایت رہنے کو گھر دینا - اُسکے محارم اقارب سے اُسکو ملنے دینا - اُسکا راز ظاہر نکرنا جماع وغیرہ کا - حد سے زیادہ نہ مارنا - اور مثل انکے - اور حقوق زوج کے یہ ہین - ہر امر مین اُسکی اطاعت کرنا بشرطیکہ معصیت نہو - اُس کے مقدور سے زیادہ نان ونفقہ طلب نکرنا - بدون اجازت شوہر کے کسی کو گھر مین نہ آنے دینا - بدون اُسکی اجازت گھر سے نہ نکلنا - بدون اجازت اُس کے کسی کو کوئی چیز اُسکے مال سے ندینا - نفل نماز و نفل روزہ بدون اجازت اُسکے نہ پڑھنا نہ رکھنا - اگر صحبت کے لیئے بلاوے بدون مانع شرعی کے اُس سے انکار نکرنا - اپنے خاوند کو بوجہ افلاس یا بدصورتی کے حقیر نہ سمجھنا - اگر کوئی امر خلاف شرع خاوند مین دیکھے ادب سے منع کرنا - اُسکا نام لیکر نہ پکارنا - کسی کے روبرو خاوند کی شکایت نکرنا - اُسکے روبرو زبان درازی نہ کرنا - اُسکے اقارب سے تکرار نہ کرنا - اور مثل انکے جانبین کے حقوق کثیرہ ہین جو اسوقت ذہن مین مستحضر ہوئے لکھے گئے ہذا ما اخذت من احیاء العلوم وغیرہ واللہ اعلم کتبہ محمد اشرف علی عفی عنہ

[illegible]

سوال - کیا فرماتے ہین علماء دین ومفتیان شرع متین اس صورت مین کہ ہندہ وبکر نابالغ کا نکاح بولایت زید وعمرو ہوا تھا بروقت نکاح ولیین سے یہ شرط قرار پائی تھی کہ بکر آج سے زید کے مکان پر بطور متبنی ہمیشہ بود وباش وسکونت اختیار کریگا بصورت نہ بود وباش اختیار کرنے کے ولی ہندہ مختار فسخ نکاح کا ہے ہندہ وبکر ابتک نابالغ ہین خلوت صحیحہ نہین ہوئی اور اب ولی بکر یعنی عمرو تعمیل شرط سے انکار کرتا ہے پس زید ولی ہندہ کو اختیار فسخ نکاح حاصل ہے یا نہین -

الجواب - قال اللہ یا ایہا الذین آمنوا اوفوا بالعقود وقال تعالی واوفوا بالعہد ان العہد کان مسئولا وقال تعالی ولا تجعلوا اللہ عرضۃ لایمانکم ان تبروا وتتقوا وتصلحوا بین الناس وقال تعالی ولا تواعدوہن سرا الآیات - آیتین اولین آمر ہین ساتھ وفاء عہود کے مطلقا اور آیتین اخرین مخصص عہود کی ہین ساتھ

ع جواب مین اس شبہ کا دفع باقی رہگیا کہ اسکو امر بالید مین داخل کیا جائے سو اُسکا حل یہ ہے کہ اول تو اُسمین اختیار طلاق کا ہوتا ہے نہ کہ فسخ کا دوسرے اُسمین تقید بالمجلس ہے اور یہان مجلس مخالفت شرط مین طلاق کو اختیار نہین کیا گیا اور عموم پر کوئی لفظ دال نہین تیسرے اُسمین یہ شرط ہو کہ یا تو بعد نکاح ہو یا نکاح کے اندر ہو تو اُسمین خاص قیود مین مفید بما اذا ابتدأت بالمرأۃ فقالت زوجت نفسی منک علی ان امری بیدی اطلق نفسی کلما ارید او علی انی طالق فقال الزوج قبلت اما لو بدأ الزوج لا تطلق ولا یصیر الامر بیدہا کما فی البحر عن الخلاصۃ والبزازیۃ شامی اخر باب الامر بالید اور سوال سے یہ صورت معلوم نہین ہوئی پھر احد الکلامین مین لفظ نفس مذکور ہو یہان یہ بھی نہین ۱۲ منہ

عہود مشروعہ کے و ہذا ظاہر و روی ابن الجوزی بسندہ عن عائشۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال المسلمون
عند شروطہم ما وافق الحق من التفسیر المظہری و فی الصحیحین ماکان من شرط لیس فی کتاب اللہ فہو باطل وان
کان مائۃ شرط قضاء اللہ حق و شرط اللہ اوثق ان دونون حدیثون سے معلوم ہوا کہ جو شرط خلاف شرع نہ ہو
اُسکا پورا کرنا واجب ہے اور جو خلاف شرع ہو اُسکا پورا کرنا واجب نہین یہ حکم تو مطلق عہود کا ہے اور یہی حکم خاص
شروط مین ہے یویدہ عموم قولہ تعالیٰ اذا تراضوا بینہم بالمعروف و فی البخاری فی باب الشروط فی المہر عند عقدۃ
النکاح و قال عمرؓ مقاطع الحقوق عند الشروط ولك ما شرطت و قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احق الشروط
ان توفوا بہ ما استحللتم بہ الفروج و فی باب ما لایجوز من الشروط فی عقدۃ النکاح و لا تسال المرءۃ اختہا لتستکفی
انائہا الحدیث ان دونون حدیثون سے ثابت ہوا کہ غیر مشروع شرط ٹھیرانا جائز نہین اور مشروع واجب الوفا
ہین اب یہ دیکھنا چاہیئے کہ صورت مسئولہ مین شرط مذکور جائز ہے یا نہین اگرچہ نظر الی ظاہر العرف جائز معلوم
ہوتی ہے مگر عند التحقیق درست معلوم نہین ہوتی کیونکہ جبراً لڑکے کو خسر وغیرہ کے پاس رہنے مین صبی اور اُسکے
محارم مین تفریق لازم آتی ہے وقد اخرج الترمذی ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال من فرق بین والدۃ وولدہا
فرق اللہ بینہ و بین احبتہ یوم القیامۃ دوسری یہ شرط مقتضے عقد کے خلاف ہے اور ایسی شرط لازم نہین ہوتی
قال القسطلانی تحت حدیث احق الشروط الخ والمراد شرط لا تنافی مقتضے عقد النکاح بل تکون من مقاصدہ کشرط
العشرۃ بالمعروف وان لا ینقص شیٔ من حقوقہا اما شرط یخالف مقتضاہ کشرط ان لا یتسری علیہا ولا یسافر بہا
فلا یجب الوفاء بہ بل یلغو الشرط و یصح النکاح بمہر المثل فہو عام مخصوص لانہ یخرج منہ الشروط الفاسدۃ انتہی۔
تیسری یہ شرط لڑکے پر لازم نہین کیونکہ اولاً اُسکی رضامندی محتمل ثانیاً غیر معتبر لتقدم الآیۃ ثالثاً وہ غیر مکلف
لقولہ علیہ السلام رفع القلم عن ثلاثۃ وعد منہم الصبی حتی یحتلم اور ولی صبی پر بھی واجب نہین کیونکہ وہ اُسپر
قادر نہین لکونہ فعل غیرہ وقد قال اللہ تعالیٰ لا تکلف الا نفسك الآیۃ ولا وجوب بدون الموجب علیہ
پس اول تو اس شرط کی صحت ہی مین کلام ہے کما عرفت مگر باوجود فساد شرط کے نکاح مین کوئی نقصان نہین۔
فی الدر المختار وما یصح ولا یبطل بالشرط الفاسدۃ القرض والہبۃ والصدقۃ والنکاح الخ و فی الرد المحتار
والمراد بقول الشارح ما یصح فی نفسہ و یلغو الشرط وایضا فی الدر المختار ولکن لا یبطل النکاح بالشرط الفاسد
وانما یبطل الشرط دونہ اھ پس صورت مسئولہ مین ولی صبیہ کو اختیار فسخ کا نہین یہ جب ہے کہ صلب عقد مین
شرط ہوئی ہو مثلاً کہا ہو کہ مین اس شرط سے نکاح کرتا ہون کہ یہ لڑکا میرے گھر رہے اور دوسرے نے کہا ہو

کہ مین نے یہ نکاح اس شرط سے قبول کیا اور اگر قبل نکاح یا بعد نکاح ٹھہری ہو وہ شرط نہین ہے بلکہ وعدہ ہے اُسوقت اس وعدہ کا موثر نہ ہونا نکاح مین زیادہ ظاہر ہے اور اس صورت مین بدرجہ اولی مختار نہوگا البتہ جب لڑکی بالغ ہو اگر یہ ولی باپ یا دادا نہین ہے تب لڑکی باعتبار خیار بلوغ کے بشرط قضار قاضی مختار فسخ کی ہے اور اگر نکاح کرنے والا باپ یا دادا ہے تب بھی اختیار نہین وکذا الکلام وھو معروف واللہ اعلم وانما اطلنا الکلام فی ھذا المقام وان کان یکفی سطرواحدی فی کشف الابھام لان المستفتی امرنا بھذا بالرزم والعلم عند اللہ العلام وھو ذو الجلال والاکرام وانا العبد المستھام الغریق فی بحار الآثام محمد المدعو باشرف علی عفا عنہ الملک القدوس السلام

> ترتیب اولیاء نکاح

سوال۔ ولی اقرب نکاح مین کون ہوسکتا ہے اور ولی ابعد کون کون ہے اور کسکو ولایۃ عام مذکورہ بالا حاصل ہے۔

الجواب۔ ولی نکاح عصبہ بنفسہ ہوتا ہے بہ ترتیب ارث وحجب یعنی اولا جزء ثانیا اصل ثالثا جزء اصل قریب رابعا جزء اصل بعید درصورت عصبہ نہونے کے ولایت مان کو ہے پھر دادی کو بعض[1] نے بالعکس کہا ہے پھر بیٹی پھر پوتی پھر نواسی پھر پوتے کی بیٹی پھر نواسی کی بیٹی اسی طرح آخر فروع تک پھر حقیقی بہن پھر علاتی پھر اخیافی بہن بھائی پھر ذوی الارحام اول پھوپھی پھر ماموں پھر خالہ پھر چچازاد بیٹی پھر اسی ترتیب سے اُنکی اولاد پھر مولی الموالاۃ درمختار مین یہ تفصیل موجود ہے فلیجع الیہ واللہ اعلم

> جواز نکاح بیوہ بلا اذن ولی

سوال۔ بیوہ ثیبہ بلا اذن ولی کے نکاح کرے تو درست ہے یا نہین۔

الجواب۔ اگر بیوہ بالغہ حرہ ہے تو اُسکا نکاح بلا اذن ولی جائز ہے لیکن اگر غیر کفو سے یا مہر مثل سے کم پر کیا تو ولی کو تعرض[2] پہونچتا ہے فنفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا رضی ولی ولہ الاعتراض فی غیر الکفو درمختار

> امور وقت زفاف

سوال۔ کیا فرماتے ہین علماء کہ جب دولہن کو اپنے گھر لاوے تو بوقت صحبت وخلوۃ صحیحہ کون کون امر زوج پر سنت ہے اور کون کون دعا پڑھنا احادیث سے ثابت ہے اور کوئی نماز بھی پڑھنا چاہیے اور کیا کیا برکت ورحمت نازل ہوتی ہے ایسے عامل سنت پر۔

الجواب۔ سنت یہ ہے کہ اول اُسکے موے پیشانی پکڑ کر اللہ تعالے سے برکت کی دعا کرے اور بسم اللہ کہکر یہ دعا پڑھے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ خَیْرَھَا وَخَیْرَ مَا جُبِلَتْ عَلَیْہِ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّھَا وَشَرِّ مَا جُبِلَتْ عَلَیْہِ اور جسوقت ارادہ صحبت کا کرے یہ کہے بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنَا الشَّیْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّیْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا پہلی دعا

---

[1] و راجح الاب کے بعد ام الام ہے کذا ذکرہ الشامی
[2] یعنی لیکن خود کچھ نہین کرسکتا بلکہ قضاء قاضی شرط ہے ۱۲ منہ۔

کی برکت یہ ہے کہ زوجہ ہمیشہ تابع رہے گی دوسری دعا کی یہ برکت ہے کہ اگر اولاد ہوگی صالح ہوگی اور ضرر شیطان سے محفوظ رہے گی زاد المعاد اور نماز پڑھنا کسی حدیث مین تو دیکھا نہین مگر بعض علماء سے سنا ہے کہ اول دو رکعت شکریہ پڑھکر اللہ تعالی کا شکر کرے کہ تو نے مجھکو حرام سے بچایا اور حلال عنایت فرمایا پھر بعد اُسکے ادعیہ مذکورہ پڑھے۔

سوال وقت نکاح قاضی کو نام زوجہ کا لیکر مجمع عام مین پکارکر ایجاب وقبول کرانا چاہیئے یا کیا اور جو بدون نام لینے زوجہ کے ایجاب وقبول کرادے تو نکاح درست ہوگا یا نہین۔

الجواب ۔شرط جواز نکاح یہی کہ منکوحہ زوج اور شاہدین کے نزدیک مجہول نرہے بلکہ اپنے غیر سے متمیز ہو جاوے خواہ کسی طرح سے امتیاز ہو پس اگر منکوحہ حاضر ہے تو اُسکی طرف اشارہ کردینا کافی ہے اور اگر غائب ہے تو اگر بدون تصریح نام کے بعض قیود سے اُسکی تعیین ممکن ہو تو نام لینے کی حاجت نہین اور اگر اوصاف سے تمیز نہ ہو تو اُسکا نام لینا ضرور ہے بلکہ اگر اُسکے نام سے بھی تعین نہو تو باپ دادے کا بھی ضروری ہے حاصل یہ ہو کہ رفع ابہام ہو جاوے فی الدر المختار ولا المنکوحۃ مجھولۃ وفی رد المحتار قلت وظاھرہ انھا لوجرت المقدمات علی معینۃ وتمیزت عند الشھود ایضاً یصح العقد وھی واقعۃ الفتوی لان المقصود نفی الجھالۃ وذلک حاصل بتعینہا عند العاقدین والشھود وان لم یصرح باسمہا کما اذا کانت احدٰہما متزوجۃ ویؤیدہ ما سیأتی من انھا لو کانت غائبۃ وزوجھا وکیلھا فان عرفھا الشھود وعلموا انہ ارادھا کفی ذکر اسمھا والا لابد من ذکر الاب والجد ایضا الی اٰخر ما قال واطال واللہ اعلم۔

سوال ۔کیا فرماتے ہین علماء دین اس مسئلہ مین کہ زید کا نکاح ہندہ سے ہوا تھا اور جسوقت ہوا تھا اُسوقت ہندہ نابالغ تھی اور جب ہندہ بالغ ہوئی تو زید سے راضی نہین ہے اور باکراہ اپنے قرابت دار کے زوجیت مین زید کے رہی مگر دو ڈھائی برس تک زید سے مطلق صحبت وہم بستری چھوڑ دیا ہے اور بعد اُسکے جسکو عرصہ دو ہفتہ کا ہوتا ہے زید نے بوجہ نااتفاقی کے ہندہ کو روبرو دو آدمی کے ایک وقت مین بیک جلسہ اسطرح پر طلاق دی کہ چونکہ مین تمسے راضی نہین ہون اور تم ہماری خلاف مرضی افعال بد مین مبتلا رہتی ہو اسلئے مین نے تمکو طلاق دیا اور اس لفظ کو اسوقت مین تین مرتبہ تکرار کیا تو ایسی حالت مین طلاق از روئے مذہب حنفی کے ہوا یا نہین اور اب ہندہ چاہتی ہے کہ دوسرے شخص سے نکاح کرے

ع پس سنت سمجھکر نہ پڑھے محض شکر کے طور پر مضائقہ نہین ۱۲ منہ

تو فرمائیے کہ ہندہ نکاح اپنا ساتھ دوسرے شخص کے کتنے روز مین کرسکتی ہے آیا بعد گذرنے عدت کے
یا فی الفور طلاق ہونے سے اور از روے مذہب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے عدت کسقدر زمانہ گذرنے پر ختم
ہوتی ہے اگر عدت تین حیض کے گذرنے پر ختم ہوتی ہی تو جس عورت کو حیض نہ آتا ہو تو اُسکی عدت کا کسطرح پر
حساب کیا جائے گا چنانچہ ہندہ کا ایساہی حال ہی کہ بوجہ پیدا ہوتے لڑکی کے حیض نہین ہوتا ہی اور عورتون سے
تحقیق کیا گیا ہی تو ایسا ظاہر ہوا ہے کہ جب تک لڑکا دودھ مان کا نہین چھوڑتا ہے یعنی دو برس ڈھائی برس
تک عورت کو حیض نہین ہوتا ہے اور جو عورت ہندہ کو لڑکی ہوئی ہی وہ دوسرے شخص سے جس سے
اسوقت ہندہ نکاح کرنا چاہتی ہے پیدا ہوئی تو ایسی حالتمین بھی رعایت عدت کی کیجاویگی یا نہین اگر عدت کی رعایت
ہوگی تو کون تاریخ سے کون تاریخ تک۔

الجواب۔ جب ہندہ بالغ ہوئی اور زید سے راضی نہین تو اگر ہندہ کا نکاح اُسکے باپ یا دادا نے کیا ہے تو
اُسکو فسخ کا اختیار نہو گا بلکہ نکاح باقی رہیگا اور پھر جب زید نے تین طلاق دی تو طلاق پڑ گئی اور مغلظہ ہو گئی اور
عدت اُسکی وقت طلاق سے تین حیض ہی خواہ کتنے ہی دنون مین پورے ہون کیونکہ وہ حیض سے مایوس
نہین ہوئی ایک عارضی کی وجہ سے بند ہے جب تک حیض سے مایوسی نہین ہوتی تب تک عدة حیض کے
ساتھ معتبر ہوتی ہے پس بعد گذرنے تین حیض کے دوسرے سے نکاح جائز ہوگا خواہ جس سے لڑکی ہوئی ہی اُس سے
نکاح کرنا چاہے یا اور کسی سے قبل انقضای عدة جائز نہین اور اگر ہندہ کا نکاح اُسکے باپ دادا نے نہین کیا تھا
کسی دوسرے نے کیا تھا تو بعد بلوغ اسکو اختیار فسخ کا ہی سو اگر بالغ ہوتے ہی اُس نے کہدیا کہ مین
راضی نہین تو نکاح[1] ٹوٹ گیا اور یہ فسخ طلاق نہین ہے تو بعد نکاح ٹوٹنے کے زید محض اجنبی ہوگیا اس کی
طلاقین واقع نہین ہوئین نہ اُسپر عدة لازم جس سے چاہے نکاح کرلے اور اگر بالغ ہوتے ہی نہین کہا بلکہ
اُسوقت ساکت ہوگئی اور پھر کہا کہ مین راضی نہین سو اگر زید نے ہندہ کے بلوغ سے پہلے اُس سے صحبت
نہین کی جب تو نفس سکوت سے نکاح لازم ہوگیا اس صورت مین بھی زید کی طلاقین واقع ہونگی اور عدت
لازم ہوگی اور اگر بلوغ سے پہلے صحبت کا اتفاق ہوا ہی پھر نفس سکوت سے نکاح لازم نہین ہوا جب تک رضا
کی تصریح نہ کرے خواہ زبان سے یا دلالت حال سے۔ اور جب ناراضی بیان کرے تو نکاح فسخ[2] ہوگیا اور اب
عدة کی ضرورت نہین حاصل یہ کہ جن صورتومین نکاح لازم ہوگیا ہی اُنمین تو زید کی طلاقین پڑین اور عدت لازم ہے

[1] اسمین یہ بھی شرط ہے کہ اس کہنے کے بعد قاضی مسلم کے یہان نالش کرے اور وہ فسخ کرے ۱۲۔ [2] یعنی بشرط قضاء قاضی ۱۲ منہ۔

اور جن صورتون مین نکاح فسخ ہوگیا اُنمین نہ طلاق پڑی نہ عدت لازم - فان زوجھما الاب او الجد فلا خیار لھما بعد بلوغھما وان زوجھما غیر الاب والجد فلکل واحد منھما الخیار اذا بلغا ان شاء اقام علی النکاح وان شاء فسخ ثم عندھما اذا بلغت الصغیرۃ وقد علمت بالنکاح فسکتت فھو رضا وان لم تعلم بالنکاح فلھا الخیار حتی تعلم فتسکت ثم خیار البکر یبطل بالسکوت ولا یبطل خیار الغلام مالم یقل رضیت او یجیٔ منہ ما یعلم انہ رضا وکذلک الجاریۃ اذا دخل بھا الزوج قبل البلوغ ثم الفرقۃ بخیار البلوغ لیس بطلاق - ہدایہ ج ۱ ص ۲۹۷ وطلاق البدعۃ ان یطلقھا ثلاثا بکلمۃ واحدۃ او ثلاثا فی طہر واحد فاذا فعل ذلک وقع الطلاق وکان عاصیا ہدایہ ج ۱ ص ۳۳۵ وقال اللہ تعالی والمطلقات یتربصن بانفسھن ثلثۃ قروء الایۃ ولو رأت ثلثۃ دما ثم انقطع فعدتھا بالحیض وان طال الی ان ایست کذا فی الغیاثیۃ عالمگیری ج ۲ ص ۵۴۳ واللہ اعلم

۹ جمادی الاول ۱۳۰۱ھ -

فرق درمیان منکوحہ و مملوکہ و ضرورت عقد نکاح و تعیین مہر

سوال[1] - جبکہ زرخرید کنیز کے ساتھ مباشرت کرنا روا ہی تو پھر عقد کی کیا ضرورت ہی - مہر کیون تعین کیا جاتا ہے - زوجہ منکوحہ اور کنیز زرخرید مین کیا فرق ہے -

الجواب - اللہ تعالی نے انسان کو محتاج بقاء نوع کا پیدا کیا ہے اور بقاء نوع بدون مصاحبت مرد وزن کے غیر ممکن ہی پس احتیاج بقاء نوع مقتضی ہوئی اصطحاب مرد و عورت کو اس اصطحاب کی کئی صورتین ہین ایک تو یہ کہ نہ کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ مختص ہو نہ کوئی عورت کسی مرد کے ساتھ بلکہ ہر مرد کو ہر عورت سے صحبت حلال ہو اور ہر عورت کو ہر مرد کا متمکن کردینا مباح ہو - دوسری یہ کہ مرد عورت کے ساتھ مختص ہو اور عورت مرد کے ساتھ یعنی ایک عورت ایک مرد کے پاس رہے - تیسری یہ کہ مرد تو عورت کے لئے مختص ہو یعنی سوائے اُس مرد کے دوسرے مرد کو صحبت حلال نہو لیکن عورت اُسکے لئے منفرد و مختص نہو بلکہ تعدد نسواں جائز ہو - چوتھی اسکا عکس یعنی عورت مرد کے لئے منفرد ہو یعنی سوائے اُس عورت کے دوسری سے صحبت حلال نہو اور مرد منفرد نہو بلکہ تعدد رجال جائز ہو ان چارون صورتون مین پہلی اور چوتھی صورت تو بالکل خلاف عقل ہی کیونکہ مرد مین بالطبع شہوت وغیرہ رکھی ہے اور درصورت تعدد رجال کے یقیناً اُنمین تجادل و تقاتل کی نوبت پہونچے گی اور یہ امر مخل تمدن و عمارۃ عالم ہے لہذا یہ دونون صورتین حرام ٹھہرین - دوسری صورت بالکل موافق عقل ہی کہ اُسمیں نہ عورتون مین عناد و فساد کا احتمال نہ مردون مین وہ جائز ٹھہری - تیسری صورت

[1] یہ سوال اسرار شریعت کے متعلق ہی جو ایک مستقل فن ہی یا تو مسائل شتے مین اسکا درج ہونا مناسب تھا یا کلام مین ۱۲ منہ -

اگرچہ بظاہر خلاف عقل معلوم ہوتی ہے کیونکہ وہ مفضی ہے طرف تنازع وتمانع عورتون کے یہ بھی جائز نہ ہوتی لیکن
چونکہ عورتون کو بوجہ ضعف قوۃ علمیہ وعملیہ مردون کی برابر تمدن مین دخل نہین اس لئے اُنکے بغضا و شحنا کو
مضر نہین سمجھا گیا اور جتنا کچھ ضرر کا احتمال تھا اُسکا تدارک وحدۃ قہریہ زوج کے ساتھ کیا گیا کہ اُسکو قوام وحاکم بنایا
کہ ان دونون کو سلک اتفاق صوری مین منسلک رکھے لہذا یہ صورت بھی جائز ٹھہری۔ پس مدار عدم جواز کا
عدم اختصاص رجال اور مناط جواز کا اختصاص رجال ہوا پس اختصاص رجال ایک امر مطلوب و مطمح نظر ٹھہرا
اس اختصاص کی صورتین عقلاً متنوع و متعدد ہین لیکن بشہادت فطرت سلیمہ عادلہ اس سے بہتر کوئی صورت
معلوم نہین ہوتی کہ مرد و زن سے بواسطہ یا بلا واسطہ اس اختصاص کا اقرار علی رؤس الاشہاد لیا جائے تاکہ دوسرے
مردون کی طمع اُس عورت سے قطع ہوجائے اور نوبت جدال وقتال کی نہ پہونچے اس صورت کا نام شرعاً عقد
نکاح ہے اور چونکہ یہ اختصاص بوجہ ترجیح اس مرد کے اور ابناء جنس پر ایک امر مہتم بالشان ہے اُسکے اظہار اہتمام
وایضاح اعتناء کے لئے قدرے مال مرد کے ذمہ واجب کیا گیا جسکا صرف وبذل عرفاً دلیل اہتمام مبذول علیہ
کی ہے تاکہ اختصاص کی ایک وجہ وجیہ متعین ہوجائے اور بباعث ارغبیۃ واجبیۃ مال وتعذر اتفاق اُسکے کے
دیگر ابناء نوع اس اختصاص پر غبطہ نہ کرین اسکا نام مہر ہے پس یہ متممات اختصاص مین سے ہوا اسی وجہ
سے یہ رسم قبل بعثت رسول اللہ صلعم کے بھی عرب مین شائع تھی اور شارع نے بھی اُسکو برقرار رکھا۔ ونیز
فائدہ نکاح کا معاشرت و معاونت ہی تام نہین ہوتا جب تک کہ ہر ایک کو دوسرے کیطرف سے توطین نفس
حاصل نہو اور یہ اطمینان نہو کہ یہ مجھسے جدا نہوگا پس مرد کی دلجمعی تو اس طور سے کی گئی کہ عورت کے ہاتھ سے
اختیار فراق کا سلب کرلیا گیا اب عورت کی توطین کی یہ صورت تو نہین ہوسکتی کہ مرد کو بھی مجاز و مختار فراق کا
نہ بنایا جائے کیونکہ اس صورت مین عورت کا اسیر ہوجائیگا اور یہ منافی اُسکی قوامیت کی ہے پس مناسب ہوا کہ
اسکے ذمہ کچھ مال واجب کیا جائے کہ عادۃً وقت فراق کے اُسکا مطالبہ شدت سے ہوتا ہے تب ہر وقت مرد کو اندیشہ رہیگا اگر مین اسکو چھوڑ
دونگا تو اپنے حق کا سخت تقاضا کریگی اور اس خیال سے بدون کسی ضرورت شدیدہ کے فراق پر اقدام وجرأت نہ کریگا یہ صورت توطین
عورت کی ہے یہ دوسری مصلحت ہوگی مشروعیۃ مہر کی۔ ونیز منکوحہ جو لخت جگر و پارہ دل اپنے اولیا کی ہے اُسکا مفت مالک بنا
موجب زیادت حزن اُنکے کا ہے پس قدرے مال کہ بالطبع محبوب و مرغوب ہے اُسکے عوض مین مرد کے ذمہ واجب ٹھہرایا گیا کہ موجب شکیبائی
اولیا کا ہو کہ ایک محبوب ہمارا گیا ایک محبوب ہاتھ لگا یہ تیسری مصلحت ہوئی مشروعیۃ مہر کی ونیز مجاناً تملک مین ابتذال و ارتذال بضع کا ہے
جو منافی تکریم بنی آدم کا ہے لہذا اظہار اشرف المحل مال واجب کیا گیا کہ اسکی قدر و خطر ظاہر ہو یہ چوتھی مصلحت ہے مشروعیۃ مہر کی۔ ونیز توفیح

زوجین کے لیے ضروری ہے کہ ایک دوسرے کی مراعات و مدارات کیا کرے اور طبعاً رعایت محسن کی بہت ملحوظ ہوتی
ہے سو محسنیت مرد کی تو بوجہ تحمل نفقہ وکسوت اسکی کے ممکن ہے لیکن محسنیت عورت کی بسبب عاجز و اسیر ہونے کے
غیر متصور لہذا مہر پر مال واجب کیا گیا کہ اگر عورت محسن بنا چاہے تو اپنا حق یا اس سے موخر کر دے یا کلا یا بعضا معاف
کردے اور یہ احسان جالب رعایت مرد کا ہو یہ پانچوین مصلحت ہوئی مشروعیۃ مہر مین - جب معلوم ہو چکی وجہ ضرورت
عقد نکاح و مہر کی اب سننا چاہیے کہ اپنی مملوکہ سے عقد و مہر کی ضرورت کیون نہین صرف مالک ہو جانا کافی ہے
اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ تو معلوم ہو چکا کہ ضرورت عقد اور اسکے متمم یعنی مہر کی بنا بر اختصاص مذکور کے ہے پس جس
جگہ یہ اختصاص مقصود ہوگا خواہ حرہ سے یا کسی کی کنیز سے وہان عقد بھی ضروری ہوگا جہان یہ اختصاص مقصود
نہوگا عقد کی بھی ضرورت نہوگی اور کنیز کے مالک ہونے سے مثل دیگر اموال تجارت کے مقصود صرف ملک رقبہ
ہے یہ اختصاص جو موضوع لملک المتعۃ ہے مقصود نہین ورنہ چاہیے تھا کہ جس جگہ یہ مقصود حاصل نہوتا تملک ہی
جائز نہو جیسا کہ منکوحہ مین چونکہ اختصاص ملک متعہ مقصود ہے اس لیے جو عورت محل حل وطی کا نہو جیسے محارم و
معتدہ الغیر و ذوات الزوج وغیرہ اس عورت سے نکاح ہی صحیح نہین لان الشئ اذا خلا من مقصودہ انتفی
حالانکہ باوجود عدم حل وطی کے بھی تملک جائز ہے جیسے رضاعی بہن کو یا مشترکہ یا مجوسیہ کو یا غلام کو خریدنا کہ
شرعا محل حل وطی کے نہین جب باوجود حرمت وطی کے بھی تملک جائز ہے تو معلوم ہوا کہ مقصود اس سے
اختصاص مذکور نہین و نیز اگر اختصاص مقصود ہوتا تو مملوکہ کا چند مالکون مین مشترک ہونا جائز نہ ہوتا جیسا
کہ منکوحہ واحدہ کا ناکحین متعددین کے نکاح مین آنا بوجہ مذکور بالا جائز نہین حالانکہ شرکت اسکی ملک مین
جائز ہے - و نیز اگر اختصاص مقصود ہوتا تو چاہیے تھا کہ اپنی مملوکہ کا درصورت بقار ملک کے کسی کے ساتھ
نکاح کرنا جائز نہو جیسا کہ اپنی منکوحہ کا درصورت بقار نکاح کے کسی سے نکاح جائز نہین کہ منافی اختصاص ہے
حالانکہ اپنی مملوکہ کا نکاح دوسرے شخص سے جائز ہے پس جب معلوم ہوا کہ اس سے وہ اختصاص مقصود نہین
لہذا نہ عقد کی ضرورت نہ اسکے متمم یعنی مہر کی حاجت اگر کسی جگہ مملوکہ سے وطی حلال ہے تو بتبعا لملک الرقبہ حلال ہے
خواہ وہ ملک رقبہ بالمال ہو مثل بیع کے یا بلا مال ہو مثل ارث وہبہ کے کیونکہ اضعف اقوی کے تابع ہوتا ہی
بشرطیکہ کوئی مانع نہو اور تفصیل اسکے موانع کی کتب فقہ مین مع الدلیل مذکور ہے بعد سننے اس تقریر کے غالب
ہے کہ ناظرین نے تینون سوالون کا جواب سمجھ لیا ہوگا مگر بقدر ضرورت ہم بھی اس تقریر کو ان سوالون پر منطبق
کردین پس سمجھنا چاہیے کہ سوال اول سے اگر یہ غرض ہے کہ جب اپنی کنیز کے ساتھ صرف زر خرید ہونے سے

مباشرت جائز ہے پھر اُس سے عقد نکاح کی کیا حاجت ہے تو ہم ابھی ثابت کر چکے ہین کہ اپنی کنیز نے خواہ وہ زر خرید ہو یا مجاناً اُسکی ملک مین آگئی ہو بوجہ نہ مقصود ہونے اختصاص مذکور کے عقد کی کوئی ضرورت نہین البتہ اگر کہین تملک مین شبہہ ہو تو احتیاطاً بوجہ شبہہ مقصودیت اختصاص کے نکاح کرنا اولی ہے۔ فی الدر المختار وحرم نکاح المولی امتہ والعبد سیدتہ لان المملوکیۃ تنافی المالکیۃ نعم لو فعلہ المولے احتیاطا کان حسنا اھ اور اگر یہ غرض ہے کہ غیر کی کنیز کے ساتھ عقد کی کیا حاجت ہے یا یہ غرض ہے کہ جیسے کنیز کا تملک حل وطی کے لئے کافی ہے علی ہذا القیاس منکوحہ کو مہر دیدینا کافی ہو حاجت نکاح کی نہو تو ان دونون سے عقد ضوری ہونے کی وجہ وہی مقصودیت اختصاص ہے۔ یہ جواب ہوا پہلے سوال کا۔ دوسرا سوال تعین مہر کا ہے اُسکی پانچ وجوہ اوپر مذکور ہو چکین۔ تیسرا سوال بھی مثل اول کے مجمل ہے اگر اُس سے غرض فرق پوچھنا ہے ان دونون کے معنی مین تو وہ فرق ظاہر ہے کہ منکوحہ مملوکہ بملک متعہ ہوتی ہے اور امتہ مملوکہ بملک رقبہ۔ اور اگر غرض دریافت کرنا اس فرق کا ہے کہ کنیز تو خریدنے سے حلال ہو جاتی ہے اور منکوحہ سوق مہر سے بدون عقد کے حلال نہین ہوتی تو بنا اس فرق کی وہی مقصود ہونا ملک متعہ کا منکوحہ مین اور مقصود ہونا ملک رقبہ کا نہ ملک متعہ کا امتہ مین ہے جسکو ہم تین دلیلون سے اوپر ثابت کر چکے ہین اور اگر ان سوالات سے کچھ اور مقصود ہے تو بیان لازم ہے کہ اُسکا جواب بھی انشاءاللہ تعالی دیا جائے۔ ہذا ما القی فی القریحۃ واللہ اعلم بحقیقۃ اسرار الشریعۃ ١٣٠٤ھ

سوال ۔ زید کی عمر گیارہ سال تین مہینے یا کچھ کم وبیش غرض بارہ سال سے کم تھی ایک مکان مین دو پلنگ بچھے ہوئے تھے ایک پلنگ پر زید کی چچی لیٹی ہوئی تھی اور دوسرے پلنگ پر زید کا چچا لیٹا ہوا تھا اور زید اپنے چچا کے پاس لیٹا ہوا تھا پچھلی رات جو زید بیدار ہوا تو چچا کو اپنی چچی کی چارپائی پر دیکھا زید نے یہ کہکر کہ کیا کر رہے ہو اپنا ہاتھ اُن کی چارپائی پر ڈالا تو وہ ہاتھ شاید چچا کے بدن پر لگا یا شاید چچی کے بدن پر لگا۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ ان ہی ایام مین ایک روز دن کو ایک مکان مین زید کا چچا اور چچی دونون موجود تھے زید جاچانک گھر مین گیا تو دیکھا کہ چچا اور چچی دونون ایک چارپائی پر ہین اور چچی کا بدن بالکل ننگا نظر آیا تو زید یہ حالت دیکھکر باہر گیا تھوڑی دیر کے بعد دیوار کے اوپر کو زید نے جھانکا تو اُسوقت بدن وغیرہ چچی کا کچھ نظر نہین پڑا کیونکہ اُسوقت زید کا چچا ہم بستری مین مصروف تھا یس نہین دیکھا اب زید جوان ہو گیا اور زید کا رشتہ اسی چچی کی لڑکی سے ہوا ہے تو اب شریعت سے کوئی حد زید پر قائم نہین ہوئی کہ جس سے نکاح جائز نہو مفصل جواب مع دلائل شرعیہ

بیان فرمایئے۔

الجواب۔ فی الشامیۃ عن الفتح مس المراھق کالبالغ وعن البزازیۃ المراھق کالبالغ حتی لو جامع امرأتہ اولمس بشھوۃ تثبت حرمۃ المصاھرۃ اھ وبعد سطر لابد فی کل منھما من سن المراھقۃ واقلہ للانثی تسع وللذکر اثنا عشر الخ جلد ثانی صـ۴۲۶ اس روایت سے معلوم ہوا کہ بارہ برس سے کم عمر والے لڑکے کا لمس وغیرہ قابل اعتبار نہین علاوہ اس کے صورت مسئولہ مین خود بھی شبہ ہے کہ چچی کو ہاتھ لگایا نہین اور برہنہ بدن دیکھنا جب تک کہ فرج داخل کو نہ دیکھے موجب حرمت نہین غرض کسی طرح یہ لمس موجب حرمت مصاہرت نہین اس لئے زید کا نکاح اس چچی کی دختر سے جائز اور درست ہے فقط ۲۰ ربیع الاول سنہ ۱۳۲۲ھ

سوال۔ مین نے اپنی دختر نابالغہ کا عقد نکاح ایک شخص کا ظاہر بصلاح وطریقہ اسلام دیکھکر اس کے پسر سے کردیا اور اطمینان کے لئے ہر قسم کے شرائط عہد وپیمان کرلئے میری دختر جب اُن کے گھر گئی تو تمام شرائط اُنھون نے توڑ دیئے لڑکے کی والدہ غیر مردون کے سامنے آتی ہے اور خلوت مین بے حیائی کے کام کرتی ہے تحقیق کیا تو تمام محلہ کے ہمسائے اُسکے گواہ پائے اور وہان وہ لڑکا اپنی والدہ اور غیر مردون کے پیام پہونچانے اور بلانے مین درمیانی ہے غرض باپ بیٹے دونون دیوثی کے کام مین شریک ہین جب مین بخوبی اس امر سے واقف ہوا کہ میری بیٹی کو جو قاری صاحب مشہور ومغفور کی حقیقی نواسی ہے اس کے خاوند نے غیر مردون کے سامنے کیا اور وہی بے حیائی کا پیشہ اس سے بھی کرانا چاہتا ہے مین نے اُسکو گھر بٹھالیا میری لڑکی قرآن شریف مع ترجمہ پڑھتی ہے اور چند کتابین پڑھ چکی ہے اب آپ کی کتاب اصلاح الرسوم شروع کی ہے جب میری لڑکی صـ۶ پر پہونچی اور سطر تین پر پڑھی کہ اگر نابالغہ کا نکاح ولی نے غیر کفو سے کردیا سو اگر باپ دادا نے کسی مصلحت ضروری سے کیا تو صحیح ہے بشرطیکہ ظاہر کوئی امر خلاف مصلحت نہ ہو ورنہ صحیح نہوگا تو مجھکو جرات ہوئی کہ آپ کی خدمت مین یہ عریضہ لکھا مجھکو اپنی لڑکی اُن کے یہان بھیجنا اور اُس کے ساتھ رکھنا منظور نہین ہے اور لڑکا یہ کہتا ہے کہ ہم یونہی سڑائین گے اور طلاق ہرگز نہ دین گے فارغخطی نہین دیتا اب مین کیا کرون اگر پہلا نکاح صحیح نہو تو مین اُس کا نکاح کسی نیک آدمی سے کردون یا کیا تدبیر کرون کہ میری لڑکی اب بالغہ ہے وہ اس بلا سے نجات پائے اور اُس کا نکاح کسی مرد صالح سے ہوجاوے اور مین گنہگار اور کسی قسم کے مواخذہ مین گرفتار نہون۔

الجواب۔ عبارت اصلاح الرسوم کی بوجہ اختصار کے مجمل ہے اس مسئلہ مین بہت اختلاف اور تفصیل ہے

ملخص اسکا یہ ہے کہ اسمین چند شرطین ہین اول صغیرہ کا باپ جس نے نکاح کیا ہو وہ اس نکاح کے قبل سے ناعاقبت اندیش اور بد شفقت مشہور ہو اسوقت یہ نکاح باطل کہا جائے گا دوسرے باطل ہونے کے یہ معنی ہین کہ باطل کرنے کے قابل ہے تیسرے باطل کرنے کا طریق یہ ہو کہ قاضی یعنی حاکم مسلم کے اجلاس مین مقدمہ پیش ہو اور وہ حکم فسخ کا کردے چوتھے اس ابطال کی شرط یہ ہو کہ وہ صغیرہ بالغ ہوتے ہی فوراً یہ کہے کہ مین اس نکاح پر رضامند نہین ہون۔ پانچوین بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حق ابطال اسوقت ہے جبکہ عقد کے وقت زوج نے دعوی صالح ہونے کا کیا ہے اور اگر اس سے سکوت کیا پھر اسکا حال خلاف ظاہر ہوا تو حق فسخ حاصل نہین ہے اور یہ سب شرطین امام صاحب کے مذہب کے موافق ہین کہ انکے نزدیک نکاح کرنا باپ کا غیر کفو سے صحیح ہو جاتا ہو اور صاحبین کے نزدیک بالکل صحیح نہین ہوتا پس صورت مسئولہ مین ظاہرا یہ شرائط مجتمع نہین ہین اگر واقعی اجتماع ان شرائط کا نہین ہے تو امام صاحب کے نزدیک اسمین کچھ نہین ہو سکتا البتہ اگر کسی حاکم مسلمان کے یہان یہ مقدمہ پیش کیا جاے اور وہ کسی عالم سے فتوی حاصل کرکے صاحبین کے مذہب پر حکم کردے یعنی زبان سے کہدے کہ مین نے یہ نکاح فسخ کردیا تو نکاح باطل ہو جائے گا گو وہ حاکم کسی سلطان غیر مسلم کا مقرر کیا ہوا ہو یا کسی طریق سے زوج کو رضامند کرکے خلع یا طلاق کی تدبیر کیجائے والدلیل علی الشرائط الخمسۃ المذکورۃ هذه العبارات فی الدر المختار باب الولی وللولی انکاح الصغیر والصغیرۃ ولزم النکاح ولو بغبن فاحش او بغیر کفوان کان الولی ابا او جدا لم یعرف منهما سوء الاختیار مجانۃ او فسقا وان عرف لا یصح النکاح اتفاقا فی رد المحتار والحاصل ان المانع هو کون الاب مشهورا بسوء الاختیار فاذا لم یکن مشهورا بذلک ثم زوج بنته من فاسق صح وان تحقق بذلک انه سیئی الاختیار الی قوله ولو کان المانع مجرد تحقق سوء الاختیار بدون الاشتهار الخ وبعد اسطر ثم اعلم ان مامر عن النوازل من ان النکاح باطل معناه سیبطل کما فی الذخیرۃ لان المسئلۃ مفروضۃ فیما اذا لم ترض البنت بعد ما کبرت کما صرح به فی الخانیۃ والذخیرۃ وغیرهما وعلیه یحمل ما فی القنیۃ الخ وفی الدر المختار باب الکفاءۃ فی جزئیۃ الا اذا اشترطوا الکفاءۃ او اخبرهم بها وقت العقد فزوجوها علی ذلک ثم ظهر انه غیر کفو کان لهم الخیار وفیه ولهما خیار الفسخ بالبلوغ الی قوله بشرط القضاء اه وفیه ویبطل خیار البکر بالسکوت ولا یمتد الی اخر المجلس اه قلت وما فی البزازیۃ زوج بنته من الرجل ظنه مصلحا لا یشرب مسکرا فاذا هو مدمن فقالت بعد الکبر لا ارضی بالنکاح ان لم یکن ابوها یشرب المسکر ولا عرف به وغلبۃ اهل بیتها مصلحون فالنکاح باطل اتفاقا اه یحمل فیه قوله ظنه مصلحا علی اخبار الزوج بانه صلح بناء علی مامر من قول الدر المختار الا اذا

شرطوا الکفاءۃ الخ ویحمل قولہ باطل علی معنی انہ سیبطل کما مر من تاویل عبارۃ النوازل فافہم وفی رد المحتار عن شرح المجمع ان تزویج الاب الصغیر والصغیرۃ من غیر کفو وبغبن فاحش جائز عندہ لا عندھما اھ واللہ تعالیٰ اعلم ۲۰ صفر ۱۳۲۲ھ

شرائط صحت نکاح نابالغ بلا اذن ولی

سوال- فی زماننا اکثر بیوہ عورتین اپنے جیٹھ اور دیور اور سسر سے لڑکر علیحدہ ہو جاتی ہین اور پھر وہ اپنی نابالغہ لڑکیون کا نکاح بلا حصول اذن جیٹھ و سسر و دیور وغیرہ ورثاء کے اپنی مرضی کے موافق جہان چاہین کر دیتی ہین شرعاً ایسے نکاح درست ہین یا حرام پھر ایسے نکاحون سے جو اولاد پیدا ہوتی ہے وہ اپنے باپ دادا چچا تائے کے متروکہ مین سے حصہ لینے کی مستحق ہین یا نہین :-

الجواب- اگر یہ لڑکی جس کا نکاح ہوا ہے بالغ ہے اور تصریحاً اُس نے اجازت دیدی ہے یا سنکر سکوت کیا لیکن صحبت کے وقت رضامند ہے تو نکاح ہو گیا ورنہ نکاح نہین ہوا فی الدر المختار وھو ای الولی شرط صحۃ نکاح صغیر الخ وفیہ فان استاذنھا غیر الاقرب کاجنبی او ولی بعید فلا عبرۃ لسکوتھا بل لابد من القول کالثیب البالغۃ الیٰ قولہ او ھو فی معناہ کطلب مھرھا وتمکینھا من الوطی اور جس صورت مین نکاح صحیح ہی میراث بھی ملیگی اور جس صورت مین صحیح نہین میراث نہ ملیگی- واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۲۲ھ

کفاءت در میان قریش و انصار

سوال- بہشتی زیور حصہ چہارم ص۱۵ مین انصاری کو کفو شیخ و سید و علوی لکھا ہے فقہاء نے قریش کے بعض قبائل کو آپس مین ایک دوسرے کے لیے کفو لکھا ہی اور قریش کے علاوہ دیگر قبائل کو آپسمین شیخ سید علوی- قریشی ہین کیا انصار بھی قبیلہ قریش سے تھے اگر قریش ہین تو خیر ورنہ مشکل ہے-

الجواب- انصار قریش مین سے تو نہین ہین چنانچہ عالمگیری کی عبارت سے بھی تائید ہوتی ہے غیر القرشی من العرب لا یکون کفوا للقرشی والعرب بعضھم اکفاء لبعض الانصاری والمھاجری فیہ سواء کذا فی فتاوےٰ قاضیخان لیکن باوجود قریشی نہونیکے چونکہ عالمگیری مین قول صحیح اسیکو کہا ہے کہ عرب سب باہم کفو ہین اس لیے قریشی و انصاری کفو سمجھے جائینگے عبارتہ ھکذا والصحیح ان العرب کلھم اکفاء کذا ذکر ابو الیسر فی مبسوطہ کذا فی الکافی اس کے تھوڑی دور آگے یہ جزئیہ ہے قالوا الحسیب کفو للنسیب اور وجہ اُسکی یہ ہی کہ اعتبار کفاءۃ کا دفع عار کے لئے ہے اور مدار عار کا عرف پر ہے اور عرفاً انصاری برابر قریشی کے سمجھا جاتا ہے اور متقدمین کے زمانہ مین مساواۃ نہوگی اس لیے اختلاف زمان سے یہ حکم بدل گیا بہر حال مسئلہ بہشتی زیور کا صحیح ہے-

۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۲ھ

حصول کفو بقدرت مال یا قدرت بر مہر و نفقہ

سوال - بہشتی زیور حصہ چہارم صفحہ ۱۰ سطر ۱ مین لکھا ہی کہ جو مہر معجل دے سکے وہ بڑے بڑے دولتمند کا کفو ہی کیا صرف مہر معجل پر قدرت کافی ہے یا اُس کے ساتھ نان و نفقہ کی قدرت بھی ضرور ہے کتب درسیہ مین نفقہ کی کی قدرت کو بھی شرط لکھا ہے۔

الجواب - مراد یہ معلوم ہوتی ہے کہ کل مہر پر قدرت شرط نہین پس مقصود نفی کرنا ہی اشتراط قدرت مہر مؤجل کی نہ کہ نفقہ کی اس لئے تعارض نہین البتہ اگر صحت نامہ مین بعد لفظ مہر معجل کے لفظ (اور نفقہ) بڑھا دیا جائے تو زیادہ توضیح ہو جائے۔ ۷ رجمادی الاولی ۱۳۲۲ھ

ثبوت بلوغ بحیض از قول زن

سوال - زن ہژدہ سالہ منکوحہ بولایت غیر اب وجد فی الصغر منکر لزوم نکاح می گوید کہ مارا حالا حیض اول آمدہ اعتبار کردہ شود یا نہ وعورات خانہ ومحلہ گواہی دہند کہ حیض او را از چند سال مے آید و سینہ وجسدش ہم فی البدیہہ ہمی نماید کہ از چند سال بالغہ است یا زنے صغیر بران زخم زدہ میگوید کہ مارا دم حیض است و پارچہ خون آلودہ نمودہ مردم شاہد پارچہ دیدہ تحقیق نکردہ گواہی دادند یا خود آن زن گفت کہ مارا حیض مے آید و خون پارچہ کسے گفتہ این زن بدفن قبول کردند۔

الجواب - فی الدر المختار کتاب الحجر فان راھقا فقالا بلغنا صدقا ان لم یکذبھما الظاھر وفی الدر المختار باب العدۃ قالت مضت عدتی والمدۃ تحتملہ وکذبھا الزوج قبل قولھا مع حلفھا وفیہ قبیل فصل الحداد وکذبتہ فی مدۃ تحتملہ لم تسقط نفقتھا ولہ نکاح اختھا عملا بخبرھما بقدر الامکان وفی رد المختار یعمل بخبرھما بقدر الامکان بخبرہ فیما ھو حقہ وحق الشرع وبخبرھا فی حقھا اھ وفی الدر المختار باب الشہادۃ للولادۃ الی قولہ وعیوب النساء فیما لا یطلع علیہ الرجال امرأۃ الخ وفیہ باب الولی زوجھا ابوھا فقالت انا بالغۃ والنکاح لم یصح وقال الاب او الزوج بل ھی صغیرۃ فان القول لھا ان ثبت ان سنھا تسع وکذا الوادعی المراھق بلوغہ ولو برھنا فبینۃ البلوغ اولی وفی رد المحتار واستشکل بعض المحشین تصور البرھان علی البلوغ قلت وھو ممکن بالحبل او الاحبال او سن البلوغ او رویۃ الدم او المنی کما فی الشہادۃ علی الزنا وفی رد المحتار بعد قول الدر ھنا قالت عند القاضی او الشھود ادرکت الان وفسخت فانہ یصح کما یاتی بیانہ۔ از مجموعہ روایات بوضوح پیوست کہ در بلوغ قول زن معتبر است ہرگاہ صدقش محتمل باشد و وقت اختلاف او را حلف دادہ شود البتہ اگر بینہ شرعیہ بر کذبش قائم شود قول بینہ معتبر باشد و بینہ دو مرد یا یک مرد و دو زن باشد زیرا کہ اطلاع بر دم حیض بر طریقے کہ زنان را ممکن است مردان را نیز ممکن و قول امام صاحب در اکثر بلوغ ہجدہ سال است پس بناء علی ہذہ

بالروایات این ہجدہ سالہ وخورد سالہ را تصدیق کردہ شود بشرطیکہ کم از نہ سال نباشد فقط واللہ تعالےٰ اعلم

۹ جمادی الاخری ۱۳۲۲ھ

سوال - در مختار باب الرجعۃ مین ہے ولو خافت ان لا یطلقہا تقول زوجتك نفسی علی ان امری بیدی اب اگر کوئی شخص اپنی لڑکی بکر بالغہ کا نکاح اسطور سے کرنا چاہے تو کس طور سے کرے آیا باپ لڑکی سے یون اجازت لے کہ مین تیرا نکاح اس شرط پر کرتا ہون کہ امر طلاق میرے ہاتھ مین رہے اور وہ لڑکی اُسکو سنکر سکوت کرے پھر یہ شخص اس شرط کے ساتھ اُس کا عقد کردے تو لڑکی کو اختیار رہے گا یا نہین یا باپ کو اختیار رہے گا یا لڑکی باپ سے اپنی زبان سے کہے کہ میرا نکاح اس شرط سے کردو اور پھر باپ اس شرط سے کردے یا کوئی اور صورت اس امر کے واسطے تحریر فرمائین غرض جہانتک ہوسکے لڑکی کے کلام کی کم ضرورت ہو۔

الجواب - فی در المختار باب تفویض الطلاق مشافہتہ او اخبارا فی رد المحتار قولہ مشافہتہ ای فی الحاضرۃ او اخبارا فی الغائبۃ اھ قلت دل علی ان التفویض یجوز للحاضرۃ والغائبۃ وفی رد المحتار باب الامر بالید تحت قولہ وینبغی الخ لانہ یصح ان یجعل الامر بید اجنبی وانکانت بالغۃ الی قولہ قلت علی انہ اذا جعل امرہا بیدہا یکون فی معنی التعلیق علی اختیارہا نفسہا فلا یصح من ابیہا ولو کانت صغیرۃ وکذا لو جعلہ بید ابیہا لا یصح منہا ولو کانت کبیرۃ لعدم وجود المعلق علیہ اھ قلت دل علی امرین احدہما ان التفویض یجوز لغیر الزوجۃ والثانی ان من فوض الیہ یکون الامر بیدہ لا بید غیرہ ودل ایضا علی ان صحۃ التفویض لا یتوقف علی اذن المرأۃ وفی الدر المختار باب تفویض الطلاق لا تطلق بعدہ ای المجلس الا اذا زاد متی شئت الخ قلت دل علی ان بقاء الاختیار بعد المجلس لا یکون الا بدلیل العموم وفی الدر المختار قبیل فصل المشیتہ نکحہا علی ان امرہا بیدہا صح فی رد المحتار قولہ صح مقید بما اذا ابتدأت المرأۃ فقالت زوجت نفسی منك علی ان امری بیدی اطلق نفسی کلما ارید او علی انی طالق فقال الزوج قبلت اما لو بدأ الزوج لا تطلق ولا یصیر الامر بیدہا کما فی البحر عن الخلاصۃ والبزازیۃ وفی رد المحتار تحت قول الدر المختار المذکور فی السوال ہکذا قولہ وتمامہ فی العمادیۃ حیث قال ولو قال لہا تزوجتك علی ان امرك بیدك فقبلت جاز النکاح ولغا الشرط لان الامر انما یصح فی الملك او مضافا الیہ ولم یوجد واحد منہما بخلاف ما مر فان الامر صار بیدہا مقارنۃ لصیرورتہا منکوحۃ اھ نہر وقدمناہ قبل فصل المشیۃ والحاصل ان الشرط صحیح اذا ابتدأت المرأۃ لا اذا ابتدأ الرجل

ولکن الفرق خفی نعم یظہر علی القول بان الزوج ہو الموجب تقدم او تاخر والمرأۃ ہی القابلۃ کذلک تامل اھ
قلت دل صریحا علی ان صحۃ اشتراط التفویض فی النکاح مقید بما اذا ابتدئ من الزوجۃ - بالجملہ سب روایات
کے مقتضا سے ثابت ہوا کہ صورت مسئولہ مین اگر لڑکی کا باپ پہلے کہے کہ مین اپنی لڑکی کا تیرے ساتھ اس
شرط سے نکاح کرتا ہون کہ امر اُس کا میرے ہاتھ مین ہو یا اُس لڑکی کے ہاتھ مین ہو کہ جب چاہون یا جب
چاہے طلاق دیدون یا طلاق لیلے اور زوج کہے مین نے قبول کیا نکاح بھی ہو جاویگا اور امر بالید بھی ثابت
ہو جائے گا اگر باپ کے ہاتھ مین اختیار دیا ہے وہ مختار ہوگا لڑکی نہ ہوگی اور اگر لڑکی کے ہاتھ مین اختیار دیا ہو
وہ مختار ہوگی باپ نہوگا اور اس اختیار کی شرط ٹھہرانے مین باپ کو لڑکی سے پوچھنے کی حاجت نہین فقط
۲۳ جمادی الاخری سنہ ۱۳۲۲ھ

سوال - ایک عورت عاقلہ و بالغہ مسلمان ہوئی ہے اور نکاح کیا چاہتی ہے اور اُس کا زوج حاضر نہین ہے
اور نہ اُسکا کچھ پتہ و نشان ہے کہ عرض اسلام کیا جائے اس صورت مین اسکا نکاح درست ہے یا نہین بعد
اسلام اگر انتظار ضروری ہے تو کس قدر انتظار ہونا چاہیے بعد انتظار تو اُسکا کچھ حق نرہے گا یعنی اُسکے زوج کا -

الجواب - اگر اُس کو حیض آتا ہے تو بعد اسلام کے تین حیض آنیکا انتظار کرنا چاہیے اور اگر حاملہ ہے تو وضع حمل
کا انتظار چاہیے اور اگر نہ ذات حیض ہے اور نہ حاملہ تو تین ماہ گذرنے دینا چاہیے اس کے بعد نکاح اُسکا درست[1]
ہے - فی الدر المختار باب نکاح الکافر ولو اسلم احدہما ثمہ ای فی دار الحرب لم تبن حتی تحیض ثلاثا او تمضی ثلثۃ
اشہر قبل اسلام الآخر وفی رد المحتار قولہ او تمضی ثلثۃ اشہر ای ان کانت لا تحیض لصغر او کبر کما فی البحر و
حاملا فحتی تضع حملہا ح عن القہستانی لیکن اگر اس مدت کے گذرنے کے قبل اتفاقاً پہلا زوج مسلمان
ہو جائے تو پھر دوسرا نکاح درست نہین اُسی سے نکاح باقی ہو لما مر من الدر المختار من قولہ قبل اسلام الآخر
فی رد المحتار قولہ لم تبن حتے تحیض الخ افاد بتوقف البینونۃ علی الحیض ان الآخر لو اسلم قبل انقضائہا فلا بینونۃ
واللہ تعالی اعلم ۶ رجب سنہ ۱۳۲۲ھ

سوال - ایک شخص نے ہندہ سے اول عقد کیا بعد عرصہ کے اُسکی حقیقی بہن سے نکاح کیا تو یہ نکاح جائز
ہوا یا نہین اور اگر درست ہو گیا تو فسخ نکاح کیونکر ہو یا دونون کو طلاق دے یا صرف دوسری کو مہر وغیرہ ادا کرکے
طلاق دیدے اور زوجہ سابقہ اُسکی بدستور زوجہ بنی رہیگی یا اُسکو بھی طلاق دینا واجب ہے تا عدت سکنی نفقہ

[1] اسکی اور زیادہ تفصیل بیان ہے آٹھ نو مسلون کے بعد جو اُس مسئلے کی یہ سرخی ہو - عدت نو مسلمہ بعد اسلام ۱۲ منہ -

بھی دینا پڑے گا یا نہیں۔

الجواب - فی الدر المختار ویجب مہر المثل فی نکاح فاسد وھو الذی فقد شرطا من شرائط الصحۃ کشہود بالوطی ولم یزد علی المسمی لرضاھا بالحط ولو کان دون المسمی لزم مہر المثل لفساد التسمیۃ بفساد العقد ولو لم یسم او جھل لزم بالغاما بلغ ویثبت لکل واحد منھما فسخہ وتجب العدۃ من وقت التفریق او متارکۃ الزوج فی رد المحتار عن البزازیۃ المتارکۃ فی الفاسد بعد الدخول لا تکون الا بالقول کخلیت سبیلک او ترکتک (ج ۲ ص۵۷۴ الی ص۵۷۶ باب المہر) وفی رد المحتار عن البحر انہ قدم فی النکاح الفاسد من باب المہر ان المراد بھذہ العدۃ عدۃ المتارکۃ فلا عدۃ علیہا بموتہ الا بالحیض بعد الدخول وانہ لاحداد ولا نفقۃ فیہا وانہ تحرم علیہ امرأتہ لو تزوج اختہا فاسدا الی انقضاء العدۃ اھ (صفحہ ۱۰۰۷ جلد ثانی باب العدۃ) ان روایات سے یہ امور معلوم ہوئے ع۱ یہ نکاح جائز نہیں ہوا ع۲ طلاق دینے کی ضرورت نہیں بلکہ اگر دخول نہیں ہوا صرف جدا ہوجانا کافی ہے اور اگر دخول ہوگیا تو مرد زبان سے کہدے کہ میں نے اس کو علیحدہ کردیا ع۳ اگر صحبت ہوئی تو مہر مثل واجب ہوگا کہ مقدار میں مہر مقرر سے زائد نہو اور اگر صحبت نہیں ہوئی تو مہر واجب نہ ہوگا ع۴ اگر دخول ہوا تو عدت واجب ہوگی ورنہ نہیں ع۵ اس عدت میں نفقہ سکنی واجب نہوگا ع۶ جب تک یہ عدت نگذر جائے اپنی زوجہ سے صحبت درست نہیں ع۷ زوجہ نکاح سے خارج نہوگی نہ اس کو طلاق دینا واجب ہے، واللہ اعلم۔ ۲۰ رمضان ۱۳۲۲ھ

سوال - زید کا ایک رشتہ ایک جگہ ہوا ہے زید ایک روز چانولوں کا نمونہ باہر سے گھر لے گیا اور اپنے خسر صاحب کو چانول اپنے ہی ہاتھ میں لئے دکھا رہا تھا اتنے میں زید کی خوشدامن بھی آگئی اُسنے بھی چانول زید ہی کے ہاتھ میں سے اُٹھا کر دیکھے بس تو زید کے دل میں کچھ ذرا وسوسہ سا پیدا ہوا تھا اور شہوت وغیرہ کچھ نہیں تھی تو یہ لمس میں داخل ہو کر کچھ شرعی حد تو قائم نہیں ہوئی یعنی زید کا نکاح جو اُس خوشدامن کی دختر سے ہوگا اُس میں کچھ فرق تو نہیں ہے۔

الجواب - فی الدر المختار والعبرۃ للشہوۃ عند المس والنظر لا بعدھما وحدھا فیھما تحرک آلتہ او زیادتہ یفتی وفی امرأۃ وشیخ کبیر تحرک قلبہ او زیادۃ فی رد المحتار قال فی الفتح ثم ھذا الحد فی حق الشاب اما الشیخ والعنین فحدھما تحرک قلبہ او زیادتہ لو کان متحرکا لا مجرد میلان النفس فانہ یوجد فیمن لا شہوۃ لہ اصلا کالشیخ الفانی ثم قال ولم یحدوا الحد المحرم منہا ای من المرأۃ واقلہ تحرک القلب علی وجہ یشوش الخاطر اھ وفی الدر المختار واصل

الممسوسۃ بشہوۃ واصل ماستہ وفروعہن فی رد المحتار قولہ واصل ماستہ ای بشہوۃ قال فی الفتح وثبوت الحرمۃ بلمسہا مشروط بان یصدقہا و یقع فی اکبر رایہ صدقہا۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ زید کی تندرستی اگر ایسی ہے کہ شہوت کے وقت اس کا آلہ منتشر ہوتا ہے تو وقت مس کے انتشار آلہ اگر ہوا ہی تو اس کو شہوت کہا جائے گا اور اگر انتشار نہیں ہوا تو شہوت نہ کہا جائے گا اور اگر اس کی تندرستی ایسی نہیں ہو تو اگر قلب کو ایسی حرکت ہوئی کہ طبیعت مشوش ہوگئی تو شہوت کہیں گے ورنہ نہیں کہینگے یہ تو زید میں حد شہوت ہی اسیطرح اگر اس خوشدامن کو مس کے وقت قلب میں حرکت ہوگی تو اُس کی شہوت ثابت ہوگی غرض زید یا خوشدامن انمیں سے کسیکے اندر بھی شہوت پائی گئی تو لڑکی حرام ہوگئی ورنہ حلال ہوگی اور خوشدامن کا حال اُسکے بیان سے معلوم ہو سکتا ہی اگر کسی قرینہ سے اس کا شبہہ ہو تو دریافت کرنا ضرور ہے ورنہ کچھ حاجت نہیں واللہ اعلم۔ ۲ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

نکاح سنیہ

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ سُنّی المذہب عورت بالغہ کا نکاح زید شیعی مذہب کے ساتھ برضائے شرعی باپ کی تولیت میں ہوگیا اس نکاح کو عرصہ گذر گیا یہاں تک کہ ہندہ کے بطن سے زید کی اولاد بھی ہوئی اب ہندہ کو یہ بات معلوم ہوئی کہ شیعہ سبّیہ کافر ہیں اس لئے نکاح کا انعقاد نہیں ہوتا اور جماع بحکم زنا ہوتا ہے پس ہندہ اُسی علم کے وقت سے مباشرت سے محترزہ ہے اور چاہتی ہے کہ نکاح فیما بین الزوجین فسخ ہو جائے علماء شریعت غرا سے دریافت طلب یہ امر ہے کہ سنی و شیعہ کا یہ تفرق مذہب نکاح جیسا کہ ہندوستان میں شائع ہی عند الشرع صحیح ہوتا ہے یا نہیں اور عورت بوجہ جہالت مسئلہ یا شیعی مرد کے تقیۃً اپنے آپکو سنی ظاہر کرنے کی بناء پر اگر شیعہ کے نکاح میں چلی جائے تو مسئلہ سے واقف ہونے یا خاوند شیعہ کے خیالات تشیع اور تبرا اور سب الشیخین علے الاعلان ظاہر ہونے پر اپنے نفس کو اُس کی زوجیت سے نکالنے کی مجاز ہی یا نہیں نیز اسی حالت میں پیدا ہونے والی اولاد پر کیا حکم لگایا جائیگا۔

الجواب۔ فی الدر المختار وتعتبر الکفاءۃ دیانۃ ای تقوی فلیس فاسق کفو الصالحۃ الخ وفیہ لو زوجوہا برضاہا ولم یعلموا بعدم الکفاءۃ ثم علموا لاخیار لاحد الا اذا شرطوا الکفاءۃ او اخبرہم بہا وقت العقد فزوجوہا علی ذلک ثم ظہر انہ غیر کفو کان لہم الخیار ولو الجبیۃ فلیحفظ۔ روایت اولی کی بناء پر یہ نکاح غیر کفو سے ہوا ولم یثبت کون النسب کفرا اور روایت ثانیہ کی بناء پر جب زوجہ اور اولیاء دونوں نکاح غیر کفو پر رضامند ہوں نکاح لازم ہو جاتا ہی اور غیر کفو ہونے کا علم نہو جب بھی نکاح ہو جاتا ہے البتہ اگر تصریحاً کفاءۃ شرط ٹھہری تھی یا زوج نے زبان

سے تصریحاً خبر دی تھی کہ مین سُنی ہون اس صورت مین یہ نکاح باوجود انعقاد کے لازم نہین ہوا لکن لا بد للفسخ من وجود قاضی شرعی اور باقی سب صورتون مین حق فسخ نہین ہے اور چونکہ نکاح منعقد ہوگیا لہٰذا اولاد سب ثابت النسب اور صحبت حلال ہے۔ واللہ اعلم ۲۹ صفر ۱۳۲۳ھ

ایضاً

سوال۔ ایک نابالغہ لڑکی کا نکاح غیر کفو مین مان نے کردیا کیونکہ باپ بھائی چچا وغیرہ کوئی رشتہ دار نہین ہے ابھی لڑکی بالغ نہین ہوئی مگر معلوم ہوا کہ لڑکا جس کے ساتھ نکاح کیا گیا ہے نہایت آوارہ بدچلن اور شیعہ مذہب ہے اس نکاح کو لڑکی کے جوان ہونے پر اجازت دینے پر موقوف کہین گے یا ولی نہونے کی وجہ سے غیر کفو آوارہ ہونے کی وجہ سے باطل و کالعدم یا سنّی شیعہ کے تفرقہ کی وجہ سے نکاح کا انعقاد ہی نہوگا اگر شق ثالث ہے تو کیا مطلق شیعہ کا سنّی سے نکاح نہین ہوسکتا خواہ تفضیلیہ ہو یا سبّیہ یا غالیہ۔ حالانکہ تفضیلیہ پر کفر کا فتوی نہین اور سبّیہ کی تکفیر بھی مختلف فیہ ہے اور نیز ممکن ہے کہ مرد اپنا نکاح قائم رکھنے کی وجہ سے تقیۃً اپنے آپکو سنّی یا کم سے کم شیعہ تفضیلیہ بتائے (یہ صورت واقع ہوئی ہے خاوند نہایت ظالم اور اُن یتیم بچیون کو مارتا پیٹتا ہے جن کی مان نے دھوکا کھا کر اُس کے نکاح مین دیدیا مان مفارقت چاہتی ہے اور خاوند ضد پر کمربستہ)۔

الجواب۔ فی الدر المختار وان کان المزوج غیرھما ای غیر الاب وابیہ ولو الام او القاضی الی قولہ لا یصح النکاح من غیر کفو او بغبن فاحش اصلا وان کان من کفو وبمہر المثل صح لکن لھما خیار الفسخ الی قولہ یشترط القضاء للفسخ وفیہ ایضا فی باب الکفاءۃ وتعتبر فی العرب والعجم دیانۃ ای تقوی فلیس فاسق کفوا لصالحۃ او فاسقۃ بنت صالح معلنا کان او لا علی الظاھر بحر روایت اولی سے معلوم ہوا کہ مان اگر غیر کفو سے نکاح کردے نکاح منعقد نہین ہوتا اور روایت ثانیہ سے معلوم ہوا کہ شیعی بوجہ فسق اعتقادی کے کفو سنیۃ کا نہین لہٰذا یہ نکاح منعقد نہین ہوا وفی ما انعقد یحتاج الی قضاء القاضی وھو من لہ ولایۃ ولا ولایۃ للعلماء فھم لیسوا بقضاۃ وکذا لا ولایۃ للاجنبی الذی لیس من الاقسام المدونۃ للعصبۃ کما ھو مبسوط فی کتب الفقہ فافھم ۲۷ محرم ۱۳۲۳ھ

عدم صحت نکاح بخواندن صیغہ ایجاب بطور نقل

سوال۔ کیا فرماتے ہین علماء دین اس مسئلہ مین کہ زید نے مسماۃ ہندہ بالغہ ثیبہ سے دو شخصون کے سامنے اولاً خطبۂ نکاح پڑھوایا بعدہ ایک کاغذ ہندہ کے سامنے رکھدیا اور اُسمین یہ لکھا تھا کہ یا زید زوجت نفسی منک علی ما أتی درھم اور کہا کہ اسکو بلند آواز سے تین بار پڑھ چنانچہ ہندہ نے بلند آواز سے اُس کو پڑھا اور زید نے قبلت کہا اور اُن دونون شخصون نے سُنا اور ہندہ اور وہ دونون شخص اس کو نہین جانتے ہین کہ زوجت نفسی منک سے

عقد نکاح منعقد ہوتا ہے پس اس صورت مین بموجب قول صاحب شرح وقایہ کے کہ زوجینی فقال زوجت وان لم
یعلما معناہ وایضا سامعین معا لفظہما وبموجب حدیث شریف جدہا جد وہزلہا جد کے عقد نکاح منعقد ہوگیا یا نہین

الجواب۔ سوال مجمل ہے لیکن ظاہرا معلوم ہوتا ہے کہ عورت نے جو کاغذ لکھا ہوا پڑھ دیا نہ تو اُس کو خطاب
کرنا مقصود ہی اور نہ اُس کو یہ معلوم ہے کہ اس سے نکاح ہوجاتا ہے اور گواہون کا اس امر کو نہ جاننا خود سوال
مین مصرح ہے پس خطاب نہونے سے تو وہ انشا ہی نہین صرف حکایت ہی ایک عبارت کی اس طور پر تو اگر
ایسے الفاظ بھی کہین جس کے معنے جانتے ہوتے تب بھی نکاح نہوتا نہ قضاءً نہ دیانۃً جیسا کہ ظاہر ہی اور اسی
طرح اس لفظ کا مفید نکاح ہونا جب معلوم نہو تو بھی بعض علماء کے نزدیک نکاح بالکل نہین ہوتا اور شرح
وقایہ وغیرہ کی عبارۃ کا مطلب یہ ہے کہ اُس کے معنی مفصل و مفسر معلوم نہون نہ یہ کہ اس کا مفید نکاح ہونا بھی
معلوم نہو اور بعض نے جو نکاح اس صورت عدم علم افادہ نکاح مین جائز کہا ہے تو صرف قضاءً نہ دیانۃً اور یہان
ضرورت ہے صحت دیانۃً کی ورنہ وہ اُس شخص پر حرام رہے گی گو قاضی تفریق پر جبر نکرے اسی طرح شہود کا
اتنا سمجھنا کہ یہ مفید نکاح ہی علی الراجح شرط ہے یہان یہ بھی مفقود ہی بہر حال یہ نکاح اصلاً صحیح نہین ہوا ہرگز ہرگز
اسکو حلال سمجھنے کی جرات نکیجائے اور جو شخص ایسے حیلے کرنا چاہے وہ شخص قابل تعزیر ہے اور قابل احتراز
و ترک ملاقات کیونکہ اس سے ڈر ہے کہ باب اضلال کسی وقت اس سے مفتوح ہو نعوذ باللہ تعالی من شر
کل غوی مغوی فی رد المحتار تحت قول الدر المختار ولا یشترط لکن قید فی الدر عدم الاشتراط بما اذا علما ان
ھذا اللفظ ینعقد بہ النکاح ای وان لم یعلما حقیقۃ معناہ قال فی الفتح لو لقنت المرأۃ زوجت نفسی بالعربیۃ
ولا تعلم معناہ وقبل الی قولہ وقیل لا کالبیع کذا فی الخلاصۃ وبعدہ بسطرین واقعۃ فی الحکم الی قولہ ینبغی
ان یکون النکاح کذلک وفی الدر المختار شاہدین الی قولہ فاہمین انہ نکاح علی المذہب بحر ونقل تصحیحہ
صاحب رد المحتار عن التبیین والجوہرۃ والظہیریۃ والخانیۃ الی قولہ ویحمل القول بالاشتراط علی اشتراط فہم انہ
عقد نکاح والقول بعدمہ علی عدم اشتراط فہم معانی الالفاظ بعد فہم ان المراد عقد النکاح۔ اور ہزل سے یہ مراد
نہین بلکہ معنی یہ ہین کہ علم معنے و قصد تکلم تو ہی لیکن ترتب اثر کا قصد نہین اسکو ہزل کہتے ہین۔ واللہ اعلم ۱۰ رمضان ۱۳۲۳ھ

تفصیل سوال سابق۔ ہندہ بیوہ بالغہ ہے اسکے کوئی اولاد نہین ہے بلکہ خلوت تک شوہر اول
سے نہین ہوئی خود نمازی ہے اور قرآن شریف بھی پڑھی ہے اس کا باپ بے نمازی ہے بلکہ تارک بیا کرتا ہی اور
نکاح ثانی کر دینے کو نہایت معیوب سمجھتا ہی اور کہتا ہی کہ ثانی نکاح کرنا رذیلون کا کام ہی اور جو اُس سے اسبارہ مین

تفصیل سوال سابق

گفتگو کرتا ہے اُس سے آمادہ جنگ ہوجاتا ہی ہندہ زید کے گھر آیا جایا کرتی ہے پس زید نے ایک روز دو شخصون کے سامنے اُس سے خطبہ نکاح پڑھوایا بعد اُسکے ایک کاغذ سامنے رکھدیا جس مین لکھا تھا کہ یا زید زوجت نفسی منک علی مأتی درہم اور ہندہ سے کہا تو اسکو بلند آواز سے تین بار پڑھ چنانچہ ہندہ نے ویسا ہی کیا اور خود قبلت کہا اور بعد کچھ دن کے ہندہ کے سامنے زید نے وہی خطبہ مذکور جو پڑھوایا تھا رکھدیا اور کہا کہ اسکو تمنے فلان روز پڑھا تھا اُس نے کہا کہ ہان پھر وہی کاغذ مذکور رکھدیا اور کہا کہ اسکو بھی تمنے پڑھا تھا اُسنے کہا کہ ہان پھر زید نے اُس سے یہ کہا کہ یا زید زوجت منک نفسی کے یہ معنی ہین کہ ای زید مین نے تجھسے نکاح کرلیا پس تو میری عورت ہوگئی اور مین تیرا شوہر ہوگیا ہندہ اسپر ساکت ہوگئی اور کچھ جواب زید کو نہین دیا اور جسطرح اول زید کے گھر آیا جایا کرتی تھی اُسی طرح اب بھی آتی جاتی ہے زید آدمی محتاط ہی فاسق اور فاجر نہین ہی پس نکاح منعقد ہوا یا نہین اور زید اسکا اعلان کرسکتا ہی یا نہین کہ ہمارا نکاح ہندہ کے ساتھ ہوا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب۔ ساکت ہونے سے صحت نکاح لازم نہین آتی اور اگر زید اسکو رضا سمجھتا ہی تو گویا وہ عورت نکاح پر راضی ہی تو پھر اس حیلہ سے کیا فائدہ جس کا موجب نکاح نہ ہونا ثابت کردیا گیا ہی جب وہ راضی ہے تو اُس نے صاف طور گفتگو کرکے اب نکاح کرلیا جائے جہالت کی رسم خوب موقوف ہوجائے گی اور حیلہ مخترعہ مین اول تو نکاح نہ ہونا ثابت ہی پھر اُس سے رسم جہالت کی کیا موقوف ہوگی اُس جہالت سے بڑھکر دوسری جہالت یعنی مکر و فریب کا رواج ہوگا پھر جب اُس عورت کا باپ ایسا ہی تو لامحالہ وہ فساد ہر طرح کریگا خواہ حیلہ سے نکاح ہو یا صاف طور پر ہو پھر حیلہ کرنے مین کیا نفع ہی جب زید ایسا محتاط ہی تو افسوس ہی اتنی بڑی بے احتیاطی کے حیلہ سے منتفع ہونا چاہتا ہی لہذا میری وہی تحقیق ہی جو پہلے لکھ چکا کہ یہ نکاح درست نہین ہوا زید کو واجب ہے کہ ہندہ کو آمد و رفت سے روک دے ورنہ اندیشہ معصیت کا ہی فقط واللہ تعالی اعلم اتم ۲۸ رمضان ۱۳۲۳ھ

سوال۔ کیا فرماتے ہین علماء دین اس امر مین کہ اس ملک مین چند برس سے یہ رواج ہوگیا کہ مثلاً زید غریب ہے اپنی دختر کے نکاح مین کچھ خرچ کر نہین سکتا ہی جو رواج ہے ملک کے موافق اپنے محلہ دارون کو کچھ پان و شربت وغیرہ خورد و نوش مین جو خرچ پڑتا ہی اور وہ بیچارہ اپنی دختر کو اس خرچ کی وجہ سے شادی نہین دے سکتا تو کیا کرتا ہی کہ مثلاً دسوین شعبان کو اپنے چند رشتہ دار اور نوشہ کے چند اقربا و رشتہ کے بھی باہم جمع ہوکر نکاح کی تاریخ بیسوین شعبان کو مقرر کرتے ہین اور زیورات چاندی و سونے کے اور کپڑا و مہر معجل و غیر معجل غیرہا سب کے سب فیصلہ توثیق کے ساتھ کرلیتے ہین اور جو روپیہ مہر کی عوض ہوگا نصف معجل و نصف غیر معجل سب بات کا اُس وقت وتین

جواب سوال المفصل

تاریخ مذکور بندوبست عہد و پیمان سے ہوجاتا ہے تو آخری وقت اُس دسوین تاریخ جلسہ والے لڑکی کے باپ
کے نوشہ کی طرف کے آدمیون سے کہتے ہین کہ جو نصف مہر معجل نقد بیسوین تاریخ بوقت عقد نکاح آپ لوگ دینگے
وہ روپیہ اگر آج ساتھ ہو تو دیدیجئے یا کہ چار پانچ روز کے اندر دیدیجئے تاکہ مین اُسی روپیہ سے کچھ رواج کے
موافق حسب حیثیت خود تیار کرون غرض کچھ عہد و توثیق کروا کے جس سے شادی ہونے کا اطمینان و تسکین
ہوجائے کر کے تاریخ عقد مقررہ کے قبل وہ روپیہ دیدیتے ہین اس شرط پر اگر خدانخواستہ کچھ فتنہ و فساد کی وجہ
سے نکاح نہین بھی ہوا تو روپیہ واپس دیا جائے گا اور بعضے لوگ عقد کے روز بھی اپنی لڑکی کا مہر معجل وصول
کر لیتے ہین تو ان صورتون مین اول یہ کہ دختر باکرہ بالغہ ہو یا نابالغہ اگر اپنے والد ماجد یا قاضی کو منع نکرے تو باپ
دادا قاضی کو لیکر لڑکی مذکورہ کی شادی مین یا اپنے تصرف مین کرین تو یہ جائز ہے یا نہ بر تقدیر اول بعد تصرف کے
پھر واجب الادا ہے یا نہ دوم اگر دختر بالغہ مانع ہو تو اگر باپ تصرف کرے تو کیا حکم ہو اور لڑکی کسی صورت مین وصول
کر سکتی ہو یا نہ سوم پہلے عقد کے جیسا بیان ہوا لینا جائز ہے یا نہ اور بعد عقد کے مہر لینا کیسا ہو اور اسی روپیہ سے
اگر آدمیونکو کھانا کھلاوے تو کھانا کیسا ہے اور اگر قرض حسنہ کے طور پر اپنی لڑکی سے لیکر کھلاوے تو کھانا کیسا ہو اور ولی مثل برادر و برادر عم وغیرہ بھی یہ
لوگ کیا لے سکتے ہین مگر اپنے تصرف مین کرے تو جائز ہو یا نہ اور اُسی طور پر محلہ دارون کو قرض اُس سے لیکر کھلانا جائز ہے یا نہ بینوا توجروا

الجواب - فی الدر المختار خطب بنت رجل وبعث الیہا اشیاء ولم یزوجہا ابوہا فما بعث للمہر یسترد عینہ او قیمتہ
ہالکا وفیہ اخذ اہل المرأۃ شیئا عند التسلیم فللزوج ان یسترده لانہ رشوۃ وفی رد المحتار الحظر والاباحۃ واما دعوۃ
تقصد بہا التطاول او انشاء الحمد وما اشبہہ فلا ینبغی اجابتہا الخ ان روایتون سے معلوم ہوا کہ جو کچھ لیا جاتا
ہو اگر وہ مہر مین سے نہین تب تو رشوت اور حرام ہے اُس کا کھانا کھلانا سب ناجائز ہے اور زوج کو اُس کے
استرداد کا حق ہے اور اگر وہ مہر مین لیا گیا ہو تو اگر وہ دختر صغیرہ ہو تو اُس کی ملک مین تصرف کرنا گو اُس کے اذن
سے ہو حرام ہے اُس کا کھانا کھلانا بھی ناجائز ہے اور اگر وہ بالغہ ہے سو اگر اُسکے بلا اذن ہے تب بھی یہی حکم ہو
مگر نابالغہ تو اُسکا مطالبہ باپ سے کرے گی اور بالغہ اسکا مطالبہ زوج سے کریگی اور اگر اُسکے اذن سے ہو تو اگر وہ
اذن محض ظاہری ہے طیب خاطر سے نہین ہو تب قضاءً مطالبہ تو کسی سے نہین کر سکتی لیکن یہ تصرف حرام ہو اور
کھانا کھلانا سب ناجائز اور اگر بطور فرض محال عادی طیب خاطر سے ہو تو بوجہ اس کے کہ ایسے مواقع پر اکثر قصد تفاخر
و ناموری کا ہوتا ہے پھر بھی کھانا کھلانا سب ممنوع ہو البتہ اگر یہ خرابی بھی نہ ہوتی تو اس اخیر صورت مین جائز ہوجاتا۔
واللہ تعالی اعلم ۱۶ رمضان ۱۳۲۲ھ

تعلیق طلاق بلفظ نکاح باطل ہو او تفصیل صورت تعلیق کی

سوال - ایک شخص نے اپنا نکاح اس شرط پر کیا کہ اگر مین کبھی بے رائے اپنی بی بی یا خسر کے چلا جاؤن تو
نکاح باطل ہو ایک بار ایسا بھی ہوا کہ ایک روز کے واسطے اپنے خسر و بی بی سے اجازت لیکر مکان پر چلا گیا بعد
پندرہ روز کے آیا اور ایک مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ اپنے خسر یعنی بی بی کے والد سے کہا کہ آپ کی مرضی ہو تو مین
اپنی بی بی کو لیکر علحدہ رہون یہین یا اپنے مکان پر لیجاؤن اس پر نہ اُس کی بی بی اور نہ اُس کا خسر راضی ہوا
کچھ شخصون نے اُس کے خسر کو سمجھایا مگر جب بھی راضی نہین ہوا جو لوگ کہ سمجھانے آئے تھے کہا تمھاری بی بی
ہے جسطرح سے چاہو لے جاؤ بہر کیف اُس شخص نے اپنی بی بی کو بلا رضامندی اپنے خسر اور اپنی بی بی کے کھینچ کر
اُٹھا کر زبردستی لے گیا اور کچھ روز سے اپنے مکان پر وہ شخص ہے اور اُسکا مکان چار کوس کے قریب پر ہے آیا یہ نکاح
باطل ہوا یا نہین اور نکاح کے وقت جو شرط لکھی گئی تھی اُسکی نقل یہ ہے - بنام فلان ولد فلان از طرف فلان کے
ہم نے فلان صاحب کی لڑکی مسماۃ فلان سے نکاح کر لیا ہے اگر بے رائے زوجہ یا خسر صاحب کے ہم چلے جائین تو
نکاح باطل ہو جائے اگر چلے جائین تو مہر دین اور از طرف خسر کے یہ ہے کہ بعد ہمارے کل کا اختیار مسماۃ فلان
(یعنی دختر) کا ہے اور فلان فلان گواہ شرط کے وقت ہین -

الجواب - الروایۃ الاولی فی الدر مختار باب الصریح ومن الالفاظ المستعملۃ الطلاق یلزمنی والحرام یلزمنی
وعلی الطلاق وعلی الحرام فیقع بلا نیۃ للعرف الروایۃ الثانیۃ فی رد المحتار باب الکنایات ما نصہ سیاتی وقوع البائن
بہ ای بقولہ حرام بلا نیۃ فی زماننا للتعارف الی اخر ما قال واطال وختمہ علی قولہ وکونہ التحق بالصریح للعرف لا ینافی
وقوع البائن بہ فان الصریح قد یقع بہ کتطلیقۃ شدیدۃ ونحوہ کما ان بعض الکنایات قد یقع بہ الرجعی مثل اعتدی
واستبرئی رحمک وانت واحدۃ والحاصل انہ لما تعورف بہ الطلاق صار معناہ تحریم الزوجۃ وتحریمہا لا یکون
الا بالبائن الروایۃ الثالثۃ فی در المختار التعلیق شرطہ الملک کقولہ لمنکوحتہ او معتدتہ ان ذھب فانت طالق او
الاضافۃ الیہ کان نکحت امراۃ او ان نکحتک فانت طالق کما لغا ایقاعہ الطلاق مقارنا لثبوت ملک کانت طالق
مع نکاحک اھ پس شرطنامہ مین جو لفظ باطل لکھا گیا ہے عرف مین اس سے طلاق مفہوم ہوتی ہے اس لئے یہ صیغہ
طلاق کا ہوگا دلت علیہ الروایۃ الاولی اور طلاق مین بھی بائن کو مفید ہوگا دلت علیہ الروایۃ الثانیۃ لیکن چونکہ
یہ طلاق معلق ہے غیر نکاح کے ساتھ اور اس صورت مین نکاح کے بعد تعلیق مؤثر ہو سکتی ہے دلت علیہ الروایۃ
الثالثۃ اور کاغذ لکھنا یا اُسکا حوالہ کرنا بمنزلہ تکلم بالطلاق کے ہے اس لئے دیکھنا چاہیے کہ کاغذ کب لکھا اور کب دیا
اگر نکاح کے بعد لکھا ہے تو حکم یہ ہے کہ بلا اجازت چلے جانے سے طلاق بائن واقع ہو جائے گی اور اگر لکھا تو ہو نکاح

سے پہلے لیکن دیا ہے نکاح کے بعد تو بھی یہی حکم ہے کہ طلاق بائن ہو جائے گی اور اگر نکاح کے قبل دیدیا ہے تو اس کا کوئی اثر نہ ہوگا اور اصلا طلاق نہ پڑے گی اور اگر بالکل لفظ قبول کے ساتھ ہی دیا ہو گو عادۃً یہ مستبعد ہو تب بھی طلاق واقع نہ ہوگی روایت ثالثہ اس پر بھی دال ہے خلاصہ جواب یہ کہ اگر یہ کاغذ نکاح کے بعد لکھا ہو یا نکاح کے بعد دیا ہے تب تو طلاق بائن ہوگئی اور اگر نکاح کے قبل دیدیا ہے یا معاً دیا ہے تب طلاق نہ ہوگی فقط واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ

عدت نکاح بعد اسلام

سوال ہندہ برہمنی مسلمان ہوگئی...... خاں اس سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو کیا عدت ہندو عورت کو پوری کرنا ضروری نہیں۔

الجواب۔ اگر اس کو حیض آتا ہے تو تین حیض اور اگر کسی وجہ سے حیض نہیں آیا تو تین ماہ گذرنے کے بعد شوہر اول کا نکاح اس سے ٹوٹے گا اب اس نکاح ٹوٹنے کے بعد پھر بھی عدت ہوگی فی الدر المختار ولو اسلم احدھما ثمہ لم تبن حتی تحیض ثلاثا او تمضی ثلثۃ اشھر قبل اسلام الآخر فی رد المحتار وھل تجب العدۃ بعد مضی ھذہ المدۃ الخ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۲۳ ربیع الاول ۱۳۲۴ھ

اعتبار کفاءت در بعض اقوام عجم و عدم اعتبار نسب مادر در کفاءت

سوال۔ ہندوستان میں جو اقوام پٹھان راجپوت وغیرہ ہیں انکے یہاں سخت عار ہے کہ ایک قوم دوسرے کے یہاں نکاح کرے مثلاً قوم افغان اگر تیلی کتنا ہی امیر ہو کبھی نکاح نہیں کرتا ہے اگر ایسا واقعہ کہیں ہو جاتا ہے تو اسے خاندان سے گرا ہوا سمجھتے ہیں ہاں شہروں میں جہاں کی آبادی گنجان ہے مثل دہلی وغیرہ کے وہاں کے لوگ جتھہ اور برادری کا کچھ خیال نہیں کرتے ہیں اور فقہ کی کتب میں لکھا ہے کہ نسب کا اعتبار سوائے عرب کے اور قوم میں نہیں ہے کیونکہ عجمی ضائع النسب ہیں اب سوال یہ ہے کہ جو قوم عجمی ہیں اپنے نسب پر فخر بمقابلہ دوسری قوم کرتے ہیں اور دوسرے کو اپنا برابر نہیں سمجھتے ہیں بموجب رواج اور عرف ان میں کفاءۃ کا مسئلہ جاری ہوگا اور جو شخص ماں باپ کی جانب سے اشرف ہو اور ایک شخص باپ تو اسکا اچھا ہے اور ماں اونی خاندان کی ہو اگرچہ نسب میں باعتبار باپ کے وہ اچھا شمار ہوگا مگر نجیب الطرفین کا غیر کفو شمار ہوگا یا نہیں۔

الجواب۔ فی الدر المختار باب الکفاءۃ واما فی العجم فتعتبر حریۃ واسلاما الخ فی رد المحتار افاد ان الاسلام لا یکون معتبرا فی حق العرب لانھم لا یتفاخرون بہ وانما یتفاخرون بالنسب الخ وفی رد المحتار ویؤخذ من ھذا ان من کانت امھا علویۃ مثلا وابوھا عجمی یکون العجمی کفوا لھا وان کان لھا شرف ما لان النسب للآباء ولھذا جاز دفع الزکوٰۃ الیھا فلا یعتبر التفاوت بینھما من جھۃ شرف الام ولم ار من صرح بھذا واللہ اعلم ج ۲ ص ۵۲۳ وفی رد المحتار

حکم انکار عورت از اذن بعد نکاح

عن الفتح تحت قول الدر المختار فمثل حائك الخ مانصه ان الموجب هو استنقاص اهل العرف فيدور معه وعلى هذا ينبغي ان يكون الحائك كفوا للعطار بالاسكندرية لما هناك من حسن اعتبارها وعدم عدها نقصا البتة الخ ج ۲ ص ۵۲۷ وفى رد المحتار تحت قول الدر المختار واما اتباع الظلمة فاخس من الكل مانصه لاشك ان المرءة لاتتعير به في العرف الى قوله لان المدار هنا على النقص والرفعة في الدنيا ج ۲ ص ۵۲۸ - پس جب مدار عار وعدم عار پر ہی اور اقوام مذکورہ مین ایک کو دوسرے سے تعلق عقد کرتے ہوئے عار ہے پس مسئلہ کفاءت کا جاری ہوگا اور روایت ثالثہ سے معلوم ہوا کہ مان کا فی نفسہ اعتبار نہین اور نیز ہمارے عرف مین ایسا زیادہ اعتبار نہین کیا جاتا چنانچہ مشاہد ہے واللہ تعالی اعلم ۵ ربیع الثانی ۱۳۲۴ھ

سوال - فدوی نے ایک نکاح مسمی زید کا ساتھ صالحہ بی بی کے بدین صورت پڑھا پہلے تقریباً ستر آدمی مردانہ وزنانہ مسمی مصاحب موچی بہنوئی صالحہ بی بی کے گھر مین جمع ہوئے اور مسماۃ صالحہ بی بی جس کی عمر چھبیس ۲۶ برس کی ہوگی کوٹھے غربی کی چھت پر جو تقریباً چار فٹ اونچا ہوگا بیٹھی تھی اور اُس کے پاس ایک وکیل اور دو گواہ اس لئے بھیجے گئے کہ تیرا نکاح ساتھ فلان ولد فلان قوم موچی کے کیا جاتا ہے تو اُسنے تین بار کلمہ شہادت پڑھکر باواز بلند کہا کہ میرا نکاح پڑھو جس کو نیچے والی مجلس کے لوگون نے بھی سُنا پھر وکیل اور گواہ کوٹھے سے اُترکر مجلس مین آئے اور مجھ نکاح خوان کو اجازت نکاح کرنے کی دی اور مین نے ایجاب مسماۃ صالحہ بی بی کا سنکر حسب طریقہ شرعی ایکسو وپیہ ڈبل رائج الوقت مقرر کرکے فلان ولد فلان کو قبول کرایا اور نوشہ نے قبول کرلیا اسپر شیرینی تل وشکر تقسیم ہوئی پھر اس کے بعد صالحہ بی بی کی بہن اور بہنوئی نے نوشہ کو کہا کہ اب ہم سامان چند روز مین کرکے تمہاری منکوحہ تمہارے ساتھ کردینگے تم اپنے گاؤن کے چند آدمی ہمراہ لانا اور اپنی منکوحہ کو لیجانا پھر وہ نوشہ اپنے گاؤن کی طرف چلا گیا عرصہ دو ماہ کے بعد صالحہ بی بی کو کوئی بدراہ کرکے لیگیا اور اُسین کو یعنی صالحہ بی بی کو سکھلا دیا کہ تم کہدو کہ مین نے اجازت نکاح کی نہین دی اُسنے انکار کردیا اور کہا کہ خوبخود نکاح کرلیا اب سوال یہ ہی کہ آیا یہ نکاح صحیح ہوا یا نہین -

الجواب - عورت کا یہ کہنا کہ میرا نکاح پڑھو ترجمہ ہے زوجنی کا اس کے ایجاب ہونے مین اختلاف ہی لیکن توکیل ہونا یقینی ہے پھر جب وکیل نے نکاح پڑھا یہ ایجاب قایم مقام ایجاب اصل کے ہوا اور نوشہ نے قبول کیا ایجاب وقبول دونون متحقق ہوگئے پس نکاح یقیناً صحیح ہوگیا یہ اُس وقت ہی جب کہ عورت اُس اجازت دینے کا اقرار کرے اور اگر انکار کرتی ہو تو حکم یہ ہی کہ اگر کسی ایسے مسلمان شخص کے پاس مقدمہ آوے جو سلطنت کی

جانب سے حاکم ہو یا مرد و عورت دونوں رضامند ہو کر اُس کے پاس مقدمہ لے آئیں اور وہ گواہوں سے حکم کردے تو اُس کا انکار موثر نہ ہوگا اور اگر دونوں صورتوں میں سے کوئی صورت نہیں صرف علماء کا فتوی ہی ہے تو شوہر کو ان گواہوں کے بیان پر عورت کو لیجانا درست نہیں فی الدر المختار کزوجتنی الی قولہ فانہ لیس بایجاب بل ہو توکیل وفیہ وقیل ہو ایجاب واللہ تعالی اعلم وعلمہ اتم ۲ ربیع الثانی ۱۳۲۴ھ

جواب اشکال بر نکاح با زنان نصاری زمانہ

سوال۔ نصاری جو تثلیث کے علی العموم قائل ہیں مشرک ہیں کہ نہیں اگر مشرک ہیں تو اُن کی عورتوں سے نکاح کیونکر جائز ہوا قولہ تعالی ولا تنکحوا المشرکات الخ اور اگر یہ مشرک نہیں ہیں تو تثلیث کا قائل ہو کر ان کا موحد ہونا سمجھ میں نہیں آتا جواب شافی سے تسکین فرمائیے۔

الجواب۔ مشرک کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جس کا مذہب سماوی نہو دوسرا وہ جو سماوی مذہب کا معتقد ہو گو اُسمیں تحریف کر کے شرک کا قائل ہو گیا ہو پس آیت لا تنکحوا المشرکات میں ممانعت قسم اول سے نکاح کرنے کی ہو اور آیت والمحصنت من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم میں دوسری قسم سے نکاح کی اجازت ہے پس نہ نصاری کا موحد ہونا لازم آیا اور نہ آیت لا تنکحوا کے خلاف مشرکات سے نکاح حلال ہونا لازم آیا لیکن اس زمانے میں جو نصاری کہلاتے ہیں وہ اکثر قومی حیثیت سے نصاری ہیں مذہبی حیثیت سے محض دہری و سائنس پرست ہیں ایسوں کے لئے یہ حکم جواز نکاح کا نہیں ہے فقط واللہ تعالی اعلم وعلمہ اتم واحکم ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۲۴ھ

وجوب عدت در تفریق از نکاح فاسد

سوال۔ ہندہ کا پہلا نکاح زید سے ہوا نکاح کے چند برسوں بعد زید کا انتقال ہو گیا اور مرتے وقت ایک پسر کلو پانچ مہینہ کا چھوڑا زید کی عدت کے اندر ہی ہندہ کا دوسرا نکاح عمرو سے ہوا باوجودیکہ عمرو جانتا تھا کہ زید کو مرے ہوئے ایک ماہ گذرا ہے اور عدت کے مسئلہ سے بھی واقف تھا مگر لوگوں کے مجبور کرنے سے اُس نے نکاح کر لیا اور ہندہ بلا اعادہ نکاح دو برس تک عمرو کے تحت میں رہی کوئی اولاد عمرو سے نہیں ہوئی اب ہندہ نے خود عمرو سے طلاق کی درخواست کی عمرو نے مجبوراً کہا کہ اگر تم ہمارا مہر بخشدو تو ہم تمکو طلاق دیدیں ہندہ نے سبھوں کے سامنے مہر بخشدیا اور اُسیوقت عمرو نے یوں کہا میں نے طلاق دیا میں نے طلاق دیا۔ پھر ہندہ عمرو سے علحدہ ہو گئی اور عمرو کی عدت کے اندر ہی یعنی عدت کے ایکماہ گذرنے پر بکر سے اپنا نکاح کیا مسئلہ عدت سے دونوں ناواقف تھے یعنی ہندہ و بکر دونوں نہ جانتے تھے کہ کتنے دنوں کی عدت ہوتی ہے ہندہ کا حیض کلو کے پیدا ہونے کے بعد ہی سے بند تھا اور اب دو ماہ سے حیض ماہوار آنا شروع ہوا ہے یعنی ہندہ کے تیسرے نکاح کے ایک ماہ پہلے سے حیض ماہوار آنے لگا ہے ہندہ کلو کے پیدا ہونیکے بعد اب تک حاملہ نہیں ہوئی۔ الف کیا ہندہ کا نکاح عمرو سے کسی صورت سے جائز تھا یا اعادہ نکاح کی ضرورت تھی

ب۔ اگر ہندہ کا نکاح عمرو سے ناجائز تھا تو کیا بکر کا نکاح بلا عمرو کی عدت گذرے جائز ہو گیا ج۔ اگر ہندہ کا نکاح عمرو سے جائز تھا تو کیا بکر کا نکاح بالکل ناجائز ہوگا اور بکر کو ہندہ سے عمرو کی عدت گذرنے تک علحدہ کرادینا ضرور ہے اور کیا عمرو کی عدت گذرنے کے بعد بکر کو پھر اعادہ نکاح کی ضرورت ہے

الجواب۔ فی الدر المختار سبب وجوبہا اے العدۃ عقد النکاح المتاکد بالتسلیم وما جری مجراہ من موت او خلوۃ

فی رد المحتار عقد النکاح ای ولو فاسدا انتہی وفیہ مبدأ العدۃ فی النکاح الفاسد بعد التفریق من القاضی بینہما او المتارکۃ

وبہ لا یزول منشوہا الذی ہو النکاح الفاسد ج ۲ ص ۹۸۶ وفی الدر المختار فی النکاح الفاسد وفیہ المتارکۃ

وفیہ ومنہ الطلاق ص ۱۰۰۰ وفی رد المحتار ان الدخول فی النکاح الفاسد موجب للعدۃ الی قولہ ونکاح المعتدۃ ص ۹۹۹

ان روایات سے معلوم ہوا کہ عمرو سے جو ہندہ نے نکاح کیا وہ فاسد ہے اور تفریق واجب تھی اور جب اُس نے طلاق دی تو اب تفریق ہو گئی اور اب تفریق کے وقت پھر عدت واجب ہوئی جب ہندہ نے پھر عدت کے اندر بکر سے نکاح کیا یہ بھی نکاح فاسد ہے اور تفریق واجب ہے اب بکر و ہندہ دونوں پر واجب ہے کہ جدا ہو جاوین اور وقت تفریق عمرو سے جب پورے تین حیض گذر جائین اب جس سے چاہے نکاح کر لے اس تقریر مین سب مسئلون کا جواب ہو گیا واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۲۴ھ

سوال۔ کیا فرماتے ہین علماء دین اس مسئلہ مین کہ بحالت قیام نکاح زوج اور زوجہ مین تعداد مہر مین اختلاف ہوا زوج کم بیان کرتا ہے اور زوجہ زیادہ بیان کرتی ہے اور دونون نے اپنے اپنے تائید قول مین گواہ پیش کئے اور زوجہ نے اپنے مہر مثل کی تعداد اپنی ظاہر کی ہوئی تعداد سے بھی زیادہ ثابت کرائی تو اس حالت مین کسکا قول صحیح سمجھا جائے۔

الجواب۔ شوہر کا قول معتبر ہوگا فی الدر المختار وان کان اختلافہما فی قدرہ حال قیام النکاح الی قولہ ان اقاما البینۃ فبینتہا مقدمۃ ان شہد لہ مہر المثل وبینۃ مقدمۃ ان شہد مہر المثل لہا لان البینات لاثبات خلاف الظاہر

واللہ اعلم ۴ رمضان المبارک ۱۳۲۴ھ

سوال۔ زید کا نکاح ہندہ کے ساتھ تین برس گذرے جب ہوا اور اولاد بھی پیدا ہوئی اب باہم رنجش ہوئی تو ہندہ کہتی ہے میرا نصف مہر موجل تھا اور نصف غیر موجل تھا اور کوئی مدت اور وقت موجل کا نہین بیان کرتی کہتی ہے کہ مجھکو نصف موجل ادا کردو تو تمھارے پاس رہونگی ورنہ نہین رہونگی اب زید نے نالش رخصتی کی دائر کی اس حالت مین قاضی کو کیا حکم دینا چاہئے بینوا توجروا۔

الجواب۔ عورت کے موافق حکم دینا چاہئے فی الدر المختار ولہا منعہ من الوطی الی قولہ فلما شرط لان الصریح

اختلاف زوجین در مقدار مہر وقت قیام نکاح

معجل ہونا مہر موجل کا بحالت عدم تعین اجل

یفوق الدلالۃ الا اذا جھل الاجل جھالۃ فاحشۃ فیجب حالا غایۃ البتہ اگر شوہر ثابت کرے کہ اجل معلوم تھی اور وہ اجل ابتک نہین آئی تو عورت کے موافق حکم نہ ہوگا گو اس صورت مین بھی اگر کچھ مہر معجل ہو اُس کے لینے تک عورت تسلیم نفس سے عذر کرسکتی ہے۔ واللہ اعلم ۴ رمضان المبارک ۱۳۲۲ھ

عدم ثبوت حرمت مصاہرت بالمس ہرگاہ انزال شود

سوال بہشتی زیور مین ایک مسئلہ ہے کہ جو شخص کسی عورت کو جوش جوانی کے ساتھ بدنیتی سے ہاتھ لگائے تو اُسکی ماں اور لڑکی اس مرد پر حرام ہوجاتی ہین تو اب زید علماء دین سے استفتاء عرض کرتا ہے کہ اپنی خوشدامن سے ران اور کمر کی مالش تیل سے کرائی خوشدامن اُس کی نے بہ نیت پاک بغرض علاج مالش کی اور زید کو بحالت مالش ران و کمر حظ نفس ہوتا رہا اور بار ہا اس کی خوشدامن کا ہاتھ زید کے اعضائے تناسل سے مالش کرنے مین لگتا رہا جس سے زید کو زیادہ حظ نفس ہوا یہاں تک کہ جوش ہوکر انزال ہوگیا لیکن زید نے اس جوش کے ساتھ مین اپنی خوشدامن کو ہاتھ نہین لگایا اور نہ اپنی خوشدامن سے عضو تناسل کی مالش کرائی اور نہ اُسکی خوشدامن کی نیت مین کچھ فتور پیدا ہوا اور نہ زید نے بُرے فعل کے ارادہ سے اپنی خوشدامن کو ہاتھ لگایا تو اب ایسی صورت مین زید کی زوجہ جو اس کی خوشدامن کی بیٹی ہے زید کے واسطے حلال ہے یا نہین۔

الجواب - فی الدر المختار وتکفی الشہوۃ من احدھما فی رد المحتار ھذا انما یظھر فی المس و فی الدر المختار فلو انزل مع مس او نظر فلا حرمۃ بہ یفتی پس صورت مسئولہ مین جبکہ انزال ہوگیا اب زید پر اُسکی زوجہ حرام نہین ہوئی البتہ اگر کبھی اور بھی مالش کرنے کا اسی طرح اتفاق ہوا اور اس مین انزال نہین ہوا اس سے زوجہ زید پر حرام ہو جائے گی واللہ اعلم ۱۹ رمضان المبارک ۱۳۲۲ھ

توقف نکاح نابالغہ باذن ولی و نفاذ آن باجازت او بعد بلوغ

سوال - ایک لڑکی نابالغہ ۱۲ یا ۱۳ برس کی ہے اس کا بھائی ۱۵ یا ۱۶ برس کا مکان سے بہت دور کلکتہ مین نوکر ہے اُس لڑکی کے باپ و دادا نہین ہین چچا وغیرہ و دیگر اقربا موجود ہین لیکن پورے طور پر کوئی بھی اُس کی خبرگیری و خیر اندیشی نہین کرتا اُس کی ماں جو ہنگام طفولیت سے پرورش کرتی آرہی ہے اُس نے بوجہ غربت و تکلیف کے بلحاظ پرورش اپنی دانست مین ایک اچھی جگہ اُس لڑکی کی نسبت ٹھہرائی لیکن چچا وغیرہ و دیگر اقارب نے بسبب حسد یا رنجش یا اور کوئی سبب سے ناپسند کرکے کنارہ کشی اختیار کرلی ماں نے بدرجہ مجبوری خود ولی ہوکر اذن دیا اور نکاح کرادیا پس ایسی صورت مین یہ نکاح جائز ہوا یا نہین بصورت عدم جواز اب کیا کرنا چاہیئے اور بصورت معلق رہنے کے اگر لڑکی بمجرد بلوغ اُسی جلسہ مین رضا کو ظاہر کردیوے تو پھر یہ نکاح اُسوقت درست ہوجائیگا یا نہین۔

الجواب - فی رد المحتار الجلد الاول صفحہ ۵۳۶ واما اذا کان ای وجد سلطان او قاض فی مکان عقد الفضولی

المجنونۃ او الیتیمۃ فیتوقف اے وینفذ باجازتہا بعد عقلہا او بلوغہا لان وجود المجیز حالۃ العقد لا یلزم کونہ من
اولیاء النسب کما تقدم فی الباب السابق قبیل قولہ وللولی الابعد التزویج بغیبۃ الاقرب اھ پس چونکہ صورت مسئولہ
مین مجیز نکاح کا موجود ہی لہذا یہ نکاح اولاً موقوف رہا اور جب بعد بلوغ لڑکی رضا کو ظاہر کردے تو اب صحیح ونافذ ہوجائیگا
البتہ اگر ولی جائز اس کے بلوغ رضا سے پہلے اس نکاح کی خبر سنکر اسکو رد کردے اب وہ معلق وموقوف نرہے گا بلکہ
باطل ہوجائیگا - ۱۱ ربیع الاول ۱۳۲۵ھ

سوال - اگر باپ و دادا مرگئے ہون اور چچا وغیرہ جواز روے شرع شریف کے علی الترتیب اولیاء ہونے کا استحقاق
رکھتے ہون وہ سب کے سب لڑکی نابالغہ کے نکاح مین بسبب حسد یا رنجش یا اور کوئی سبب سے کنارہ کش ہوجائین یا وقت
موجود نہون خواہ کہین چلے گئے ہون خواہ مرگئے ہون تو مان ولی ہوسکتی ہے یا نہین -

الجواب - فی الدر المختار فان لم یکن عصبۃ فالولایۃ للام وفیہ للولی الابعد التزویج بغیبۃ الاقرب وفی رد المحتار
عن الذخیرۃ الاصح انہ اذا کان فی موضع لو انتظر حضورہ او استطلاع رائہ فات الکفو الذی حضر فالغیبۃ منقطعۃ اھ
ونقل ترجیحہ عن کثیر من الکتب اس سے یہ امور ثابت ہوئے - اول جب اولیاء مین عصبہ نہون تو مان کو ولایت
ملتی ہے - دوم جب پاس ہون ولایت نہین ہوتی گو رنج وحسد رکھتے ہون سوم جب اسقدر دور ہون کہ اُن سے
رائے لینے تک موقع ہاتھ سے جاتا رہے گا تب بھی ولایت ثابت ہوتی ہی فقط ۱۱ ربیع الاول ۱۳۲۵ھ -

سوال - نابالغہ عورتون کی شادی مین جو اولیاء بموجب شرع شریف کے علی الترتیب ہوا کرتے ہین تو یہ ولایت
اعتبار وراثت کے ہی یا خیر اندیش ہونے کے اگر باعتبار وارث ہونے کے ہی تو وارث کے لئے کمال ہمنی خیر اندیشی
وصلہ رحمی مشروط ہی یا نہین -

الجواب - فی الدر المختار علی ترتیب الارث والحجب اس سے معلوم ہوا کہ عصبات مین ولایت بترتیب ارث
وحجب ہوتی ہی وفی رد المحتار الجلد الاول صفحہ ۴۸۴ وبہ ظہر ان الفاسق المتہتک وہو بمعنی سیئ الاختیار لا تسقط
ولایتہ مطلقاً لانہ لو زوج من کفو بمہر المثل صح کما سیاتی بیانہ وفیہ وما فی البزازیۃ من ان الاب والجد اذا کان فاسقاً
فللقاضی ان یزوج من الکفو قال فی الفتح انہ غیر معروف فی المذہب ان روایات سے معلوم ہوا کہ ولی کے خیر اندیش
نہ ہونے کا یہ اثر تو ہے کہ بعض مواقع مین اُسکے کیے ہوئے نکاح مین علماء کو کلام ہی لیکن یہ اثر کہین نہین کہ اُس کی
موجودگی مین ولی ابعد کا نکاح نافذ ہوجائے - ۱۱ ربیع الاول ۱۳۲۵ھ

سوال - اگر لڑکی نابالغہ کا نکاح فی الحقیقت اُس کے کفو مین ہوا لیکن اُس کے اولیاء شرعی اپنے خیال مین

اپنا کفو نہین سمجھتے ہین اور اسوجہ سے ایسے نکاح پر نارضامندی ظاہر کرتے ہین تو یہ نکاح برخلاف رضامندی اُنکے جائز ہوا یا نہین۔

الجواب۔ فی الدر المختار وللولی الاعتراض فی غیر الکفو فیفسخہ القاضی فی رد المحتار فلا تثبت ہذہ الفرقۃ الا بالقضاء لانہ مجتہد فیہ اس سے معلوم ہوا کہ یہ نکاح تو جائز ہوگیا البتہ اگر ولی اُسکو غیر کفو سمجھتا ہی تو قاضی یعنی حاکم مسلم کے اجلاس مین رجوع کرے اُسکی تحقیق مین اگر وہ غیر کفو ہوگا اور وہ فسخ کردیگا تو فسخ ہوجائیگا ورنہ بدون حکم حاکم مسلم کے فسخ نہ ہوگا فقط ۱۱ ربیع الاول ۱۳۲۵ھ

سوال۔ ایک شخص پانچ برس یا اس سے زیادہ دس بارہ برس مفقود الخبر ہے اور دوسرا شخص حیات مین ہی معروف الخبر ہے یعنی معلوم ہو کہ زندہ ہی مگر اپنے ملک سے تھوڑے فاصلہ پر ہی اور ہمیشہ خیر خیریت آتی ہے اور اُس کی عورت جوان ہے اور خواہش مرد کی اُس کو ہی اور نان ونفقہ سے محتاج اور اندیشہ اسکا ہی کہ زنا مین مبتلا ہوجائے اور مرد یعنی شوہر اُس عورت کا جو معروف الخبر ہے اور نان ونفقہ کی خبر بوجہ دوسری عورت جوکہ پردیس مین جاکر اپنے نکاح مین لایا ہی نہین لیتا اور اُس عورت سابقہ کے ساتھ دو لڑکے یعنی ایک لڑکی اور ایک لڑکا بھی ہین تو ایسی صورت مین اُسکے واسطے کیا حکم ہے اور وہ عورت ایسے موقعہ پر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مسئلہ پر عمل کرے جو مروی ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے جوکہ فرمایا حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اور مروی ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بلکہ یہ بھی مرقوم ہے کہ رجوع کیا حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے طرف قول حضرت علی رض کے اور مذہب اکثر صحابہ رض کا بھی یہی ہے جیساکہ نور الہدایہ ترجمہ شرح وقایہ کتاب المفقود مین ہی مفصل بعبارت کتب تحریر فرمایئے مجھے یہ سوال ایک جماعت نے آکر کیا اور کہاکہ اس کا فیصلہ موافق شرع شریف کے کردیجئے مین نے اسکے جواب[1] مین یہ عبارت جوکہ کتاب مجموعہ فتاوی مولنا عبدالحی لکھنوی مین ہی اُس سے اخذ کرکے لکھا ہے اور آپ کی خدمت شریف مین ارسال کیا کہ آپ خود اور دوسرے علماء سے اس کی تصحیح کرکے ازراہ بزرگانہ اس طرف کو ارسال فرمائین اور اس کا اجر خداوند کریم سے لین وہو ہذا۔ **جواب**[1]۔ اس مسئلہ مین صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم وتابعین مختلف ہین حضرت عمر رض ویک جم غفیر صحابہ رض اس طرف گئے ہین کہ زوجہ مفقود کی چار برس انتظار کرے بعد از ان نکاح کرے اور بعضون نے اسپر اجماع صحابہ نقل کیا امام مالک موطا مین روایت کرتے ہین ان عمر بن الخطاب قال ایما امرأۃ فقدت زوجہا فلم تدر این ہو فانہا تنتظر اربع سنین ثم تعتد اربعۃ اشہر وعشرا ثم تحل الازواج اور محمد بن عبد الباقی زرقانی

[1] یہ جواب خود سائل نے مولانا عبدالحی صاحب کے فتاوے سے اخذ کرکے لکھا ہو اور احقر کا جواب اس کے بعد آئیگا ۱۲ منہ۔

شرح موطا میں لکھتے ہیں روی نحوہ عن عثمان وعلی قیل واجمع الصحابة علیه ولم یعلم لهم مخالف فی عصرهم وعلیه جماعة
من التابعین انتهی اور بعض صحابہ مثل ابن مسعودؓ وعلیؓ بنا برایک روایت کے اسطرف گئے ہیں کہ زوجہ مفقود الخبر
شوہر کا تا دم ظہور موت شوہر انتظار کرے اور یہی مذہب شعبی ونخعی کا ہے جیسا کہ فتح القدیر میں ہے۔ الحاصل ان
المسئلة مختلفة فی ما بین الصحابة فذهب عمرؓ الی التقدم وذهب علیؓ الی انها امرأة له حتی یاتیها البیان وروی
عبد الرزاق عن ابن جریج قال بلغنا ان ابن مسعودؓ وافق علیاً ان امرأة المفقود تنتظر ابدا واخرج ابن ابی شیبة عن ابی قلابة
وجابر بن سعید والشعبی والنخعی لکنهم قالوا لیس لها ان تتزوج حتی یستبین موته انتهی اور ایک حدیث مرفوع آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسباب میں موافق رائے علی مرتضےؓ کے وارد ہے لیکن اُس کی سند میں ضعف ہے
چنانچہ زیلعی تخریج احادیث ہدایہ میں لکھتے ہیں اخرج الدار قطنی فی سننه عن سوار بن مصعب حدثنا محمد بن
شرحبیل عن المغیرة بن شعبة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم امرأة المفقود امرأته حتی یاتیها البیان
ووجدته فی نسخةٍ مصری حتی یاتیها الخبر وهو حدیث ضعیف قال ابن ابی حاتم فی کتاب العلل سألت ابی
عن حدیث رواه سوار بن مصعب عن محمد عن المغیرة فی امرأة المفقود فقال ابی هذا حدیث منکر محمد متروک
الحدیث ویروی عن المغیرة مناکیرا باطیل وذکره عبد الحق فی احکامه من جهة الدارقطنی وعلیه محمد بن شرحبیل
وقال انه متروک وقال ابن القطان فی کتاب سوار بن مصعب شهر فی المتروکین انتهی اور اسی طرح بدرالدین عینی
نے بنایہ شرح ہدایہ میں تحریر کیا ہے اب جاننا چاہیے چونکہ حدیث اس مسئلہ میں بطریق ضعیف وارد ہے اور
صحابہؓ خود مختلف ہیں لہذا ائمہ مجتہدین فی ما بینہم اس مسئلہ میں مختلف ہو گئے ہیں ائمہ حنفیہ نے رائے حضرت علیؓ
بضم حدیث مرفوع مرجح کیا اور ائمہ مالکیہ نے رائے حضرت عمرؓ وحضرت عثمانؓ وغیرہ کو مختار کیا لیکن بوقت
ضرورت ائمہ حنفیہ تصریح کرتے ہیں کہ فتوے قول مالک پر جو موافق ایک جماعت صحابہؓ کے ہے درست ہے اور
بسبب خوف وقوع حرام کا ہو تو عمل کرنا مسلک مالکی پر جائز ہے جامع الرموز میں ہے قال مالک والاوزاعی الی
اربع سنین فتنکح عرصه بعده کما فی النظم فلو افتی بها فی موضع الضرورة ینبغی ان لا باس به علی ما اظن اور رد المحتار
حاشیہ درمختار میں ہے ذکر ابن وهبان فی منظومته انه لو افتی بقول مالکؒ فی موضع الضرورة یجوز واعترضه
شارحها ابن الشحنة بانه لا ضرورة للحنفی الی ذلک وقال الشارح فی الدر المنتقی هذا لیس باولی لقول القهستانی
لو افتی به فی موضع الضرورة لا باس به علی ما اظن اور نفقہ کے بارہ میں اللہ رب العالمین اپنے قرآن عظیم کلام
میں ارشاد فرماتا ہے وعلی المولود له رزقهن وکسوتهن بالمعروف رزق ولباس ومسکن عورت کے لئے

مسلمہ ہو یا کافرہ کبیرہ ہو یا صغیرہ ایسی کہ وطی کیجاتی ہو واجب ہے ہو اگرچہ صغیر ہو کہ وطی پر قادر نہو جیسا کہ قرآن میں ہے
اوپر کی آیت اور اگر شوہر نفقہ دینے سے عاجز ہو تو ہمارے یہان ان کے تفریق نہ کرائی جائے بلکہ مرد کے اوپر قرض لیکر
کھائے جب شوہر مالدار ہو جائے تب ادا کر دیوے لیکن نزدیک امام شافعی رحمہ کے تفریق کرادی جاوے مگر یہ شخص
تو نفقہ دینے سے عاجز ہی نہین اور کچھ غریب بھی نہین کیونکہ دوسری عورت جو اس کے نکاح مین ہے خوب
آرام مین ہے کھانے اور کپڑے کی طرف سے خوب فراغت ہے فقط اسے عورت سابقہ کو تکلیف دینا
منظور ہے اس مرد کی اور نفقہ کی طرف سے صاف انکار بلکہ ایک طرح کا ظلم ہے کہ نہ تو نفقہ دیوے اور نہ طلاق
اسوقت ایسی عورت کو کیا کرنا چاہیئے آیا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے موافق درمیان دونون کے
تفریق کرادیجائے کیا حکم ہے شرع شریف سے تحقیق فرماکر تحریر فرمائین یہ کہ دوسرا نکاح کر سکتی ہے کہ نہین اور
دوسرا سوال یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنی زوجہ اور لڑکا یا لڑکی کو از روے ظلم کے کبھی شفقت شوہرانہ اور اُس عورت
کے اور محبت پدرانہ اور ان بچون کے نہین دیکھا اور نہ بچون کی پرورش کی اسی وجہ سے وہ عورت اور بچے اس مرد
سے الگ ہوگئے اور کسی طرح سے اس عورت نے بچون کو مزدوری کر کے پرورش کیا اور اب ہوشیار ہوئے
اور چونکہ شوہر اور والد واجب الاطاعت ہین اور یہ عورت اور بچے سب ہمراہی اُسکی اطاعت سے محروم رہے پس
اس حالت مین گنہگار کون ہے اور کون کس کے واسطے پوچھا جائیگا باوجودیکہ زوجہ اور لڑکے اپنی خواہش سے
اطاعت سے محروم نہین تو ایسی صورت مین کہ نافرمانی کی ابتدا اور زیادتی زوجہ اور لڑکون کی جانب سے نہو تو
ماخوذ ہونگے یا نہین پس قصہ اس عورت کا جسکا تذکرہ اوپر سے چلا آتا ہے ایسا ہی ہے کہ جس وقت یہ لڑکا چار سال کا یا زیادہ
کا اور لڑکی یعنی دختر فقط تین ماہ کی تھی اُسیوقت شوہر اس عورت کا پردیس مین چلا گیا قریب بارہ برس کے ہوئے
کہ ابھی تک نفقہ وغیرہ سے خبر گیا حقہ نہ لی فقط محنت مزدوری سے اپنی اور بچون کی پرورش کرتی رہی پس جس وقت
قحط ہوا اس ملک مین جہان یہ عورت تھی اُسوقت اس کو اپنے ملک مین رہنا ساتھ دو بچون کے بہت مشکل ہوا
اُس وقت اس کا شوہر جو پردیس مین تھا اُس کی خیریت آئی تو اس کے مرد نے دوسری ایک عورت کے ساتھ جو
غیر قوم تھی نکاح کیا ہوا تھا اب جب سابقہ عورت اپنے ملک کو چھوڑ کر اس مرد کے قریب آئی کہ شوہر کے قریب
پہونچکر اپنی تکلیف کو اور شوہر کی جدائی کے صدمہ کو دفع کریگی مگر یہان دوسری عورت کے ہونے سے اور بھی زیادہ
اُسپر صدمہ ہوا اور دوسرے شوہر کی نامہربانی خیر تھوڑے روز تک جیون تیون کر کے گذر ہوئی عورت سابقہ علیحدہ
رہ کر اور محنت و مزدوری سے اپنی اور بچون کی پرورش کرتی رہی بعد اس کے اس عورت کا شوہر دوسری جگہ چلا گیا

بعد اس کے چلے جانے کے ایک لڑکا اور پیدا ہوا مگر اس کے مرد نے نان ونفقہ کی کچھ خبر نہین لی مجبور ہو کر اس عورت
نے سرکار مین ایک عرضی باین مضمون دی کہ میرا شوہر میرے نان ونفقہ کی خبر زمانہ تیرہ چودہ برس کا ہوتا ہے
کہ بالکل نہین لیتا سرکار مجھکو طلاق دلوادے جسوقت کمشنر صاحب بہادر کی طرف سے کاغذ گیا اس عورت کے
شوہر کے پاس اُسوقت اُسکا مرد اُس عورت کے پاس آیا اور اُس سے کہا کہ تو نے نالش کیون کیا اب چل
میرے ساتھ جہان مین چاہون تمکو لے جاؤن اور جہان مین اسوقت رہتا ہون اور عورت دوسری میری رہتی
ہے وہان تجھکو چلنا ہوگا اور بہت کچھ دھمکایا اس عورت سابقہ کو اپنی جان کا خوف دوسرے اُس عورت
سوکن کا ڈر جو کہ پیشتر اُس کے صدمے اُٹھا چکی تھی نہ گئی اور اُس کا مرد چلا گیا پھر دوبارہ آیا اور اُسکو پھر سابق کے
موافق بلایا کہ چل میرے ہمراہ اس عورت نے جو انکار قبل کیا تھا ویسا دوبارہ بھی کیا اور کہا کہ مجھکو تیرے ساتھ
رہنا منظور نہین طلاق دیدے اس کے مرد نے کچھ جواب نہ دیا بلکہ جو کچھ برتن وغیرہ اور کپڑا تھا وہ اپنے ہمراہ
لے گیا اور وہ لڑکا جو صغر سنی مین چار پانچ سال کا چھوڑ کر پردیس مین آیا تھا اُس کو اپنے ہمراہ لیا اور لڑکا بہت
انکار کرتا رہا کہ مین نہین جاؤنگا بلکہ مین نہین جانتا کہ تو کون ہے خیر لوگون کے سمجھانے اور اصرار کرنے سے لڑکا اُس کے
ہمراہ گیا اور اُس مرد نے عورت سے کہا کہ اگر تو نہین جاتی تو مجھکو ضرورت بھی نہین مگر لڑکے اور لڑکی کو لیجاؤنگا
جسوقت لڑکے کو ہمراہ لیا اُسیوقت لڑکی کو بھی بلایا کہ میرے ہمراہ چل لڑکی تو اُس کو خوب اچھی طرح سے جانتی
تھی اور والد کی نامہربانی سے خوب واقف تھی اور لڑکا جو کہ اس عورت نے محنت اور مشقت کر کے پرورش کیا
تھا اور اسوقت سولہ سترہ برس کی عمر ہوئی تھی اور اسوقت کوئی کام یعنی مزدوری وغیرہ کر سکتا تھا اور ماں کو اسکی
خوب امید تھی کہ اب لڑکا ہوشیار ہوا مزدوری کر کے میری پرورش کرے گا اُس کو اپنے ہمراہ لے گیا اور اسوقت
یہ لڑکی اور ایک لڑکا صغیر جو قریب چار ماہ کے ہوا وہ ہے اور اُسکی والدہ اسوقت آنکھون سے معذور ہوگئی اور
عمر بھی قریب چالیس برس سے اوپر ہوگئی وقت ضعیفی کا ہے اور والد یعنی باپ لڑکے کا چاہتا ہے کہ لڑکی کو بھی
لیجاؤن اور عورت کو تنہا چھوڑدون اور اُس لڑکی سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ بالکل والد کے ہمراہ جانے سے
انکار کرتی ہے کہ مین اپنی ماں کو چھوڑ کر نہ جاؤنگی اور اگر مجھکو جبراً لے گیا میرا والد تو ضرور اپنی جان کو ہلاک کردونگی
اور اسوقت اس لڑکی کی عمر بارہ برس کچھ کم زیادہ ہے تو جس حالت مین اس لڑکی کی والدہ آنکھون سے معذور
اور ضعیف بھی ہے اور اپنی محنت اور مشقت سے لڑکی کو پرورش بھی کیا ہو اور ایسے وقت مین یہ لڑکی اُسکی جان کی زندگی
کا سہارا ہوئی اس حالت مین اُسکا باپ لڑکی کو چاہے جبراً لیجانا تو شریعت کے موافق کیا حکم ہے اور والدہ کا حق

ان بچون پر خصوص کر کے اس لڑکی پر کچھ ہوتا ہے یا نہین اور لڑکی کو اپنے ہمراہ جو کہ محرم راز نگی ہوئی لے سکتی ہے یا نہین انکو بسند صحیح مرقوم فرمائین اور بہت جلدی اس طرف کو ارسال فرمائین فقط

جواب سوال اول - اس سوال کے دو جز ہین ایک مفقود کے متعلق دوسرا نان و نفقہ نہ دینے والے کے متعلق دونون کا جواب بترتیب لکھا جاتا ہی **(جواب جزو اول)** فی الدر المختار کتاب المفقود قلت وفی واقعات المفتین لقدری أفندی معزیا للقنیة انه انما یحکم بموته بقضاء لانه امر محتمل فما لم ینضم الیه القضاء لا یکون حجة پس امرأۃ مفقود مین خواہ مذہب حنفیہ کا راجح ہو خواہ مالکیہ کا کہ یہ بحث آخر متعلق خلافیات کے ہی لیکن ضرورت مین جو حنفیہ نے اسپر عمل جائز لکھا ہے تو اُس کا یہ مطلب نہین کہ محض فتوائے عمل کے لئے کافی ہے بلکہ اُسمین حسب روایت بالا انضمام قضاء قاضی مسلم کی ضرورت ہے پس عمل کی یہی صورت ہو سکتی ہی کہ کسی مسلمان حاکم کے اجلاس مین یہ واقعہ پیش کیا جائے اور وہ کہدے کہ مین اس مفقود کی موت کا حکم کرتا ہون اس حکم کے بعد وہ عورت عدت وفات کی پوری کرے اُسوقت دوسرے شخص سے نکاح جائز ہوگا واللہ اعلم - **(جواب جزو ثانی)** فی الدر المختار باب النفقة ولا یفرق بینهما بعجزه عنها ولا بعدم ایفائه لو غائبا حقها ولو موسرا وجوزه الشافعی باعسار الزوج وبتضررها بغیبته ولو قضی به حنفی لم ینفذ نعم لو امر شافعیا فقضی به نفذ فی رد المحتار تحت قوله وبتضررها والحاصل ان عند الشافعی اذا اعسر الزوج بالنفقة فلها الفسخ وکذا اذا غاب وتعذر تحصیلها علی ما اختاره کثیرون منهم وفیه بعد صفحة نعم یصح الثانی أی القضاء علی الغائب عند احمد کما ذکر فی کتب مذهبه وعلیه یحمل ما فی فتاوی قاری الهدایة حیث سئل عمن غاب زوجها ولم یترک لها نفقة فاجاب اذا اقامت بینة علی ذلک وطلبت فسخ النکاح من قاض یراه ففسخ نفذ وهو قضاء علی الغائب وفی نفاذ القضاء علی الغائب روایتان عندنا فعلی القول بنفاذه یسوغ للحنفی ان یزوجها من الغیر بعد العدة اه وفی رد المحتار قبیل کتاب الطهارة وادعی فی البحر ان المقلد اذا قضی بمذهب غیره او بروایة ضعیفة او بقول ضعیف نفذ اه اس واقعہ مین بھی مثل واقعہ جزو اول کے محض فتوے تفریق کے لئے کافی نہین بلکہ انضمام قضاء قاضی کی حاجت ہے پس جب کوئی حاکم مسلمان کہدے کہ مین نے فلان مرد اور فلان عورت مین تفریق کردی نکاح ٹوٹ جائیگا اور عدت طلاق اُسوقت سے شمار کرکے دوسرا نکاح کرسکتی ہے اور اگر ان دونون جزو مین یہ اشکال ہو کہ قاضی یعنی حاکم مسلم ہندوستان مین کہان سے آئے گا ان دشواریون کا انتظام ہو سکے تو جاننا چاہیے کہ در مختار کتاب القضاء مین مصرح ہی ویجوز تقلید القضاء من السلطان العادل والجائر ولو کافرا ذکره مسکین وغیره پس اسکی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ حکام انگریزی جو بااختیار ہون مہربانی کرکے

ان واقعات مین کسی مسلمان عالم کو فیصلہ کرنے کے پورے اختیارات ہین وہ عالم مسلمان بوجہ اختیارات ملنے کے بجائے قاضی کے ہوجائیگا اور اُس کے احکام ان واقعات مین نافذ ہوجائین گے اور یہ ضرور نہین کہ ایسے اختیارات ہمیشہ کے لئے دیئے جائین بلکہ خاص ان واقعون کے فیصلہ کردینے کا اختیار دینا کافی ہوگا اور ان فیصلون کے بعد یہ شخص معزول اور بے اختیار ہوجائیگا اور اگر سب مسلمان متفق ہوکر ہمیشہ کے لئے ایسے قضایا کے واسطے حکام سے درخواست کرکے کسی عالم کو مقرر کرلین تو ہمیشہ کے لئے مصیبت دفع ہوجائے (جواب سوال دوم)

فی الدر المختار باب الحضانة ولا خیار للولد عندنا مطلقا ذکرا کان او انثی خلافا للشافعی" قلت وهذا قبل البلوغ اما بعده فیخیر بین ابویه وان اراد الانفراد فله ذلک الی قوله لا تغیرهما فی رد المحتار تحت قوله لا تغیرهما فللاب ان یضمها الیه وکذا اللاخ والعم الضم اذا لم یکن مفسدا فان کان فحینئذ یضعها القاضی عند امرأة ثقة اه وزاد الزیلعی وکذا الحکم فی کل عصبة ذی رحم محرم منها اه وهذا الذی مشی علیه المصنف بعد پس صورت واقعہ مین جو بالغ ہے اُس پر تو بوجہ بلوغ کے باپ کا جبر نہین بلکہ اس اولاد کو اختیار ہے کہ ماں کے پاس رہے اور جو نابالغ ہے چونکہ یہ شخص ایسا ظالم ہے اور اس سے اولاد کو ضرر پہونچنے کا اندیشہ ہے لہذا نابالغ اولاد کو بھی نہین لے سکتا کذا یفهم من الروایات المذکورة واللہ اعلم ۲۶ جمادی الاولی ۱۳۲۵ھ

سوال۔ زید کو ہندہ کے ساتھ ایک عورت نے متہم کیا کہ زید رات مین روشنی گُل کرکے جس جگہ ہندہ سوتی ہے آتا ہے مگر عورت مذکورہ نے زید کو ہندہ کے ساتھ کسی فعل ناجائز کا مرتکب نہین پایا محض شبہہ بیان کیا جب زید کی لڑکی نے یہ بات سُنی عورت مذکورہ کو شور وغل سے باز رکھا اور خود لڑکی مذکورہ کو تشویش پیدا ہوئی کہ آیا زید واقعی ہندہ کے ساتھ کسی امر ناجائز کا مرتکب ہے یا عورت نے محض شک سے متہم کیا ہے اور لڑکی مذکورہ نے شک کی وجہ سے ہندہ کو لعنت وملامت کیا اور تاکید کیا کہ اب جب زید تیرے پاس شب کو آئے تو شور کر چنانچہ ہندہ نے ویسا ہی کیا کہ ایک روز باواز بلند کہا کہ دیکھو زید میرا پیر پکڑتا ہے اس آواز بے وجہ سے بنت زید کی آنکھ کھل گئی اور کیا دیکھا کہ زید ہندہ کے سونے کی جگہ سے ایک دو گز کے فاصلہ سے جارہا ہے جو کچھ ظاہری حالت تھی عرض کیا باقی باطنی حالت اللہ خوب جانتا ہے آیا ان واقعات معروضہ سے حرمت مصاہرة ثابت ہوگی یا نہین (واضح رہے کہ زید نابینا ہے) اور ابن زید کا نکاح ہندہ کے ساتھ درست ہوگا یا نہین خود زید نے ہی ہندہ کے ساتھ اپنے لڑکے عمرو کی منگنی بھی کیا ہے واضح رائے عالی ہو کہ عمرو بن زید اور باپ ہندہ کو ان واقعات کی خبر نہین اور نہ کوئی شخص خبر دینا چاہتا ہے کیونکہ اسمین بڑی بدنامی کا خوف ہے اور نہ کوئی گواہ معتبر موجود ہے سوائے بنت زید کے

کیونکہ جس عورت نے اولاً متہم کیا تھا اُسکا انتقال ہوگیا باقی رہی بنت زید فقط حرمت مصاہرۃ زنا سے امام شافعیؒ کے یہان ثابت نہین یہ قول امام شافعی صاحبؒ کا کیسا ہے۔

الجواب۔ اگر ہندہ اُسوقت نو سال سے کم تھی تب تو حرمت مصاہرۃ ثابت نہ ہوگی فی الدر المختار وبنت سنہا دون تسع لیست بمشتہاۃ بہ یفتی اور اگر نو سال کی یا زائد تھی تو زید سے اور ہندہ سے دریافت کیا جاوے اگر ایک بھی کہے کہ اُس وقت مجھکو شہوت تھی تو حرمت مصاہرۃ ثابت ہوگی فی الدر المختار وتکفی الشہوۃ من احدھما اور اگر دونون شہوت کے منکر ہون اور بجز مس قدم کے اور کوئی بات نہ ہوئی ہو تو حرمت مصاہرۃ ثابت نہوگی فی الدر المختار وفی المس لا تحرم مالم تعلم الشہوۃ اور اگر کوئی اور بات بھی مرد کے یا عورت کے بیان سے معلوم ہو تو اُس کے متعلق دوبارہ استفسار کرنا چاہیے اور امام شافعیؒ کے مذہب کی تحقیق کا یہ موقع نہین ہے

واللہ اعلم ۵ جمادی الاخری ۱۳۲۵ھ

سوال۔ ایک عورت کی عدت بیوگی ختم ہوچکی ہے الحال اُس کو آثار حمل نمودار ہین بعض کا یہ قول ہے کہ یہ حمل نہین بلکہ احتباس حیض کا عارضہ ہے اور اگر حمل فی الواقع ہے تو اسی شخص کا ہے جس سے نکاح اس عورت کا کرنا مقصود ہے اس حالت حمل یا شبہہ حمل مین اس مرد سے جس کا حمل تصور کیا جاتا ہے نکاح جائز ہے یا نہین۔

الجواب۔ فی الھدایۃ ویثبت نسب ولد المتوفی عنھا زوجھا ما بین الوفاۃ وبین السنتین واذا اعترفت المعتدۃ بانقضاء عدتھا ثم جاءت بالولد لاقل من ستۃ اشھر یثبت نسبہ وان جاءت بہ لستۃ اشھر لم یثبت بنا بر اس روایت کے اسمین تفصیل یہ ہے کہ دیکھنا چاہیے کہ اس عورت نے جس کا خاوند مر گیا ہے بعد گذرنے چار ماہ دس دن کے یہ بات زبان سے کہی ہے کہ میری عدت ختم ہوچکی یا یہ بات نہین کہی اگر کہی ہے تو بالفعل عدت کو ختم کہدیا جائیگا لیکن اگر انقضائے عدت سے چھ ماہ سے کم مین لڑکا ہوا تو یہ کہا جائیگا کہ یہ لڑکا مردہ کا ہے اور اس بناء پر اگر اس نے دوسرا نکاح کر لیا ہوگا تو اُس کو باطل کہا جائیگا البتہ اگر انقضائے عدت سے چھ ماہ کے بعد بچہ ہوگا تو اُس مردہ کا نہ کہا جاویگا اور اگر اُسنے دوسرا نکاح کر لیا ہوگا تو اُس کو صحیح کہا جائیگا اور اگر اُسنے یہ بات نہین کہی تو شوہر کی وفات سے دو برس کے اندر اندر یہ حمل اُسی کا قرار دیا جائیگا اور چونکہ معتدہ حکم منکوحہ مین ہے اور منکوحہ کا حمل شوہر ہی سے قرار دیا جاتا ہے خواہ واقع مین کیسا ہو اس لئے حکم بقاء عدت کی صورت مین اس کا اعتبار نہ کیا جائیگا کہ یہ دوسرے شخص کا حمل ہے اور اگر اسمین بیوہ سے مراد مطلقہ ہے تو دوبارہ سوال کرنا چاہیے فقط واللہ اعلم ۲ رجب ۱۳۲۵ھ

سوال۔ زید کی چار عورتین منکوحہ موجود ہین اپنے مکان دہلی سے بمبئی کو جا کر ایک یا دو عورت اور کرنا چاہتا ہے

اس صورت سے کہ اپنے آپ اکیلے خفیہ اپنی دو عورتوں کو جو مکان میں ہیں طلاق بائنہ غیر ثلاثہ کے دیتا ہے
اور عورتوں کو خبر نہیں کرتا بعد گذرنے عدت سے جو اپنے قیاس سے تخمیناً جان لیتا ہے کہ اب میری عورتوں
کی عدت ہوگئی ہے اُن دوسری دو عورتوں سے بمبئی میں نکاح کرتا ہے جب برس روز کے بعد مکان کو آتا ہے
تو بمبئی کی دونوں عورتوں کو خفیہ طلاق دیتا ہے اور مکان میں اگر مطلقات سے تجدید نکاح کرلیتا ہے کیونکہ طلاق
تو مطلقہ مغلظہ میں ہوتا ہے نہ غیر میں بعد کو جب بمبئی میں جاتا ہے تو ان عورتوں کو خفیہ طلاق بائنہ مادون ثلثہ
کے دے جاتا ہے اور بعد انقضاء عدت کے بمبئی والیوں سے نکاح کرلیتا ہے اور ہر دو نوں جانب کی عورت کو
خبر طلاق کی نہیں ہوتی بلکہ وہ جانتی ہیں کہ احتیاطاً تجدید ہوتی ہے ایسی صورت سے چار عورتوں سے زیادہ
اپنے تصرف میں رکھتا ہے تو زید کا یہ حیلہ فتوے میں کیسا ہے۔

الجواب۔ یہ حیلہ محض لغو و مہمل و باطل ہے نکاحاً بھی طلاقاً بھی عدۃً بھی اول تو اس لئے کہ نکاح میں حلت واقعیہ کے
لئے رضاء واقعی کی ضرورت ہے اور جب اُس مطلقہ کو معلوم ہی نہیں کہ میں انکار پر بھی قادر ہوں اور میرا انکار بھی موثر
ہے وہ رضا معتبر نہیں اور ثانی اس لئے کہ یہی طلاق مادون ثلثہ جب کئی بار میں تین تک پہونچ جاویں گی پھر
بدون حلالہ نکاح جدید کیسے کافی ہوگا اور ثالث اس لیے کہ عورتوں کی عدت اختلاف احوال کے اعتبار سے مختلف
ہوتی ہے مثلاً حمل میں وضع حمل اور رضاع میں بوجہ حیض نہ آنے کے مہینوں کی جگہ سال صرف ہوتے ہیں
پھر تخمین کیسے جائز ہے علاوہ اس کے خلوت بالاجنبیہ کے محذور سے بھی بچنا ممکن نہیں ہے غرض یہ عمل محض
اتباع خطوات شیطان ہے فقط ۱۳۲۵ھ

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے نکاح کیا اور وہ ایک دختر زینب ساتھ
لائی آیا زید کو جائز ہے کہ زینب سے نکاح کرلے یا جائز نہیں جو کچھ حق ہو بحوالہ قرآن مجید و حدیث شریف
وفقہ متین تحریر فرمائیں بینوا توجروا۔

الجواب۔ وبہ نستعین اصطلاح شریعت میں ایسی دختر کو ربیبہ کہتے ہیں اور ربیبہ کا نکاح دو شرطوں سے
جائز ہوتا ہے ایک شرط تو یہ ہے کہ اُس کی ماں سے جماع نہ کیا ہو دوسری شرط یہ ہے کہ اُسکی ماں نکاح سے
نکل گئی ہو خواہ ساتھ طلاق کے یا ساتھ موت کے یا ساتھ خلع کے اور اگر ان دو شرطوں میں سے ایک بھی مفقود
ہو تو نکاح جائز نہیں یعنی اگر اُس کی ماں سے جماع کرلیا ہو تو دختر سے نکاح جائز نہیں۔ قال اللہ تعالیٰ فی
الجزء الرابع وربائبکم اللاتی فی حجورکم من نسائکم اللاتی دخلتم بھن فان لم تکونوا دخلتم بھن فلا جناح علیکم

فی سنن الترمذی عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال ایما رجل نکح امرأۃ فدخل بہا فلا یحل لہ نکاح ابنتہا وان لم یدخل بہا فلینکح ابنتہا ۱۲ فی صحیح البخاری فی تفسیر قولہ تعالیٰ وربائبکم اللاتی فی حجورکم الخ عن ام حبیبۃ رضی قالت قلت یا رسول اللہ ہل لک فی بنت ابی سفیان قال فاعمل ماذا قلت تنکحہ قال اتحبین قلت لست لک بمخلیۃ واحب من شرکنی فیک اختی قال انہا لا تحل قلت بلغنی انک تخطب درۃ بنت ابی سلمۃ قال بنت ام سلمۃ قلت نعم قال لو لم تکن ربیبتی ما حلت لی ارضعتنی وایاہا ثویبۃ فلا تعرضن علی بناتکن ولا اخواتکن فی الدر المختار وحرم بالمصاہرۃ بنت زوجتہ الموطوءۃ اور اسی طرح اگر اُس کی ماں سے نکاح باقی رہا جب بھی دختر سے نکاح جائز نہین کیونکہ لازم آتا ہے جمع کرنا ماں اور بیٹی کا نکاح شخص واحد مین اور یہ حرام ہی بالاجماع پس اس بناء پر زید نے اگر ہندہ سے جماع نہ کیا ہو اور جماع کرنے سے پہلے زید کے نکاح سے نکل گئی ہو یا تو مرگئی ہو یا طلاق دیدی ہو یا خلع کرلیا ہو تو زینب سے نکاح جائز ہے اور اگر ہندہ سے جماع کرلیا ہو تو زینب سے نکاح جائز نہین خواہ نکاح ہندہ کا باقی رہا ہو یا نہین اور اسی طرح اگر ہندہ سے نکاح قائم رہا ہو جب بھی زینب سے نکاح جائز نہین خواہ ہندہ سے جماع کیا ہو یا نہین واللہ اعلم بالصواب الیہ المرجع والمآب۔

سوال ۔ زکوۃ میں تصریح ہو کہ ادا رزکوۃ کے وقت اگر نیت نہ کی ہو تو جب تک مال قبضہ فقیر مین باقی رہے زکوۃ کی نیت کرلینا جائز ہے کسی نے زوجہ کو مہر دیا لیکن دیتے وقت نیت نہ کی تو کیا اسی پر قیاس کرکے قیام مال فی ید ہا تک نیت جائز ہے اور نیت لاحقہ سے بھی مہر ادا ہوجائیگا یا پھر دینا پڑیگا۔

الجواب ۔ جب دینے کے وقت کچھ نیت نہین کی تو ظاہر ہے کہ یہ تملیک ہبہ ہوئی ادائی دین نہین ہوئی اور در مختار کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ ہدیہ ہونیکے بعد مہر نہین بنتا فی باب المہر منہ ولو بعث الی امرأتہ شیئا ولم یذکر جہتہ عند الدفع غیر جہۃ المہر کقولہ لشمع او حناء ثم قال انہ المہر لم یقبل قنیہ لوقوعہ ہدیۃ فلا ینقلب مہرا الخ قلت علتہ بوقوعہ ہدیۃ ووقوعہ ہدیۃ یکون بالذکر قضاءً وبلا ذکرہ دیانۃ فلما لم یکونہ عن المہر وکان کونہ مہرا متوقفا علی ہذہ النیۃ دیانۃ وقع ہدیۃ فلا ینقلب مہرا بخلاف زکوۃ کے کہ خود زکوۃ بھی تبرع ہو اور ہدیہ بھی تبرع یہان تبرع کا انقلاب غیر تبرع کی طرف لازم نہین آتا اسلیے زکوۃ ادا ہوجائیگی اور مہر ادا نہ ہوگا فقط واللہ تعالے اعلم ۸ ار ربیع الاول

سوال ۔ ایک شخص نے بذریعہ کسی اجنبیہ محرمہ کے رمضان مین جلق کرایا اب وہ شخص زانی کہلائیگا یا نہین اور اس عورت کے اصول و فروع اس کے حق مین کیا ہے اور اُس کے روزہ کا کیا حکم ہے؟۔

الجواب ۔ زنا کی تعریف مین ادخال الذکر قدر الحشفۃ داخل ہی کما فی الدر المختار اس لئے یہ زنا حقیقی تو

وطی بالشبہ و ارتداد و تعدد عقر

نہیں ہے البتہ مقدمات زنا کو حدیث میں زنا فرمایا گیا ہے یعنی یہ حکماً زنا ہے یعنی گناہ میں مشابہ زنا کے ہے اور چونکہ مس بالشہوۃ سے اس کے اصول و فروع سب حرام ہوجاتے ہیں اس لئے یہ حکم ثابت ہوجاویگا۔ البتہ اگر انزال ہو تو حرمت ثابت نہ ہوگی۔ کما فی الدر المختار واصل ممسوسۃ بشہوۃ واصل ماسۃ وفروعہن وفیہ ایضاً فلو انزل مع مس او نظر فلا حرمۃ وبہ یفتی اور روزہ فاسد ہوجاویگا اور صرف قضا لازم آئیگی فی الدر المختار اذا استمنی بکفہ الی قولہ کذا فقط۔

سوال۔ زید کا نکاح بوجہ ارتداد زوجہ و اجراء کلمۂ کفر فسخ ہوگیا قبل تجدید نکاح اندرون عدۃ جو وطی ہوئی وہ وطی بالشبہ ہے یا محض زنا اور عقر دینا پڑے گا یا نہ اگر دینا پڑے گا تو کتنا اگر کئی مرتبہ اتفاق ہوا تو کیا ہر وطی کے عوض عقر ہے۔

الجواب۔ فی عالمگیریۃ ارتدت المرأۃ والعیاذ باللہ وحرمت علیہ او حرمت بجماع امہا او ابنتہا او بمطاوعۃ ابن الزوج ثم جامعہا وقال علمت انہا علی حرام لاحد علیہ۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ وطی حرام بالشبہ ہے ورنہ حد واجب ہوتی رہا عقر کا تو حد اور تعدد سو ظاہر اً تعدد معلوم ہوتا ہے فی العالمگیریۃ الاصل ان الوطی متی حصل عقیب شبہۃ الملک مراراً لم یجب الا مہر واحد لان الوطی الثانی صادف ملکہ ومتی حصل الوطی عقیب شبہۃ الاشتباہ مراراً یجب بکل وطی مہر علیحدۃ لان کل وطی صادف ملک الغیر۔ سو ظاہر ہے کہ یہاں ملک کا مطلق شبہ نہیں ہے ایضاً فی العالمگیریۃ ولو وطی المعتدۃ عن الطلقات الثلث وادعی الشبہۃ قیل ان کانت الطلقات الثلاث جملۃ فظن انہا لم تقع فہذا ظن فی موضعہ فیلزمہ مہر واحد وان ظن ان الطلقات واقعۃ لکن ظن ان وطیہا حلال فہذا الظن فی غیر موضعہ فیلزمہ بکل وطی مہر کذا فی الخلاصۃ اور ظاہر ہے کہ مرتدہ میں کوئی وجہ مجتہد فیہ حل کی نہیں لہذا یہ مشابہ مطلقہ ثلثاً مظنونہ وقوع الثلث کی ہے لہذا مثل اُسکے عقر متعدد ہوگا اور عقر کی تفسیر میں جو اختلاف ہے مشہور کتب فقہ میں مذکور ہے۔ ۲۰ ربیع الاول ۱۳۲۱ھ

نکاح منکوحۂ مفقود الخبر

سوال۔ ایک عورت محتاج مفلسہ نوعمر کا شوہر مدۃ سے مفقود الخبر ہے اور کسیطرح بدون زوج زندگی بسر کرنے کی صورت نہیں معلوم ہوتی زمانہ کا حال ظاہر ہے ایسے مخمصہ کی حالت میں اس کے لئے دوبارہ نکاح ثانی کا کیا حکم ہے۔

الجواب۔ گو بعض علمانے شافعی و مالک رحمہما اللہ کے قول پر عمل کرنے کی اجازت دی ہے مگر راقم کے تجربہ میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو چھوڑنے میں بہت فساد پائے گئے ہیں اس لئے میرے نزدیک

حسب فتوے امام صاحب کے نکاح ثانی قبل مدۃ معینہ[1] جائز نہین فقط واللہ اعلم۔

سوال۔ زید صدیقی شیخ ہے اُسنے ایک شخص کے بیان پر اپنی لڑکی نابالغہ کا نکاح عمرو ایسے شخص سے کردیا ہے جو رنڈی زادہ ہے اور اُسنے اب اپنے پیشہ سے توبہ کر لیا ہے اور اپنی بہنون کا نکاح کردیا ہے دریافت کے بعد نکاح ہوجانے پر یہ حالات معلوم ہوئے جس شخص نے شریف بیان کیا تھا وہ بھی اقرار کرتا ہے کہ واقعی ہمسے غلطی ہوئی اور غلط بیان کیا گیا علاوہ برین نسلاً عمرو عجمی بھی ہے بینوا بسند الکتاب توجروا یوم الحساب

الجواب۔ سوال مین یہ تصریح نہین کہ اس شخص کی مان جو رنڈی تھی اُسنے کسی سے نکاح کرلیا تھا جس سے یہ شخص پیدا ہوا یا بے نکاح ہوا ہے اور اگر نکاح بھی ہوا تو وہ شخص کیسا تھا اُس کا کیا نسب تھا دوسرے یہ تصریح نہین کہ نکاح کی گفتگو مین آیا اُس شخص نے اپنی نسب کے باب مین کچھ غلط بیان کیا تھا یا یہ کہ سکوت کیا تھا بہر حال اگر اِس شخص یعنی رنڈی زادہ نے کوئی بیان غلط نہین کیا صرف سکوت کیا تھا اور اولیائے منکوحہ کو ناواقفی سے دھوکہ ہوا ہے جیسا ظاہر سوال کی عبارت سے یہی معلوم ہوتا ہے تو اس صورت مین وہ نکاح صحیح ولازم ہوگیا اب فسخ نہین ہوسکتا البتہ اگر شوہر طلاق دیدے اور بات ہے فی العالمگیریہ وان کان الاولیاء ھم الذین باشروا عقد النکاح برضاھا ولم یعلموا انہ کفوا وغیر کفو فلا خیار لواحد منھما واما اذا شرط الکفاءۃ او اخبرھم بالکفاءۃ ثم ظھر انہ غیر کفو کان لھم الخیار جلد ثانی صفحہ ۱۷ واللہ اعلم سلخ ربیع الثانی سنہ ۱۳۲۱

سوال۔ شخصے از چند سال مفقود شدہ خبرے از پیغام ونامہ نمی آید وزندہ ومردہ مطلق نیست وجوان بود وزنے جوان دارد آن زن جوان در جوش جوانی ایمان را برباد میدہد وعزت اقوام بخاک میریزد وفتور کمال در مسلمانان می اندازد صورۃ نکاح این زن بشرع نبوی در مذہب مایان می تواند شد۔

الجواب۔ مسئلہ مجتہد فیہ است اگر قاضی کہ مولی از سلطان باشد یا از عامہ مسلمین بر مذہب شافعی ومالک بعد چار سال حکم بموت مفقود وفسخ نکاح زن کند نکاح فسخ شود از ان پس چار ماہ ودہ روز از عدت گذرانیدہ نکاح جائز ست وبدون قضا فسخ نتوان شد ونکاح ثانی جائز نیست ۱۰ رجب سنہ ۱۳۲۱ھ

سوال۔ زید درد پسلی وپھیپڑے مین جسکو نمونیا یعنی مرض ذات الجنب کہتے ہین مبتلا تھا اور اوٹھ بیٹھ چل پھر نہین سکتا تھا بلکہ معطل الحواس تھا اُسکے مختار وسربراہ کار نے ایسی حالت مین اپنی لڑکی ہندہ کے ساتھ اسکا نکاح پڑھوا دیا اور بعوض مہر کے تمام جائداد زید کی زبانی طور پر دیدیا جانا مشہور کیا اس نکاح مین زید کے

---

[1] یعنی نوے سال جب زوج کی عمر ہو جائے اور وہ بھی بشرط قضاء قاضی ۱۲ منہ

خاص قرابتدار نزدیکی کوئی موجود نہ تھے یہان تک کہ مان وچچازاد بھائی وغیرہ بھی شریک نہ تھے نہ کسی کو اطلاع
دیگئی تھی اور جائداد پدری بھی زید کی ہے - بعد نکاح کے زید اس بیماری سے اچھا ہو کر ایک سال زندہ رہکر
فوت ہوگیا مگر اپنی حیات مین اُسنے نہ تو رخصت کرایا اور نہ ہندہ کو اپنے گھر بُلایا نہ جائداد کا انتقال باضابطہ کیا
نہ سرکاری دفتر مین نام لکھوایا نہ خلوت صحیحہ ہوئی نہ زفاف ہوا - بعد مرنے زید کے ہندہ کل جائداد کے دلاپانے
کی نالش کرتی ہے جو دائرعدالت ہے اب امر دریافت طلب یہ ہے آیا نکاح بحالت مرض مہلک جائز ہے؟ اور
بالعوض مہر کے کل جائداد اسطرح پر بلا مرضی دیگر ورثا منتقل ہوسکتی ہے جبکہ زفاف اور خلوۃ صحیحہ مین کلام ہے
تو ایسی حالت مین ہندہ ترکہ پاسکتی ہے؟ یہ کہ اگر مہر بخشدیا گیا ہو تو کیا میراث کی حقدار ہندہ ہوسکتی ہے؟-

الجواب - فی الدر المختار وفی المختار انہ (ای مرض الموت) ماکان الغالب منہ الموت وان لم یکن صاحب فراش
(وفیہ) لابد ان یکون المرض الذی طلقھا فیہ مرض الموت فاذا صح تبین انہ لم یکن مرض الموت (وفیہ) ومالزمہ
(ای المریض مرض الموت) فی مرضہ بسبب معروف (الی قولہ) والسبب المعروف کنکاح مشاھد ان بمہر المثل اما
الزیادۃ فباطلۃ وان جاز النکاح عنایہ (وفیہ) صدرت (ای صیغۃ النکاح) عن قصد (الی قولہ) فیصح بہ (وفیہ)
ویجب الاکثر منھا (ای العشرۃ) ان سمی الاکثر ویتاکد عند وطی او خلوۃ صحت او موت احدھما ویجب نصفہ بطلاق
قبل الوطی او خلوۃ (وفیہ فیفرض للزوجۃ فصاعدا الثمن مع ولد او ولد الابن والربع لھا عند عدمھا وفی رد المحتار ولیس
منہ مالو تزوجھا علی عبد الغیر لوجوب قیمتہ اذا لم یجز مالکہ الی قولہ کالمھر المثل ج ۲ ص ۴۸۸ ۵ روایات مذکورہ سے معلوم
ہوا کہ اگر مرض مذکور مین زید کے اتنے حواس بھی باقی نہ تھے کہ جس سے وہ یہ سمجھ سکتا کہ مین منہ سے کیا کہہ رہا
ہون یعنی ایسا بدحواس تھا کہ اُسکو یہ بھی خبر نہین کہ مین منہ سے کیا کہہ رہا ہون تب تو یہ نکاح ہی نہین ہوا اس لیے
نہ مہر واجب ہوگا نہ میراث اور اگر اسقدر حواس باقی ہین کہ جب اُس سے قبول نکاح کے لئے کہا گیا تو اُسنے اپنے ارادہ
وقصد سے قبول کیا گو تامل اور فکر کی اُسکو مہلت وفرصت نہین ہوئی تو اس صورت مین نکاح درست ہوگیا اور
چونکہ وہ اس مرض سے اچھا ہو کر ایک سال تک زندہ بھی رہا لہذا وہ مرض الموت نہین رہا اس لئے تمام اپنی جائداد
مملوکہ مہر مین ٹھہرانا صحیح ہوگیا پس اگر وہ جائداد کل اُسی کی مملوک ہے تو پوری جائداد مہر مین ہوجائیگی گو وہ جائداد پدری ہو اور
اگر اُس جائداد مین اور بھی کوئی شریک ہے مثلاً زید کے باپ کا کوئی اور وارث بھی ہے اور اس جائداد مین وہ شریک ہے تو اُسکا حکم یہ ہے کہ
جسقدر جائداد مملوکہ زید کی ہے وہ مہر مین ہو جاویگی اور جسقدر اسمین دوسرے کی ہے اور وہ بھی مہر مین لگادی گئی ہے اُسکی مالیت وقیمت کی مقدار
زید کی دوسری اشیاء وترکہ سے تکمیل کیجائیگی اور چونکہ زید مرگیا اس لئے کل مہر ثابت ہوگیا اگرچہ خلوت صحیحہ نہین ہوئی کیونکہ موت

سے کچھ مہر مؤکد ہو جاتا ہے پس خلاصہ جواب یہ ہوا کہ اگر اتنا ہوش تھا کہ اپنے قصد سے نکاح قبول کیا ہے تو وہ نکاح درست ہو گیا اور کل جائداد مہر مین آگئی اور اس صورۃ مین خلوۃ صحیحہ کی کوئی ضرورت نہین لیکن یہ سب اُس وقت ہے جب نکاح اور مہر عادل گواہوں سے ثابت ہو گو زید کے اعزہ موجود نہون اور گو وہ رضامند نہون اور گو عدالت مین باضابطہ اسکی تحریر و تکمیل نہوئی ہو اور گو زید نے کبھی رخصت کرانے کی استدعا نہ کی ہو کیونکہ شریعت مین یہ امور شرط نہین ہین وہذا ظاہر اور مہر ایک دین ہے جو مستقل حق ہے اور میراث جداگانہ مستقل حق ہے ایک حق کے معاف کر دینے سے دوسرا حق ساقط نہین ہوتا لہذا مہر بخش دینے پر بھی میراث ملیگی فقط

۲۸ رجب ۱۳۲۱ھ ہجری نبوی صلعم۔

سوال۔ ہندہ زید کی مزنیہ کی فرع ہے جسکا باپ عمرو ہے زید کا نکاح اُسی سے جائز ہے یا نہین بعض علماء نے فتوی دیا ہے کہ جائز نہین ہے کیونکہ حنفیہ کے نزدیک زنا سے حرمت مصاہرۃ ثابت ہو جاتی ہے لیکن زید کہتا ہے کہ اگر ہندہ سے میرا نکاح ہو جائے تو مین تمام کبائر سے جنمین اب مبتلا ہون تائب ہو جاؤنگا ایسی صورت مین اگر اور کسی امام کے مذہب پر جنکے نزدیک زنا موجب حرمت مصاہرۃ نہو عملدرآمد کیا جائے تو درست ہے یا نہین؟

الجواب۔ چونکہ ترک تقلید شخصی بلا ضرورت شدیدہ بدلائل صحیحہ ناجائز ثابت ہو چکی ہے اور زید کا یہ عذر حد ضرورت شدیدہ مین داخل نہین لہذا حنفی کو اس باب مین دوسرے مذہب پر عمل کرنا جائز نہین اور یہ عجب بات ہے کہ اگر اسکی اجازت ہو جائے تو سب کبائر سے توبہ کر لون اول تو یہ خود کبیرہ ہے پس یہ کہنا ایسا ہے کہ اگر رشوت کی اجازت ہو جائے تو سود سے توبہ کر لون دوسرے توبہ کر لیگا تو کسپر احسان ہے اور نہین کرے گا تو کسکا نقصان ہے معاذ اللہ یہ تو گویا شریعت پر دباؤ ڈالنا ہوا سو عمل بالشرع اپنی فلاح کے لئے ہے شرع مستغنی محض ہے فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر۔ یمنون علیک ان اسلموا تیسرے اگر اُسوقت بھی توبہ نہ کرے تو کوئی کیا کر لیگا نفع موہوم کے لئے یقینی ضرر کی اجازت دیکر کیون وبال مین گرفتار ہو فقط ۱۰ر شعبان ۱۳۲۱ھ

سوال۔ مسماۃ ہندہ کے ولیون نے نکاح اُسکا زید کے ساتھ کر دیا درحالیکہ یہ دونون جوان اور بالغ تھے زید رجولیت سے خارج تھا دو سال ہندہ نے بتقاضاء شرم و حجاب اس امر کو پوشیدہ رکھا اس کے بعد یہ راز سربستہ فاش ہوا اور ہندہ کے ولیون نے زید اور اُسکے ولیون سے خلع کی درخواست کی اُنھون نے علاج کی غرض سے دو دو چار چار اور چھ چھ مہینے کی کتنی ہی مہلتین لین اور زید نے دور دور مقامات مین نامی اور حاذق طبیبون کے پاس جاکر علاج کیا پورے چار سال مہلت اور علاج مین گذرے اور کچھ سود نہوا مسماۃ ہندہ اور اُسکے ولیون نے یک لخت

مدت چھ سال صبر کیا اب اُن کو یارائے صبر مزید باقی نہین وہ بے طلاق چاہتے ہین اور زید اور اُ بکے ولی اب بھی طلاق دینے سے گریز کرتے ہین ایسی صورت مین علماء دین اور مفتیان شرع کیا ارشاد فرماتے ہین بینوا توجروا ؟-

الجواب - چونکہ انکار طلاق کیوقت حاکم شرعی کی تفریق کی ضرورت پڑتی ہے اور وہ اس ملک مین نہین ہے لہذا تفریق کی دو صورتین ہوسکتی ہین یا تو شوہر طلاق دیدے یا دونون زن وشوہر برضامندی کسی عالم یا فہیم کو اپنی طرف سے اس مقدمہ مین حکم مقرر کرکے اُسکے روبرو پیش کرین اور وہ اگر عالم ہو تو خود موافق قواعد شرعیہ اور اگر عالم نہو تو کسی عالم سے اُس کا طریقہ دریافت کرکے اُسی کے موافق دونون مین تفریق کرادے البتہ اگر کوئی مسلمان حاکم جو منجانب گورنمنٹ مامور ہو اور ایسے معاملات کے قانوناً اسکو اختیارات دیئے گئے ہون بعد رجوع نالش کسی عالم سے تفریق کا شرعی طریقہ دریافت کرکے بلا رضامندی شوہر بھی تفریق کردے وہ تفریق بھی مثل تفریق قاضی کے معتبر ہے اور اگر شوہر نہ طلاق دے نہ دونون برضا خود کسی کو حکم ٹھہراوین نہ کوئی مسلمان حاکم اس قسم کا میسر ہو تو عورت یا اُسکے اولیا بجز صبر کے کچھ نہین کرسکتے والروایات المثبتۃ لماذکر ہذہ فی الدر المختار فان وطی مرۃ فیھا والا بانت بالتفریق من القاضی ان ابی طلاقھا بطلبھا وھو علی التراخی لا الفور فلو وجدتہ عنینا او مجبوبا ولم تخاصم زمانا لم یبطل حقھا وکذا لو خاصمتہ ثم ترکتہ مدۃ فلھا المطالبۃ ولو ضاجعتہ تلک الایام خانیہ وفی الدر المختار کتاب المفقود وفی واقعات المفتی لقدری افندی معزیا للقنیۃ انہ انما یحکم بموتہ بقضاء لانہ امر محتمل فما لم ینضم الیہ القضاء لا یکون حجۃ اھ وفی الدر المختار ویجوز تقلد القضاء من السلطان العادل والجائر ولو کافرا ذکرہ مسکین وغیرہ الخ وفی الدر المختار ھو ای التحکیم تولیۃ الخصمین حاکما یحکم بینھما وفیہ فان حکمہ لزمھما ولا یتعدی الی غیرھما واللہ اعلم ۶ رمضان المبارک ۱۳۲۱ھ

سوال - کسی کے چار بیبیان موجود ہون اور وہ خلاف حکم شرعی پانچوان عقد کرے تو یہ فعل اسکا لغو اور ایک بیہودہ فضول حرکت ہوگی اور نکاح نہوگا یا نکاح ہوجائے گا مگر بی بی سے صحبت حرام ہوگی اس بنا پر اُسکی چار بیبیون مین سے اگر کوئی مرگئی یا کسی کو طلاق دیدیا تو بدون تجدید عقد کے صحبت جائز ہوجائے گی یا اُس کو تجدید عقد کرنا چاہیے ؟-

الجواب - یہ پانچوان عقد باطل محض ہے منعقد ہی نہوگا لہذا بعد وفات یا طلاق ایک زوجہ کے اس سے تجدید عقد کی ضرورت ہوگی نکاح سابق کافی نہ ہوگا ۱۵ شوال ۱۳۲۱ھ

سوال - ایک عورت اپنے مرد سے چھپکر دوسرے مرد کو لیکر دوسری جگہ چلی گئی اور اُسکے ساتھ نکاح کرلیا چندروز کے بعد اُس عورت کو اُسکے مرد نے تلاش کرنے سے پایا اپنے مکان پر لایا اب وہ عورت اُس بُرے فعل سے توبہ کرتی ہے اب وہ مرد کسطرح رکھ سکتا ہے نکاح پھر کرنا چاہیئے یا بغیر نکاح رکھنا چاہیے اور اُسکے واسطے کیا کفارہ ہے جیسا شرع شریف سے حکم ہو عمل مین لایا جاوے ؟

الجواب - چونکہ بدفعلی سے نکاح نہین ٹوٹتا اور غیر شوہر سے جو نکاح کرلیا تھا وہ نکاح بھی صحیح نہین ہوا اس لئے شوہر اول کا نکاح باقی ہے پس اب اُسکو پھر نکاح کرنے کی ضرورت نہین بغیر تجدید نکاح اپنی بی بی کو رکھسکتا ہو اور اس گناہ کا کفارہ صرف توبہ خالصہ ہے کہ جو حقتعالے کے روبرو خوب عاجزی اور پشیمانی سے عذر کرے اور آیندہ پختہ عہد کرے کہ ایسی حرکت نہ کرے البتہ اسی شوہر کے لئے مستحب ہے کہ جب سے وہ عورت اُس غیر مرد کے پاس سے علیحدہ ہوئی ہے اُسوقت سے جب اُسکو حیض آچکے تب اُس سے صحبت کرے لیکن اگر حیض آنے کا انتظار نہ کرے تب بھی گناہ نہین صرف بہتر ہے فی الدر المختار وکذا لاعدة لو تزوجها امرأة الغیر ووطئها عالماً بذلك وفی نسخ المقن ودخل بھا ولا بد منہ وبہ یفتی ولھذا یحد مع العلم بالحرمة لانہ زنا والمزنی بھا لاتحرم علی زوجھا وفی شرح الوھبانیة لو زنت المرأة لایقربھا زوجھا حتی تحیض لاحتمال علوقھا من الزنا فلا یسقی ماءہ زرع غیرہ فلیحفظ لغرابتہ اھ وفی رد المحتار قولہ والمزنی بھا لاتحرم علی زوجھا فلہ وطیھا بلا استبراء عندھما وقال محمد لا احب لہ ان یطأھا مالم یستبرأھا کما مر فی فصل المحرمات قولہ فلیحفظ لغرابتہ امر بحفظہ لا لیعتمد بل لیجتنب بقرینة قولہ لغرابتہ ای قولہ فقد ظہر بما قررناہ الفرق بین جواز وطی الزوجة اذا رأھا تزنی وبین عدم جواز التی تزوجھا وھی حبلی من زنا فاغتنمہ اھ البتہ اگر اُس دوسرے غیر مرد کو خبر نہ ہوتی کہ یہ عورت کسی کی منکوحہ ہے اور پھر اُس سے نکاح کرلیتا تو اس صورة مین گو اس شوہر اول کو دوسرے نکاح کی ضرورت تو نہوتی لیکن اگر یہ دوسرا غیر مرد صحبت کرتا پھر یہ عورت اس شوہر اول کے پاس آتی تو اُسکو تین حیض آنے کے بعد صحبت درست ہوتی فی الدر المختار عقیب القول المذکور بخلاف ما اذا لم یعلم حیث تحرم علی الاول الا ان تنقضی العدة وفیہ ایضاً والموطوءة بشبھة ومنہ تزوج امرأة الغیر غیر عالم بحالھا الی قولہ ولم یکتف بحیضة احتیاطا اھ ھذہ العبارات کلھا فی باب العدة　۱۴ ذی الحجہ ۱۳۲۱ہجری -

حکم زن مفقود الزوج

سوال - زید عرصہ تیس یا پینتیس سال کا ہوا اپنے شہر سے چلا گیا اُس درمیان مین اکثر بلاد مثل بمبئی وحیدرآباد سے حیات زید کی خبر لوگون کی زبانی دریافت ہوتی رہی مگر عرصہ بارہ یا تیرہ برس سے کسی مقام سے خبر زید کی حیات وممات زبانی ونیز کتابت کسی شخص کے معلوم نہین ہوئی باوجودیکہ ہمارے شہر کے اشخاص اکثر بلاد وامصار مین بغرض

تجارت عطر موجود ہین اب عرصہ تین سال کا گذرا ہی کہ زید کی زوجہ نے عقد عمرو سے کرلیا لہذا گذارش ہے کہ
ازروئے شرع یہ عقد جائز ہے یا نہین کیونکہ یہ عقد خلاف مذہب احناف ہے اگر یہ عقد جائز ہے توکیونکر جائز ہی
مع ادلہ تحریر فرمائیے گا کیونکہ یہان برادری مین نزاع واقع ہے اور اگر زید مفقود الخبر آجائے تو اُس کی زوجہ کا
کیا کیا جائے بینوا بسند الکتاب توجروا عند اللہ بحسن المآب۔

الجواب۔ علاوہ اسکے کہ یہ مذہب حنفی کے خلاف ہے ایک خرابی اور کمی اس مین یہ ہے کہ محض کسی مدت کا
گذر جانا مفقود کے حکم بالموت کے لئے کافی نہین تاوقتیکہ حاکم شرعی حکم بالموت نہ کرے اُس کے بعد عدت گذار کر
نکاح ہوسکتا ہی۔ فی الدر المختار قلت وفی واقعات المفتیین لقدری افندی معزیا للقنیۃ انہ انما یحکم بموتہ بقضاء
لانہ امر محتمل فمالم ینضم الیہ القضاء لا یکون حجۃ اھ اس لئے یہ دوسرا نکاح صحیح نہین ہوا البتہ اگر کسی مسلمان حاکم
کے اجلاس مین گو وہ انگریزی ملازم ہو یہ مقدمہ پیش کیا جائے اور وہ کسی عالم سے فتوی لیکر کہدے کہ وہ مفقود
مرگیا اس لئے مین اُسکا نکاح اس عورت سے توڑتا ہون اب عدت وفات کی پوری کرکے اُس کو دوسرا
نکاح درست ہے اور اس کے بعد بھی اگر شوہر اول آجائے گا تو وہ عورت اُسی کو واپس دیجائے گی۔ فی رد المحتار
قال ثم بعد رقمہ رأیت المرحوم ابا السعود نقلہ عن الشیخ شاہین ونقل انہ زوجۃ لہ والاولاد للثانی اھ ۲۱ ذوالحجہ سنہ ۱۳۲۱ھ

سوال۔ ماموں کی بیوی اور بیٹے کی بیوی سے بعد طلاق یا وفات کے نکاح درست ہے یا نہین اور نیز بھانجے
کی بیوی اور بھتیجے کی بیوی سے بعد طلاق یا وفات نکاح درست ہے یا نہین۔

الجواب۔ ماموں کی بیوی سے بعد طلاق یا وفات نکاح درست ہے اور بیٹے کی بیوی سے نکاح باطل و حرام
ہے اور بھانجے کی بیوی اور بھتیجے کی بیوی سے بھی نکاح حلال ہے فی الدر المختار وزوجۃ اصلہ وفرعہ مطلقا اھ
قلت والخال وابن الاخ وابن الاخت لیسوا باصول ولا فروع فقط واللہ اعلم ۲۲ ذی الحجہ سنہ ۱۳۲۱ھ

کتاب الرضاعۃ

سوال۔ زید نے اپنی بہن حقیقی ہندہ کا دودھ مدت رضاعۃ مین پیا ہے اب زید چاہتا ہے کہ اپنی لڑکی کا
عقد ہندہ کے لڑکے کے ساتھ کرے اور یہ لڑکا ہندہ کا جسکے ساتھ زید اپنی لڑکی کا عقد کرنا چاہتا ہے ہندہ کا وہ
لڑکا نہین ہے جسکے ساتھ زید نے ملکر ہندہ کا دودھ پیا ہی بلکہ ہندہ کا یہ دوسرا لڑکا ہی تو یہ نکاح شرعا کیسا ہے؟

الجواب۔ ہندہ کا یہ لڑکا اس زید کی لڑکی کا رضاعی چچا ہے اور مثل حقیقی چچا کے حرام ہے لہذا یہ نکاح حرام ہی

اور زید کے ساتھ دودھ پینے نہ پینے کو اسمین کچھ دخل نہین۔ ۱۵ر شوال ۱۳۲۱ھ

حرمت نکاح با فروع اخت رضاعیہ

سوال۔ ایک عجوزہ نے بعد سن ایاس وانقطاع حیض ونفاس وغیرہ کے یعنی بعد ساٹھ برس کے اپنی ایک بیٹی کے فرزند شیرخوار کو گود مین لیا اور اُس کی پرورش کرنے لگی قدرت خدا سے اتفاقاً اُسکے پستان مین دودھ پیدا ہوگیا اور اُس فرزند شیرخوار نے پیا اور اُسی عجوزہ کی دوسری بیٹی کی ایک دختر یعنی نواسی ہے سوال یہ ہے کہ اس دوسری بیٹی کی دختر کا نکاح اُس فرزند رضیع کے ساتھ (جو کہ اس نواسی کی نانی کا اخ رضاعی ہوا) ہوسکتا ہے یا نہین۔

الجواب۔ یہ دوسری بیٹی کی دختر اُس فرزند رضیع کی اخت رضاعی کی فروع مین سے ہے اور اخت کے فروع اور فروع الفروع اخ پر سب حرام ہین اور اس قرابت کی حرمت مین نسب و رضاع کا ایک حکم ہے لہذا انمین نکاح نہین ہوسکتا اور ارضاع مین آئسہ غیر آئسہ برابر ہین فی الدر المختار باب الرضاع ھو مص من ثدی آدمیۃ ولو بکرا او میتۃ او آئسۃ فی رد المحتار قولہ او آئسۃ ذکرہ فی النھر اخذا من اطلاقھم قال وھو حادثۃ الفتوی واللہ اعلم۔ ۷ر شعبان ۱۳۲۲ھ

عدم اعتبار قول یک عورت در شہادت ارتضاع

سوال۔ ایک عورت نے اپنے داماد سے بچپن کی شیرخواری کا دعوی کیا اور اُس کی صرف دو عورتین شاہد ہین اور کوئی نہ مرد گواہ ہے نہ کوئی عورت بلکہ اکثر مرد و عورت یہ کہتے ہین کہ ہم ضامن ہین کہ اس نے شیرخواری نہین کی ہے۔

الجواب۔ فی الدر المختار وشرط العدالۃ فی الدیانات کالخبر عن نجاسۃ الماء فیتیمم ان اخبر بھا مسلم عدل فی رد المحتار فی الدیانات ای المحضۃ در احترز بہ عما اذا تضمنت زوال الملک کما اذا اخبر عدل ان الزوجین ارتضعا من امرأۃ واحدۃ لاتثبت الحرمۃ لانہ یتضمن زوال ملک المتعۃ فیشترط العدد والعدالۃ جمیعا اھ ج ۵ صفحہ ۱۲۳۹ اس روایت سے ثابت ہوا کہ صورت مسؤلہ مین اس عورت کا بیان کافی نہین بلکہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتین معتبر شاہد ہون تب معتبر ہے فقط واللہ اعلم یکم صفر ۱۳۲۵ھ

جواز نکاح با اخت نسبیہ برادر رضاعی

سوال۔ مسماۃ ہندہ کی دو لڑکیان مسماۃ کلثوم ومسماۃ زینب ہون اور مسماۃ راویہ کے ایک لڑکا مسمے زید ہے اور مسماۃ کلثوم اور زید برادر رضاعی اس طرح پر ہون کہ مسماۃ کلثوم نے مسماۃ راویہ کا دودھ پیا ہو تو زید کا عقد ساتھ زینب کے جائز ہوگا یا نہین۔

الجواب۔ صورۃ مسؤلہ مین زینب زید کی رضاعی بہن یعنی کلثوم کی نسبی بہن ہے اس لئے نکاح جائز ہے فی الدر المختار وتحل اخت اخیہ رضاعا یصح اتصالہ بالمضاف کان یکون لہ اخ نسبی ولہ اخت رضاعیۃ وبالمضاف الیہ کان یکون لاخیہ رضاعا اخت نسبا وبھما وھو ظاھر اھ ۲ ربیع الثانی ۱۳۲۵ھ

ایضاً

سوال۔ زید ایک لڑکے نے دودھ پیا مسماۃ ہندہ کا اور مسماۃ مذکورہ نے دودھ پلایا ایک لڑکے مسمی عمرو کو

اور عمرو کی مان نے دودھ پلایا ایک لڑکی مسماۃ معصومہ کو اب یہ سوال ہے کہ آیا مناکحت مابین معصومہ وزید کے جائز ہے یا بوجہ رضاعت کے کسی قسم کا شبہہ ناجواز کا ہے۔

الجواب۔ مناکحۃ مابین معصومہ وزید کے جائز ہے فی الدر المختار وتحل اخت اخیہ رضاعا یصح اتصالہ بالمضاف الیہ اوبھما اھ ملخصا ۱۸ شوال ۱۳۲۵ھ

سوال۔ ہندہ وزینب دونون حقیقی بہن ہین اور زید وعمرو دونون باپ اور بیٹے حقیقی دونون کا نکاح زینب اور ہندہ سے جائز ہے یا نہین۔

الجواب۔ جائز ہے فقط واللہ اعلم ۱۳۲۵ھ

سوال متعلق سوال بالا۔ اور ان دونون سے لڑکا اور لڑکی پیدا ہوئے ان دونونکی شادی ہوسکتی ہی یا نہین۔

الجواب۔ حرام[1] ہے ۱۳۲۵ھ

کتاب الطلاق والعدۃ

سوال۔ علماء دین اس مسئلہ مین کیا فرماتے ہین کہ تین بھائی ہین مثلاً ایک زید ایک عمرو ایک احمد سب سے بڑا بھائیون مین زید ہے زید نے عمر کو مارا چھوٹے بھائی کو بہت بیجان کردیا منجھلے بھائی نے تھانہ مین رپوٹ کرکے بڑے بھائی پر یعنی زید پر دعوے کیا بڑے بھائی نے عذر خواہی کرکے دونون بھائیون سے صلح کرکے اپنے گھر لایا منجھلے نے کہا کہ تم اپنی بیوی کو طلاق دوگے تو ہم تمسے صلح کرین گے ورنہ ہم تمھارے اوپر نالش کرینگے ورنہ قاضی کے پاس چلکر اپنی بیوی مسماۃ خاتون بی بی کو طلاق نامہ لکھو ہر چند زید کو طلاق نامہ دینا دشوار گذرا مگر نامبردہ نے اپنے خوف کے مارے قاضی سے کہدیا کہ لکھو[2] قاضی صاحب نے کاغذ پر طلاق ثلاثہ لکھا طلاق لکھکر عورت زید کے گھر مین اکٹھی رہی بلکہ عورت مذکورہ جو حاملہ تھی ہفت ماہ کے بعد لڑکی پیدا ہوئی اب زید کہتا ہی کہ مین نے زبان سے طلاق نہین دی پس عرض ہے کہ یہ طلاق جائز ہوئی یا نہین۔

[1] کیونکہ اگر باپ کے لڑکا او بیٹے کی لڑکی پیدا ہون تب تو وہ آپسمین چچا اور بھتیجے ہوئے اور اگر بالعکس ہے تو وہ باہم پھوپھی بھتیجے ہوئے اور حرمت نکاح انکی ظاہر ہے ۱۲ منہ [2] ہرچند کہ لکھو کا مفعول لفظون مین مذکور نہین لیکن اس درخواست کی منظوری مین اسنے یہ کہا ہے اسمین اسکی تصریح ہے کہ طلاق نامہ لکھو جواب اسی پر مبنی ہے اور جواب مین جو تین کا وقوع لکھا ہے یہ اسوقت ہے کہ لکھے ہوئے کو وہ جائز رکھے یعنی یا تو اسپر دستخط کردے یا لیکر بیوی کو دیدے یا کسی اور کو دیدے کہ تو بیوی کے پاس پہونچادے چونکہ غالب اس واقعہ مین یہی ہے اس لئے جواب مین یہ قید نہین لگائی اور اگر شوہر تین طلاق کو جائز نہ رکھے تو طلاق بلا عدد لکھنے کے بلے کہنے سے صرف ایک طلاق واقع ہوگی اور چونکہ صریح ہے اس لئے رجعی واقع ہوگی ۱۲ منہ۔

الجواب- صورت مذکورہ مین جب زید نے قاضی کو طلاق لکھنے کے لئے کہا اور اُنھون نے لکھدی اور کاغذ سنادیا
اور اُس نے کچھ چون وچرا نکی تو اب زید کی بیوی پر تین طلاق مغلظہ واقع ہوگئی ولو قال للکاتب اکتب طلاق امرأتی
کان اقرارا بالطلاق وان لم یکتب شامی جلد ثانی ص ۴۳۹ اور لڑکی پیدا ہونے سے عدت گذر گئی واولات الاحمال
اجلهن ان یضعن حملهن الآیہ اب بغیر حلالہ کے پھر اُسکا نکاح زید سے درست نہین فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی
تنکح زوجا غیره الآیہ واللہ اعلم ۱۴ ذیقعدہ ۱۳۰۰ھ

سوال- چہ فرمایند علماء دین ومفتیان شرع متین درحق شخصے کہ منکوحہ خود را در مجلس عام بطلاق ثلاثہ بر نفس
خود حرام سازد وبغیر حلالہ بازن اختلاط کند مسلمانان را اکل وشرب او اجتناب واجب است یا نہ وزن مسطورہ
او را بلا حلالہ جائز است یا نہ جواب این بحوالہ کلام اللہ وکتب صحاح ستہ وتفسیر بیضاوی ومعالم التنزیل ومشکوۃ
ودرمختار وشرح وقایہ وغیرہ کتب معتبرہ مع اسناد زیب رقم فرمایند بینوا توجروا۔

الجواب- ہرگاہ زوجہ را طلاق ثلاثہ داد بدون حلالہ او را آن زن حلال نباشد قال اللہ تعالی فان طلقها فلا
تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیره الآیہ وہمین حکم است در جمیع تفاسیر وعن عائشۃ رض قالت جاءت امرأۃ رفاعۃ القرظی
الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالت انی کنت عند رفاعۃ فطلقنی فبت طلاقی فتزوجت بعده عبد الرحمن بن الزبیر
وما معہ الا مثل هدبۃ الثوب فقال اتریدین ان ترجعی الی رفاعۃ قالت نعم قال لا حتی تذوقی عسیلتہ ویذوق عسیلتک
متفق علیہ وہمین مضمون در جمیع کتب حدیث ست وفی الهدایۃ وان کان الطلاق ثلثا فی الحرۃ او ثنتین فی الامۃ
لم تحل له حتی تنکح زوجا غیره نکاحا صحیحا ویدخل بها ثم یطلقها او یموت عنها وہمین مسئلہ در جمیع کتب فقهیہ است
وبرین ست اجماع امت درین کسے خلاف نکردہ پس بادلہ شرعیہ ثابت شد کہ بدون حلالہ آن زن حلال نہ شود
باز اگر آنکس بآن زن بدون حلالہ اختلاط میکند خواہ بنکاح ظاہری خواہ بے نکاح او را منع باید کرد وباید گفت
کہ آن زن را بگذارد وتوبہ کند اگر این امر قبول کند فبها وبہتر است ورنہ مسلمانان از اکل وشرب واختلاط او
اجتناب ورزند کہ از حکم شریعت بغی میکند ذلک جزینهم ببغیهم الآیہ ہمین ست حب فی اللہ وبغض فی اللہ
واللہ الموفق - ۲۹ ذیقعدہ ۱۳۰۰ھ

سوال- ایک شخص کو اُسکی عورت نے کہا کہ میرے اگلے شوہر سے لڑکا ہو اُسکو بھی تم کھانا کھلاؤ خاوند نے کہا
کہ مین ہرگز اُسے نہین کھلاونگا تب عورت نے کہا کہ گر نہ کھلاؤ تو مجھے فارغخطی لکھدو شوہر نے فوراً مکان سے باہر
نکلکر ایک لکھنے والے سے کہا کہ فارغخطی لکھدو اُس شخص نے لکھنے سے انکار کیا تو وہ شخص اسطرح زبان سے یہ کلمہ

ہون اُٹھا طلاق طلاق طلاق طلاق اُس وقت اسکی عورت اُسجگہ حاضر نہ تھی تو اس صورة مین اس شخص کی عورت پر طلاق واقع ہوگی یا نہین اور اگر واقع ہوگی تو کیسی رجعی یا بائن مغلظہ اور وہ شخص تجدید نکاح اُس عورت سے کرسکتا ہے یا نہین ؟

الجواب۔ چونکہ قرائن قویہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے اپنی زوجہ پر طلاق واقع کی ہے اس لئے طلاق واقع ہوجاے گی اگرچہ خطاب یا تسمیہ نہین ہے فی الشامی ولا یلزم کون الاضافۃ صریحۃ فی کلامہ لما فی البحر لو قال طالق فقیل لہ من عنیت فقال امرأتی طلقت امرأتہ اھ وفیہ عن القنیۃ رجل دعتہ جماعۃ الی شرب الخمر فقال انی حلفت بالطلاق ان لا اشرب وکان کاذبا فیہ ثم شرب طلقت اھ وقال الشامی المراد طلقت قضاء فقط الی قولہ فہذا یدل علی وقوعہ وان لم یضفہ الی المرأۃ صریحاً وقال بعد الحکم بالوقوع ببعض الالفاظ المستعملۃ مانصہ فاوقعوا بہ الطلاق مع انہ لیس فیہ اضافۃ الطلاق الیہا صریحاً فہذا مؤید لما فی القنیۃ وظاہرہ انہ لا یصدق فی انہ لم یرد امرأتہ للعرف اور چونکہ تین بار سے طلاق مغلظہ واقع ہوتی ہے لہذا بدون حلالہ اب باہم نکاح بھی نہین ہوسکتا فقط واللہ اعلم ۲۹ جمادی الاخری ۱۳۲۱ھ

ف — عدم وقوع طلاق بلفظ توبہ

سوال۔ شخصے از منکوحہ خود توبہ کرد وگفت از راہ سلام وکلام منکوحہ مرا توبہ است ونیت طلاق نداشت کفارت چہ دہد وچہ کند ؟

الجواب۔ چون لفظ توبہ برائے معنی تحریم نہ موضوع ست نہ دران متعارف لہذا لغوست نہ درین کفارتیست ونہ چیزے دیگر فقط ۴ رجب ۱۳۲۱ھ

ف — عدم ہدم زوج ثانی مادون الثلث

سوال۔ زید نے بعض کتب فقہیہ مین مسئلہ دیکھا تو یہ تھا کہ زوج ثانی مادون ثلث کو باطل کردیتا ہے اور جب عورت مطلقہ بادون ثلث زوج ثانی کے بعد زوج اول کیطرف لوٹتی ہے تو تین کے ساتھ لوٹتی ہے اور خیال رہا اُسکو یہ کہ رجعت طلاق رجعی کو رفع وباطل کردیتی ہے اور اثنا اس خیال مین اُسنے عبارۃ کنوز الحقائق شرح کنز الدقائق قولہ باب الرجعۃ ذکرہا بعد الطلاق لانہا متاخرۃ عنہ طبعا فکذا وضعا لانہا شرعت لرفع سبب الحرمۃ وھو الطلاق والرفع ابدا یکون بعد الوقوع اھ دیکھی تو چونکہ اس عبارۃ کے ظاہر سے ایسا ہی مفہوم ہوتا ہے لہذا یہ خیال اُسکا ایسا درجہ یقین کو پہونچگیا کہ نہ اُس نے کتب کیطرف رجوع کی نہ اہل علم سے اسکا مذاکرہ کیا اور اس خیال فاسد کی بنا پر دو یا اڑھائی برس کے عرصہ مین اپنی زوجہ ہندہ کو کچھ کچھ مدت کے بعد جب جب لڑائی ہوئی اور اُسکی بیوی طلاق لینے پر اڑکے بیٹھ گئی تب تب بغرض دفع خصومت ونزاع نہ بارادہ رفع قید نکاح ایک ایک کرکے تین یا اس سے زائد مرتبہ مین تین یا اس سے زائد طلاقین دین اور ہر ایک کے بعد رجوع کرتا گیا اب جب سے کسی اور مسئلہ کو تحقیق کرتے ہوئے یہ مسئلہ اُسکے دیکھنے مین آیا ہے کہ

رجعت سے فقط اثر طلاق منعدم ہوجاتا ہے اور نفس طلاق باقی رہجاتی ہے یہانتک کہ اگر اس طلاق مرجوع عنہ کے
بعد دو طلاق اور دیدے تو وہ دونون اسکے ساتھ منضم ہوکر تین ہوجاتی ہین تب سے بیچارہ نہایت حیران ہے
کہ بیوی کا نہ کوئی عزیز و قریب ہے کہ اُسکی دستگیری کرے اور وہ بیچاری کہان جائیگی کیا کرکے کھائیگی تنہا یقیناً نادم
ہے اب عمرو زید کیجانب سے اول تو یہ عرض کرتا ہے کہ سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو ان اللہ تجاوز عن
امتی الخطاء والنسیان رواہ ابن ماجۃ والبیہقی عن ابن عباس اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی جو لمعات مین اسکے
تحت فرماتے ہین قولہ تجاوز عن امتی الخ لعل المراد بالتجاوز عدم الاثم فیہما لا عدم المواخذۃ علیہما مطلقاً لانہ یثبت
الدیۃ والکفارۃ فی قتل الخطأ ویجب قضاء الصوم فی الافطار خطاء ومع ذلک الاثم مرفوع فی الکل وہو المراد بالتجاوز انتہی
اسکی نسبت یہ عرض ہے کہ تجاوز سے عدم اثم تو اُن افعال مین مراد ہو سکتا ہے جنکے عمداً کرنے مین گناہ لازم آتا ہے
جیسے قتل اور افطار صوم کہ انکے عمداً کرنے مین گناہ لازم آتا ہے اور جو افعال ایسے ہین کہ اُنکے عمداً کرنے مین گناہ
نہین لازم آتا جیسے فی المثل زوجہ موطوبہ کو تین طہر مین تین طلاقین عمداً دینا کہ ایک امر مباح ہے اسمین کچھ گناہ
نہین ہے تو ایسے افعال کے خطاءً ہوجانے مین تو تجاوز سے عدم مواخذہ مطلقاً ہی مراد ہوگا کیونکہ اینمین اثم تو ہی
ہی نہین جسکا عدم مراد ہو اور یہ نہ فرمایا جائے کہ صورۃ مسئولہ مین تو عمداً طلاق دی گئی ہے تو پھر اس حدیث کے ساتھ
تمسک چہ معنی دارد کیونکہ عرض کیا جائے گا کہ خطا دو طرح کی ہوتی ہے ایک خطا نفس فعل مین دوسری خطا ظن
فاعل مین جیسے شکار گمان کرکے آدمیکو تیر ماردیا تو صورۃ مسئولہ مین گو نفس فعل یعنی طلاق دینے مین خطا نہین ہے
لیکن ظن فاعل مین خطا ہی تفصیل اسکی یون ہے کہ جیسے کہ مثال مذکور مین آدمی کو شکار گمان کرکے تیر مارا ورنہ
ہرگز نہ مارتا اسیطرح صورۃ مسئولہ مین طلاق کو رجعت سے باطل ہوجانیوالی گمان کرکے دی ورنہ ہرگز نہ دیتا تو اگر وہ
قتل خطاءً ہے تو یہ طلاق بھی خطاءً ہے اور وہ نہین تو یہ بھی نہین اور دوم یہ کہ مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی مرحوم
نے عمدۃ الرعایہ جلد ثانی مطبوعہ علوی کے صفحہ ۴۷ حاشیہ نمبر ۱۰ بحوالہ عـ خطا دو طرحکی ہوتی ہے الخ اور اگر یہ خطا قتل
کے ساتھ خاص فرمائی جائے اور خطا فی الطلاق اور طرحکی بتائی جائے تو قتل مین اسطرحکی اور طلاق مین اُسطرح خطا
ہونے کی دلیل بھی سنائی جائے تاکہ قائل یون نہ کہ سکے کہ اسکا عکس کیون نہین جائز ہے ۲ فتح و نہر مین ایک عبارۃ
لکھی ہے اُسمین قضاءً و دیانۃً وقوع طلاق مین تین چیزون کو ضروری بتایا ہے (۱) قصد اضافت لفظ طلاق الی الزوجہ
(۲) علم معنی طلاق (۳) عدم صرف طلاق الی مایحتملہ پھر آگے چلکر فرمایا او لقن الطلاق فتکلم بہ غیر عالم بمعناہ لا یقع
لا قضاء ولا دیانۃ اھ پس ان تینون چیزون مین علم بالمعنی کو بھی بتانا اور اس جزئیہ مین بوجہ اُسکے عدم کے حکم

عدم وقوع فرمانا ولیل قوی ہے اسپر کہ طلاق مین جہل عذر ہے اور صورۃ مسئولہ مین جہل ہے فرق اتنا ہے کہ
نفس طلاق مین نہین ہے بلکہ اُسکے وصف اور حکم مین ہے مگر جبکہ نفس اور ذات طلاق مین جہل عذر ہے
تو طلاق رجعی کا رجعت سے باطل نہونا کہ ایک صفت اور حکم ہے اسمین بطریق اولے عذر ہوگا پس عمرو کی ان
دونون تقریرون کو ملاحظہ کرکے اگر قابل قبول ہون تو انکی بنا پر ورنہ کوئی اور صورۃ بن سکتی ہو تو براہ مہربانی
اُسکو بنا کر عدم وقوع طلقات مذکورہ کا حکم دیجئے ورنہ جو حکم ہو ظاہر کیجئے اور اس واقعہ کو عرصہ کئی سال کا
ہوچکا ہے تو بر تقدیر حکم وقوع یہ بھی بتایئے کہ عدت کب سے شمار کی جاوے گی فقط؟

الجواب- عمرو کی سب تقریر محض باطل ہے اور اُسکے ابطال مین کچھ لکھنا اشتغال بالا یعنی ہے کیونکہ زید کا
یہ گمان جہل ہے نہ کہ خطا اسکو خطا سمجھنا عمرو کی خطا ہے اور جہل احکام شرع مین عذر نہین ہے یہ بھی شرع کیطرف
سے بڑی رعایت ہے کہ اس جہل کو مورث شبہہ قرار دیکر دافع حد ٹھہرا دیا فافہم طلقات ثلثہ واقع ہوگئین اور عورت
بدون حلالہ حلال نہین ہوسکتی رہا عدت سو چونکہ یہ عورت موطوءہ بالشبہہ ہے اس لئے وقت فرقت سے ہوگی
فی الدر المختار کتاب الحدود ولا حد ایضاً بشبہۃ الفعل ان ظن حلہ الی قولہ ومعتدۃ الثلث وفیہ ایضاً باب العدۃ
وعدۃ المنکوحۃ نکاحا فاسدا والموطوءۃ بشبہۃ الی قولہ الحیض للموت وغیرہ کفرقۃ او متارکۃ اھ مختصرا واللہ اعلم

۸ ذیقعدہ ۱۳۲۱ھ

سوال- زید نے اپنی زوجہ کو تین یا تین سے بھی زائد طلاقین دین اور جس روز طلاقین دین اُسی روز
یا اُسکے بعد عدت کے اندر رجوع کرلیا تو بعد رجوع جو اولاد پیدا ہوئی وہ اور اُس کی زوجہ زید کے مرنے کے بعد
ترکہ کے مستحق ہین یا نہین اور یہ رجوع صحیح ہے یا غیر صحیح-

الجواب- یہ رجوع صحیح نہین ہوا عورت بحالہا حرام رہی اب اگر یوم طلاق سے دو سال کے اندر کوئی اولاد ہوئی
اور اس مدت مین عورت نے انقضاے عدت کا اقرار زبان سے نہین کیا تو وہ اولاد ثابت النسب ہوگی اور اگر پورے
دو سال یا اس سے زائد مین اولاد ہوئی اور شوہر نے تصریحاً اُس کے نسب کا دعویٰ نہین کیا تو وہ ثابت النسب نہین
پس جو ثابت النسب ہے وہ وارث ہوگا جو ثابت النسب نہین وہ وارث نہوگا اور عورت وارث نہوگی بشرطیکہ یہ طلاق
مرض الموت مین نہوا ہو فی الدر المختار فصل ثبوت النسب کما یثبت بلا دعوۃ احتیاطا فی مبتوتۃ جاءت بہ لاقل منہما
من وقت الطلاق ولم تقر بمضیہا ولو لتمامہا لا الا بدعوۃ اور اگر واقعہ کی کوئی اور صورت ہو تو بالتعیین ظاہر کرنا چاہیے
کیونکہ اس کی شقوق مین طول بہت ہے فقط ۲۷ محرم ۱۳۲۲ھ

حکم عدت وفات در خانہ زوج

سوال۔ جو شوہر بیوی سے ناراض ہوکر اُس کو میکے بھیج دے اور پھر اُس کا انتقال ہو جائے تو عدت وفات عورت کہاں پوری کرے۔

الجواب۔ فی الھدایۃ تعتد فی المنزل الذی یضاف الیھا بالسکنی حال وقوع الفرقۃ والموت وھذا لو زارت اھلھا وطلقھا زوجھا کان علیھا ان تعود الی منزلھا فتعتد فیہ اھ اس روایت سے معلوم ہوا کہ سکنی عارضی غیر معتبر ہے چونکہ صورت مسئولہ میں ظاہر ہے کہ میکہ میں آنا ایک امر اتفاقی اور عارضی ہے لہذا اس اضافت کا اعتبار نہو گا پس اس عورت کو عدت وفات اپنے شوہر کے گھر میں پورا کرنا چاہیئے الا بعذر معتبر شرعًا فقط واللہ اعلم ۲۵ محرم ۱۳۲۲ھ

عذر جواز انتقال از خانہ زوج در عدت

سوال۔ اگر عورت اور اُس کی ساس میں سخت نا چاقی ہو کہ دونوں ایک ساتھ نہیں رہ سکتیں تو کیا یہ عذر ہو سکتا ہے جس کی وجہ سے عورت سسرال سے اگر عدت اپنے میکے میں پوری کرے حدیث فاطمہؓ بنت قیس سے اسکا جواز معلوم ہوتا ہے مگر فقہاء کے کلام میں تصریح نہیں ملتی۔

الجواب۔ جزئیات فقہیہ کے تتبع وتامل سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عذر مبیح للانتقال نہیں بلکہ قاضیخان میں گھر کے اندر میت کے ہونے کی وجہ سے جو خوف ہو وہ اگر قلیل ہو معتبر نہیں قرار دیا گیا قال لان قلیل الخوف یکون بمنزلۃ الوحشۃ حالانکہ اتنا خوف بھی غیر اختیاری ہے ضبط سے جو تکلیف ہوتی ہے وہ اس وحشت مذکورہ سے بہت ادنی ہے جب یہ وحشت عذر نہیں تو تکلیف ضبط کیونکر عذر ہوگا اور حضرت فاطمہؓ بنت قیس کے عذر کی تعیین جسکو اُنھوں نے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا یہ ہے قلت یا رسول اللہ زوجی طلقنی ثلثا واخاف ان یقتحم علی رواہ مسلم اور حضرت عائشہ کا قول اسی کا مؤید ہے قالت کانت فی مکان وحش فخیف علی ناحیتھا رواہ فی المشکوۃ۔ ۲۵ محرم ۱۳۲۲ھ

حکم طلاق مکرہ

سوال۔ زید نے ایک نکاح کیا اُس کے بعد عمرو نے اپنی لڑکی سے زید کا دوسرا نکاح کر دیا پھر عمرو نے زید پر زور دیا کہ پہلی زوجہ کو طلاق دے زید نے نہیں مانا مگر عمرو زید پر بہت غالب ہے اور یہاں تک زور دیا کہ اگر تو اس کو طلاق نہ دیگا یا تو میں نہو نگا یا تو نہو گا عمرو کو یہ یقین ہو گیا کہ اگر میں اسکے سامنے لفظ طلاق نہ کہونگا تو جان سلامت نہ رہے گی اور عمرو نے یہ بھی کہا کہ یا تو میری لڑکی کو طلاق دیدے یا اپنی دوسری زوجہ کو زید نے مجبور ہوکر یہ لفظ کہا کہ میں نے اُس کو چھوڑ دیا اور دل میں کسی بیوی کا ارادہ نہیں کیا اس صورت میں کونسی بیوی پر طلاق واقع ہوئی یا کسی پر نہیں ہوئی۔

الجواب۔ فی الدر المختار اول باب الصریح قید بخطابھا لانہ لو قال ان خرجت یقع الطلاق اولا تخرجی الا باذنی فانی حلفت بالطلاق فخرجت لم یقع لترکہ الاضافۃ الیھا فی رد المحتار تحت القول المذکور ولا یلزم کون الاضافۃ صریحۃ فی کلامہ لما فی البحر لو قال طالق فقیل لہ من عنیت فقال امرأتی طلقت وفی الدر المختار قبیل باب الکنایات قال امرأتی طالق ولم

بسم الی قولہ ولو کان لہ امرأتان کلتاہما معروفۃ صرفہ الی ایہما شاء خانیۃ ولم یحک خلافا وفی رد المحتار قبیل باب الصریح تحت قول الدر المختار او مخطئا بان اراد التکلم بغیر الطلاق ما نصہ وفی فتح القدیر عن الحاوی معزیا الی الجامع الصغیر ان اسدا سئل عمن اراد ان یقول زینب طالق فجری علی لسانہ عمرۃ علی ایہما یقع الطلاق فقال فی القضاء تطلق التی سمی وفیما بینہ وبین اللہ تعالی لا تطلق واحدۃ منہما اما التی سمی فلانہ لم یردہا واما غیرہا فلانہا لو طلقت طلقت بمجرد النیۃ اھ روایات مرقومہ سے مستفاد ہوا کہ چونکہ زید کا یہ کہنا کہ مین نے اُسکو چھوڑ دیا عمرو کے جواب مین ہے اور عمرو کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ ایک منکوحہ کو چھوڑ دے تو اس وجہ سے زید کا یہ قول بجائے اسکے ہے کہ یون کہتا مین نے انمین سے ایک کو چھوڑ دیا اور وقوع فی الجواب قرینہ اضافت صریحہ کا ہے جیسا روایت اولی اور ثانیہ سے معلوم ہوتا ہے اور اس کہنے کا کہ ایک کو چھوڑ دیا حکم یہ ہے کہ جس کو اب تعیین کر دے اُسی کو طلاق ہو جاتی ہے جیسا روایت ثالثہ سے مستفاد ہے پس زید کو اختیار ہے چاہے دختر عمرو کا نام لے دے خواہ منکوحہ سابقہ کو وہی مطلقہ ہو جائے گی یہ حکم تو قضا کا ہے لیکن دیانۃً چونکہ زید نے نہ کسی کا نام لیا نہ کسی کیطرف اشارہ کیا نہ دل مین کسی کی طرف خیال کیا اس لئے طلاق واقع نہوگی جیسا روایت رابعہ سے ثابت ہے اور طلاق قضاءً جو واقع ہوگی اگر دونون زوجہ مدخول بہا ہین تو رجعی واقع ہوگی جسمین عدت کے اندر رجعت درست ہے پس زید کے لئے مناسب یہ ہے کہ عدت کے اندر دونون زوجہ سے ہمبستر ہو جائے یا زبان سے کہلے کہ مین نے رجوع کیا تاکہ وقوع قضاءً کا اثر بھی نہ رہے اور اگر رجعت نکی تو قضاءً وقوع کا حکم بتفصیل مذکور ہوگا اور دیانۃً دونون کا نکاح بحالہ قائم ہے واللہ اعلم - ۱۰ ار محرم ۱۳۲۲ھ

سوال[1] - کیا فرماتے ہین علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ کوئی شخص اپنی زوجہ کو ایک جلسہ مین تین طلاق دیدے اور رکھ لے تو کیا رکھ سکتا ہے یا نہین اور اکثر فقہاء کس طرف گئے ہین آپ اس کا جواب قرآن و احادیث وفقہ سے دیوین اور خدائے بزرگ سے نعمت دارین حاصل کرین -

الجواب - فی التفسیر المظہری تحت قولہ تعالی الطلاق مرتان لکنہم اجمعوا علی انہ من قال لامرأتہ انت طالق ثلثا یقع ثلثا بالاجماع وقالت الامامیۃ ان طلق ثلثا دفعۃ واحدۃ لا یقع اصلا وقال بعض الحنابلۃ یقع طلقۃ واحدۃ ومن الناس من قال ان فی قولہ انت طالق ثلثا یقع فی المدخول بہا ثلثا وفی غیر المدخول بہا واحدۃ والحجۃ لنا السنۃ والاجماع اما السنۃ فحدیث ابن عمرؓ انہ طلق امرأتہ وہی حائض الی ان قال فقلت یا رسول اللہ ارأیت لو طلقتہا ثلثا اکان یحل لی ان اراجعہا قال لا کانت تبین منک وکانت معصیۃ رواہ الدارقطنی وابن ابی شیبۃ فی مصنفہ عن الحسن قال حدثنا

[1] اگر یہ ما یتعلق بالحدیث مین ہوتا مناسب تھا ۱۲ منہ

ابن عمرؓ قد صرح بسماعہ عنہ وحدیث ابن عباس فیہ دلالۃ علی ان الحدیث منسوخ فان امضاء عمر الثلث بمحضر من الصحابۃ

وتقرر کلامہم علی ذلک یدل علی ثبوت الناسخ عندہم وان کان قد خفی ذلک قبلہ فی خلافۃ ابی بکر ثم نقل المفسر فتوی

ابن عباس عن ابی داؤد والطحاوی ومالک وفتوی ابن مسعود عن الموطا وعبد الرزاق وفتوی ابی ہریرۃ مع ابن عباس

عن ابی داؤد ومالک وفتوی ابن عمر عن مالک وفتوی علی عن وکیع وفتوی عثمان عن وکیع ورد ایۃ طلاق ابی عبادۃ

الصامت امرأتہ الف تطلیقۃ وقولہ علیہ السلام بانت منک فی معصیۃ اللہ عن عبد الرزاق وفتوی انس عن الطحاوی

وفتوی عمر فی البکر عن الطحاوی واوّل حدیث ابن عباس بان قول الرجل کان واحدۃ فی الزمن الاول لقصدہم التاکید

فی ذلک الزمان ثم صاروا یقصدون التجدید وحدیث رکانۃ قال طلقہا ثلثا فی مجلس واحد قال انما تلک طلقۃ واحدۃ فتکلم

والاصح ما رواہ ابو داؤد والترمذی وابن ماجۃ ان رکانۃ طلق زوجتہ البتۃ فحلفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ ما اراد

الا واحدۃ فردھا الیہ اھ مختصراً ان احادیث سے اور نیز نقل مذاہب سے معلوم ہو گیا کہ جمہور فقہا کا مذہب وقوع ثلث

بدلیل ان حدیثون کے ہے واللہ اعلم ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۲۲ھ

طلاق بالکتابت

سوال - کیا فرماتے ہین علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ زید نے اپنی بی بی ہندہ کو غصہ کی حالت مین تین طلاق لکھوا کر بھیجا اُس کی بی بی یعنی ہندہ دو چار روز سے اپنے باپ کے گھر بفاصلہ چھ کوس کے رہتی تھی لیکن جس روز آدمی خط لیکر ہندہ کے پاس گیا اُسروز ہندہ اپنے شوہر یعنی زید کے مکان مین چلی آئی خط اُس کو نہین ملا اور نہ شوہر نے ہندہ سے کچھ خط و کتابت یا طلاق کا ذکر کیا بعد آٹھ روز کے ہندہ کی بہن مسماۃ مریم خط لیکر آئی اور زید سے دریافت کیا کہ تمنے کوئی خط بھیجا ہے زید نے کہا کہ خط تو ضرور بھیجا تھا مگر ارادہ طلاق کا نہین تھا وہ خط مجھکو واپس کر دے مین چاک کر ڈالون وہ خط واہیات تھا اور کوئی چیز نہین ہے ہندہ جھگڑا فساد نکرے خوشی سے گھر مین رہے مریم نے زید کا کہنا نہ مانا اور چند آدمیون کو بلوا کر وہ خط پڑھوا کر ہندہ کو سنوایا ہندہ بولی کہ مین خط و کتابت کو نہین جانتی زید موجود ہے وہ میرے روبرو نہ طلاق دیتا ہے اور نہ خط کا حال مجھسے بیان کیا مین حسب دستور سابق اپنے شوہر کے گھر مین رہتی ہون خلاصہ یہ کہ زید نے اپنی بیوی کو غصہ کیحالت مین تین طلاق لکھوا کر بھیجا مگر طلاق کا ارادہ نہین تھا یا ارادہ طلاق کا تھا مگر قبل اطلاع پانے زوجہ کے ارادہ کو بدل ڈالا تو ایسی صورت مین طلاق واقع ہوا یا نہین اگر واقع ہوا تو کون طلاق واقع ہوا رجعی یا بائن یا مغلظہ - بینوا توجروا -

الجواب - خط مین طلاق لکھنے یا لکھوانے سے واقع ہو جاتی ہے خواہ نیت کرے یا نہ کرے یا نیت کرکے نیت سے رجوع کرے اور خواہ وہ خط بی بی کے پاس پہونچے یا نہ پہونچے فی الشامیۃ الجلد الثانی ص ۷۰۳ وان کانت مرسومۃ یقع الطلاق

نوی اولم ینو وفیھا لو قال للکاتب اکتب طلاق امرأتی کان اقرارا بالطلاق وان لم یکتب الخ یہ حکم اُس وقت ہے جبکہ خط کا یہ مضمون ہو کہ میں تجھکو طلاق دیتا ہوں یا دیدی اور اگر خط کا کچھ اور مضمون تھا تو سائل ظاہر کرے تاکہ جواب دیا جاوے اور چونکہ تین طلاق دی ہیں اس لئے مغلظہ ہوگی واللہ اعلم - ۱۹ جمادی الاولی ۱۳۲۲ھ

سوال - اندرینکہ شخصے باندرون خانہ بود بوقت جنگ وجدال بازن خود و مذاکرہ طلاق لفظ طلاق دادم را نگرایہ نمود و در حالت غضب از خانہ بیرون شدہ گفت اکنون طلاق دادم برو پس شخص مذکور میگوید کہ باندرون خانہ لفظ طلاق دادم چند بار گفتم در یادم ہست آمادر ان وقت زنان دیگر حاضر بودند میگویند کہ سہ بار گفتہ پس ہرگاہ طلاق گوید کہ مرا عدد یاد ہست شہادت زنان درین وقت درین باب معتبر خواہد شد یانہ وآنکہ بیرون خانہ آمدہ گفت چہ حکم دارد طلاق مستقل باشد یا خبر از اول خواہد شد اما شخص مذکور را بسبب خشم خود ہیچ خیال نبود لیکن بعد ازان بقول عالمے کہ این خبر از طلاق اول باشد نہ طلاق مستقل میگوید کہ مرا خبر دادن طلاق اول مقصود بود بہر صورت چہ حکم دادہ آید - بینوا بالدلیل بحیث یشفی العلیل ویروی الغلیل -

الجواب - فی الدر المختار باب الصریح بحث اعتبار النیۃ وعدمہ فی الصریح والمرأۃ کالقاضی اذا سمعتہ او اخبرھا عدل لا یحل لھا تمکینہ اھ وفی الدر المختار قبیل باب طلاق غیر المدخول بھا ولو شک اطلق واحدۃ او اکثر بنی علی الاقل فی رد المحتار قولہ بنی علی الاقل اے کما ذکرہ الاسبیجابی الا ان یستیقن بالاکثر او یکون اکثر ظنہ وعن الامام الثانی اذا کان لا یدری اثلاث ام اقل یتحری وان استویا عمل باشد ذلک علیہ اشباہ عن البزازیۃ قال وعلی قول الثانی اقتصر قاضیخان ولعلہ لانہ یعمل بالاحتیاط خصوصا فی باب الفروج اھ قلت ویمکن حمل الاول علی القضاء والثانی علی الدیانۃ الی قولہ عن الاشباہ وان اخبرہ عدول حضروا ذلک المجلس بانھا واحدۃ وصدقھم اخذ بقولھم اھ وفی الدر المختار کتاب الحظر والاباحۃ وشرط العدالۃ فی الدیانات الی قولہ ویتحری فی خبر الفاسق والمستور ثم یعمل بغالب ظنہ اھ فی الدر المختار باب الصریح فی البحث المذکور ولو مکرھا صدق قضاء ایضا فی رد المحتار ای کما یصدق دیانۃ لوجود القرینۃ الدالۃ علی عدم ارادۃ الایقاع وھی الاکراہ اھ بعد نقل روایات میگوئیم کہ در صورت مسئولہ از دو حال خالی نیست یا زن مطلقہ را عدد طلاق یاد ہست یانہ اگر یاد ہست در حق او حجت باشد پس اگر سہ یا دو باشد مغلظہ شد حسب علم خود پس او را روا نیست کہ شوہر را بر خود قدرت دہد چنانچہ روایت اولی صریح است درآن واگر یاد نیست صرف زنان حاضرہ خبر میدہند پس از دو حال خالی نیست یا ایشان عادل اند و یا فاسق یا مستور الحال اگر عادل ہستند عمل بر قول ایشان واجب است زیرا کہ طلاق از دیانات است کہ اخبار عدل درآن مقبول است احتیاج شہادت نیست مگر عند القاضی ودر صورت مسئولہ تحقیق فتوی است

نہ قضاء چنانچہ قول رد المحتار در روایت اولی اذا اخبرہا عدل دلیل صریح است بر بودن طلاق از دیانات وہمچنین قول اشباہ و روایت ثانیہ در مختار و رد المحتار دان اخبرہ عدول الخ نص است در اکتفا بر اخبار و شرط نبودن شہادت پس عدم صلاحیت محض زنان مر شہادت را درین باب مضر نیست واگر زوجین را یاد نباشد و زنان مخبر فاسق یا مستور الحال ہستند پس تحری واجب است چنانچہ روایت ثالثہ در مختار کہ از باب حظر واباحۃ است صریح است درین پس اگر تحری بر ثلث واقع شد ثلث ثابت خواہد بود واگر بر اقل واقع شود اقل ثابت خواہد بود واگر ہر دو جانب مساوی باشند نزد امام صاحب اقل ثابت خواہد بود و نزد امام ابی یوسف اکثر ثابت خواہد بود وراجح نزد قاضیخان ہمین است چنانچہ روایت ثانیہ در مختار و رد المحتار کافل است برائے این تفصیل۔ پس در صورتہائیکہ ثلث واقع شود قول او بیرون خانہ خواہ اخبار باشد یا انشاء متساوی ہست موجب طلاق جدید نباشد و در صور تہائے وقوع اقل چون دعوی میکند کہ این اخبار است از طلاق سابق کہ ایقاعش معلوم است و عدوش منسی و قرینہ صدق او موجود است یعنی ایقاع سابق پس درین دعوی تصدیق کردہ خواہد شد و طلاق جدید واقع نخواہد شد چنانچہ روایت رابعہ ناطق است کہ عند القرینہ دعوی نیۃ مخصوصہ مقبول میشود محصل جواب اینکہ اگر آن مطلقہ راسہ یاد باشد یا زنان مخبر ہمہ یا یکے از ایشان عادل باشند یا باوجود غیر عادل بودن ایشان تحری بہ جانب سہ باشد یا سہ وغیر آن برابر باشند در جمیع صور سہ خواہند افتاد واگر یاد نباشد و زنان ہمہ غیر عادل باشند و بہ خبر ایشان رجحانًا یا تساویًا تحری موافق نشود سہ نخواہد افتاد واللہ اعلم ۔ ۲۲ رجب ۱۳۲۲ھ

لے در ظن صدق و تحری "

سوال۔ ایک شخص کی دو بی بی آپس مین جھگڑ رہی ہون مرد نے طیش مین آکر کہا کہ تم کو دو طلاق ہے اور ایک شخص نے بھی سُنا بعد فرو ہونے غصہ مرد کے پھر دونون بیوی جھگڑنے لگین یہ کہتی ہے تجھے دیا وہ کہتی ہے تجھے دیا مرد منکر ہے بشرط اقرار تعیین نہین بتاتا ہے اب کیا کیا جائے گیا دونون پر تقسیم ہو جائے گی یا ایک پر اس مسئلہ کو ذرا بسط سے تحریر فرمائین اور ایک گواہ فقط طلاق کا ہے۔

الجواب۔ فی الدر المختار لو قال لنسائہ الاربع بینکن تطلیقۃ طلقت کل واحدۃ وکذا لو قال بینکن تطلیقتان او ثلث او اربع (ای یقع علی کل واحدۃ تطلیقتان وثلث واربع) الا ان ینوی قسمۃ کل واحدۃ بینہن فتطلق کل واحدۃ ثلثا اھ پس صورت مسئولہ مین دونون عورتون پر دو دو طلاق واقع ہو گئین اور جب عورتون کو دو کا ایقاع یاد ہے اس لئے دونون پر واجب ہے کہ مثل مطلقۃ الثنتین کے اس سے معاملہ کرین گو گواہ ایک بھی نہو۔ ۱۷ ربیع الاول ۱۳۲۳ھ

سوال۔ جناب قبلہ وکعبہ ام تسلیمات دست بستہ قبول ہو مجھکو یہ بات نا ممکن ہے کہ ایک جگہ ایام عدت

تحقیق طلاق غضبان و مدہوش

پڑے ہوں جگہ ضرور چھوڑنی ہوگی تو ایسی صورت میں اگر حج ہی کو چلی جاؤں تو کیا نقصان ہے۔

الجواب۔ فی الدر المختار باب الحداد ولا تخرج الی قولہ من بیتھا فی رد المحتار والمراد بہ ما یضاف الیھا بالسکنی حال وقوع الفرقۃ والموت ھدایۃ وفی الدر المختار الا ان تخرج او ینھدم المنزل الی قولہ فتخرج لاقرب موضع الیہ فی رد المحتار فحکم ما انتقلت الیہ حکم المسکن الاصلی فلا تخرج منہ بحر اس روایت سے معلوم ہوا کہ عدت کے اندر بلا ضرورت شدیدہ و مجبوری اس گھر سے نکلنا جائز نہیں جو وفات شوہر کے وقت اس عورت کے رہنے کا تھا اور جو ایسا ہی جان و مال کے تلف ہونے کا یا اور کوئی اندیشہ ہو تو اسوقت اور کسی مکان میں جو حتی الامکان پہلے مکان سے قریب ہو جا کر رہے پھر اسمیں سے نکلنا جائز نہوگا بہر حال سفر جائز نہیں خواہ حج کا ہو یا غیر حج کا واللہ تعالےٰ اعلم ۱۵ رمضان ۱۳۲۳ھ

سوال۔ رد المحتار کتاب طلاق مدہوش کے صفحہ ۶۵۹ مین عبارت کا مطلب جو مین عرض کرتا ہون یہ مطلب صحیح ہے یا نہین ارشاد فرمائین عبارت یہ ہے۔ قلت وللحافظ ابن القیم الحنبلی رسالۃ فی طلاق الغضبان قال فیہا انہ علی ثلثۃ اقسام احدھا ان یحصل لہ مبادی الغضب بحیث لا یتغیر عقلہ ویعلم ما یقول ویقصدہ وھذا لا اشکال فیہ والثانی ان یبلغ النہایۃ فلا یعلم ما یقول ولا یریدہ وھذا لا ریب انہ لا ینفذ شئی من اقوالہ والثالث من توسط بین المرتبتین بحیث لم یصر کالمجنون وھذا محل النظر والادلۃ تدل علی عدم نفوذ اقوالہ ملخصا من شرح الغایۃ الحنبلیۃ الی قولہ وھذا الموافق عندنا لما مر فی المدھوش یعنی غضب تین صورت پر ہے پہلا قسم ابتدائی غضب اسطور پر کہ اُسکی عقل مین کچھ تغیر اور فتور نہ آیا اور اُس حالت مین جو کچھ کہا تھا ابھی خوب معلوم کر سکتا ہے اس صورت مین اقوال اُس کے شرعاً نافذ اور معتبر ہین یعنی طلاق وغیرہ اُس کی شرعاً ضرور واقع و نافذ ہوگی صورت ثانی یہ ہے کہ غضب اُس کا اُس حد تک پہونچا کہ حالت غضب مین جو کچھ کہا تھا اور کیا تھا ابھی کچھ معلوم نہین کر سکتا ہے بالکل مدہوش اور مجنون ہوا اس حالت مین اقوال اُس کے شرعاً کچھ معتبر اور نافذ نہین ہین یعنی طلاق وغیرہ اُسکی ہرگز نافذ اور واقع نہوگی اور تیسری صورت یہ ہو کہ غضب اُسکا بین المرتبتین ہے کہ اس طور کہ مثل مجنون کے نہو یعنی غضب اُس کا فلا یعلم ما یقول ولا یریدہ کے درجہ تک نہ پہونچا اس حالت مین غضب پر ہے مگر عقل اُسکی ثابت اور قائم ہے اور اس حالت غضب مین جو کچھ کہا تھا ابھی وہ خوب معلوم کر سکتا ہے اور یہ مطلب بحیث لم یصر کالمجنون سے معلوم ہوتا ہے اور اس صورت ثالث مین اقوال اُس کے شرعاً معتبر اور نافذ نہ ہونے پر بہت سی دلیلین دلالت کرتی ہین یعنی طلاق وغیرہ اُس کی واقع اور نافذ نہوگی اب فقط صورت ثالثہ کا مطلب صحیح ہوا یا نہین ارشاد فرمائیں کہ اس صورت ثالث مین نزاع ہو رہا ہے کہ ایک شخص کہتا ہے کہ مین ایک وقت بہت غصہ مین تھا کہ مارے

غصہ سے سارا بدن میرا کانپتا تھا ایک مقام پر اطمینان کے ساتھ کھڑا نہیں ہو سکتا تھا اور چہرہ اور آنکھیں میری سرخ ہو گئیں تھیں مگر عقل میری ثابت تھی اور میرے ہوش بھی قائم اور اُسوقت جو کچھ کہا تھا ابھی مجھے معلوم ہوا ہے ایسی حالت میں اُس نے اپنی منکوحہ کو تین طلاق دیں اب صورت ثالث کے مطلب کے مطابق اُس کی طلاق واقع نہونے پر فتوی تحریر ہوا اور بعض شخص کہتے ہیں کہ اگرچہ اس قائل کا قول صورت ثالثہ کے مطلب کے مطابق بھی ہو تاہم طلاق اُس کی نافذ ہوگی کیونکہ یہ دلیل ائمہ ثلثہ میں سے کسی امام کا قول نہیں ابن القیمؒ کا قول ہے اس پر عمل اور فتوے نہیں ہو سکتا ہی اُس کے جواب میں یہ کہا جاتا ہے کہ جب یہ قول شامی میں منقول ہوا اور عبارت وکلا دلالۃ تدل علی عدم نفوذ اقوالہ موجود ہے بے شک یہ قول قابل عمل اور فتوے کے ہی اب اس طلاق دینے والے کا قول صورت ثالثہ کے مطلب کے موافق ہے یا مخالف اگر مطابق ہوا ہو پس تین طلاق اُس کی شرعاً نافذ ہوئیں یا نہیں ضرور ارشاد فرمائیں اور اس نزاع کا فرو ہونا آپ ہی کے ارشاد پر موقوف رہا تفصیلاً تحریر فرمائیں۔

الجواب۔ صورت ثالثہ کی تقریر سوال میں مجمل اور غیر واضح ہے کافی تقریر یہ ہی کہ منجملہ تین قسموں کے اول قسم میں دو چیزوں کا اثبات کیا ہے یعلم اور یقصد اور دوسری قسم میں ان ہی دو کی نفی کی ہے چنانچہ کہا ہے لایعلم اور لا یرید جو مرادف ہے لایقصد کا اسکے بعد تیسری قسم کو بین المرتبتین کہا سو ظاہر ہے کہ بین المرتبتین کے یہ معنی ہوں گے کہ اسمیں ان دونوں امروں کا نہ اثبات ہے نہ نفی ہے بلکہ ایک کا اثبات ہے جس سے وہ من وجہ قسم اول کے مشابہ ہے اور ایک امر کی نفی ہے جس سے وہ من وجہ قسم ثانی کے مشابہ ہی اب یہ دیکھنا چاہیے کہ دونوں امر مذکور میں سے ایک کا اثبات اور دوسرے کی نفی عقلاً دو طرح محتمل ہے ایک یہ کہ علم کا اثبات ہو اور ارادہ کی نفی ہو اور دوسرے اسکا عکس یعنی ارادہ کا اثبات ہو اور علم کی نفی اور یہ ظاہر ہے کہ احتمال ثانی محض غلط ہی کیونکہ ارادہ خود موقوف ہی علم پر سو یہ ممکن نہیں کہ موقوف کا وجود ہو اور موقوف علیہ کا عدم پس لامحالہ احتمال اول متعین ہوگیا یعنی علم کا اثبات اور ارادہ کی نفی پس بین المرتبتین کے معنے یہ ہوئے کہ اُس شخص کا غلبۂ غضب میں یہ حال ہوا کہ بے ارادہ منہ سے واہی تباہی نکلتا تھا لیکن شعور و علم تھا جیسے مخطی کا حال ہوتا ہے کہ کہتا ہے بے ارادہ مگر علم ہوتا ہے اس صورت میں واقع مقتضا اول کا یہی معلوم ہوتا ہے کہ واقع نہو جیسا کہ مخطی میں فیما بینہ وبین اللہ تعالی نہیں واقع ہوتی صرح بہ فی فتح القدیر عبارتہ ھکذا والحاصل انہ اذا قصد السبب عالما بانہ سبب رتب الشرع حکمہ علیہ اراده اولم یردہ الا ان اراد ما یحتملہ واما انہ اذا لم یقصدہ اولم یدر ما ھو فیثبت الحکم علیہ شرعا وھو غیر راض بحکم اللفظ ولا باللفظ فمما ینبو عنہ قواعد الشرع الخ ج ۲ ص ۱۵۲ قلت نعم لا تصدقہ المرأۃ کما فیہ ایضا بعد سطور کما کالقاضی لا تعرف منہ

الا الظاہر پس صورت مسئولہ مین اگراس شخص کا قصد ہی نہ تھا تب تو قسم ثالث مین داخل ہے ورنہ نہین پھر قسم ثالث مین داخل ہونے کے بعد غایہ سے اس کے خلاف خود شامی نے نقل کیا ہے - اور یہ قول ولا دلالۃ الخ شامی کا قول نہین ہے بلکہ ابن القیم کا ہے اور اُس کا یہ ترجمہ کہ بہت سی دلیلین الخ صحیح نہین یہان الف لام استغراق عرفی کا نہین بلکہ جنس کا ہے کما فی قولہ تعالی الرجال قوامون الآیۃ کما یشھد بہ الذوق پس اس شخص کا قسم ثالث مین داخل ہونا موقوف ہے اس پر کہ اُس سے قصد و عدم قصد کی تحقیق کیجائے جوکہ سوال ہذا مین مذکور نہین - واللہ تعالی اعلم وعلمہ اتم - ۸ رمضان ۱۳۲۳ھ

ف تعلیق طلاق

سوال - زید نے اپنی زوجہ سے یہ کہا کہ آج تو نے یہ کام نہ کیا تو مین تجھکو طلاق دے چکا اور یہ لفظ تین مرتبہ زید نے اپنی زوجہ کیطرف مخاطب ہوکر کہا مگر زوجہ نے اُس روز اس کے کہنے کی تعمیل نہین کی تو طلاق واقع ہوگی یا نہین اور زید نے یہ الفاظ ڈرانے کے لئے کہدیئے تھے تاکہ زوجہ کہنا ما نا کرے -

الجواب - فی الدر المختار مع رد المحتار ج ۲ ص ۷۰۴ فی ایمان الفتح مالفظہ وقد عرف فی الطلاق انہ لو قال ان دخلت الدار فانت طالق ان دخلت الدار فانت طالق ان دخلت الدار فانت طالق وقع الثلث فتح اقرہ المصنف ثمہ اس روایت سے معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ مین تین طلاق واقع ہوگئی اب بدون حلالہ نکاح نہین ہوسکتا اور اگر سائل کی کچھ اور نیت تھی تو مکرر دریافت کیا جائے واللہ تعالی اعلم وعلمہ اتم واحکم - ۱۵ ذیقعدہ ۱۳۲۳ھ

ف طلاق بنوشتۂ غیر

سوال - ایک شخص نے دوسرے سے کہا ایک طلاق لکھدو اُس نے بجائے صریح کے کنایہ لکھدیا آمر نے بغیر پڑھے یا پڑھائے دستخط کر دیئے تو کیا حکم ہے اور دستخط کرنا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے ظاہراً معلوم ہوتا ہی کہ یہ معتبر ہو اسی طرح جیسے بعض اطراف بنگالہ مین دستور ہے کہ شوہر سے لکھوا لیتے ہین کہ اگر برس دن نان ونفقہ سے خبر نہ لی تو طلاق ہے یہ تحریر اگر قبل نکاح ہو معتبر نہین اور بعد نکاح معتبر ہے لیکن اگر تحریر پہلے سے مرتب ہے اور بعد نکاح کے اُسپر دستخط کر دیئے گئے اور حوالہ زوجہ کر دی گئی تو کیا حکم ہے -

الجواب - اگر مضمون کی اطلاع پر دستخط کئے ہین تو معتبر ہے ورنہ معتبر نہین قواعد سے یہی حکم معلوم ہوتا ہی اور دستخط کرنا اصطلاحاً اُس مضمون کو اپنی طرف منسوب کرنا ہے پس بمنزلہ استکتاب کے ہی بنگالے کے دستور مین جب بعد نکاح کے دستخط ہوتے ہین معتبر ہے بلکہ یون معلوم ہوتا ہو کہ اگر پہلے ہی دستخط کر دے لیکن حوالے کرے بعد مین وہ بھی معتبر ہے کیونکہ یہ سب عرف مین بمنزلہ انشاء تکلم کے سمجھے جاتے ہین جوکہ مدار ہے اعتبار کتابت کا فقط واللہ تعالی اعلم وعلمہ اتم ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ -

تشبیہ بالمحارم بقصد طلاق

سوال - ایک شخص نے اپنی عورت کو باہمی نزاع مین یہ کہدیا تھا کہ مین نے تجھے چھوڑ دیا اور کچھ عرصہ کے بعد میں پھر اُن دونون مین نزاع ہوا تو اُس نے پھر یہ کہا کہ اب مین مان کر کے رکھون یا بہن کر کے گھر مین رکھون اس کلمہ کے بعد اُس نے اُس عورت سے کوئی کسی قسم کا تعلق نہین رکھا بلکہ اُس کے ہاتھ کا کھانا تک بھی نہین کھایا اور عرصہ چھ ماہ سے زیادہ گذر چکا ہے الحال دونون مین صلح ہوئی اور تجدید نکاح پر آمادہ ہوئے - نکاح پڑھنے والے نے اس بات کی تحقیقات کی اُس شخص سے دریافت کیا کہ تو نے کیا کلمہ کہا اُس نے جواب دینے مین اس معاملہ کو چھپالیا بعد اُس کے مجبور ہو کر کہا کہ صاحب مین نے تو جو طلاق کا حق ہوتا ہے وہی دی تھی اب اُس کی تجدید نکاح ہو سکتی ہے یا نہین اور جو شخص مان یا بہن کہلے اُس کا کفارہ کیا ہے اور وہ شخص اگر کفارہ بھی نہ ادا کرے تو اُسکی تجدید نکاح جائز ہے یا نہین تیسری بات یہ ایک یا دو طلاق کے بعد تجدید نکاح جائز ہے یا نہین -

الجواب - پہلی بار مین جب کہا چھوڑ دی یہ طلاق صریح اور رجعی ہے پھر جب دوسری بار مین کہا کہ مان کر کے رکھون یا بہن کر کے یہ تشبیہ ہے محارم کے ساتھ جس مین نیت کا اعتبار ہوتا ہے لیکن بعد مین پوچھنے کے وقت اُسکا یہ کہنا کہ جو طلاق کا حق ہوتا ہے دیدی ہے یہ قرینہ ہے کہ اُس لفظ سے طلاق مقصود تھی پس یہ طلاق بالکنایہ اور بائن ہوئی غرض ایک طلاق رجعی ہوئی اور ایک بائن اگر اس نے ایسا ہی کوئی لفظ تیسری بار نہین کہا بلکہ صرف یہی دو کلمہ دو دفعہ کر کے کہے تو اب نکاح جدید شوہر اول سے درست ہے اور اگر تیسری بار بھی کچھ ایسا ہی لفظ کہدیا تو بدون حلالہ نکاح درست نہین - واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم ۱۶ ربیع الثانی ۱۳۲۴ھ

زینت بقصد بالیوں

جواز نقل معتدہ بضرورت مرض

سوال - (۱) حالت عدت مین کانون کی بالیان پہننا بھی کیا زینت مین داخل ہے ان کو تو وہ عورتین بھی پہن لیتی ہین جو بوجہ جہالت کے عمر بھر سوگ قائم رکھنا اور زینت یا پھول وغیرہ کے استعمال سے گریز کرنا چاہتی ہین (۲) معتدۃ الموت اگر اس قدر مریض ہو کہ بظاہر اُمید جانبری نہو اور شوہر کے گھر مین جہان وہ عدت گذار رہی ہے برادری کی مستورات کے آنے جانے اور میت کے غیر مشروع تذکرہ یا نوحہ وبین اور رونے دھونے سے یا مشروع زاری اور تذکرہ سے مریضہ کا مرض زیادہ ہوتا ہو یا بال بچون کے شور وغل سے بیماری بڑھتی ہو اور اُس کا انسداد ممکن نہو کیونکہ دوسرا گھر ہونے کیوجہ سے نہ زور دیا جاسکتا ہے نہ اثر پذیر ہو سکتا ہے پس ایسی حالت مین معتدہ مریضہ کا وہان سے منتقل کرنا اور اپنے گھر لے آنا جائز ہے یا نہین - (۳) معتدہ مریضہ اگر شہر کے اطبا کے معالجہ سے صحت نہ پائے اور اطبار شہر کی تشخیص مین اختلاف کے باعث کوئی معالجہ بھی کافی نہو سکے تو بغرض علاج یا تشخیص مرض دوسرے شہر مین لیجانا یا معالجہ کے لئے چند روز دوسرے شہر مین قیام کرنا جائز ہے یا نہین -

الجواب - فی در المختار بترک الزینة بحلی وفی رد المختار ای بجمیع انواعہ من فضة وذھب وجواھر قھستانی الخ وفی الدر المختار وتعتدان فی بیت وجبت فیہ الا ان تخرج او ینھدم المنزل او تخاف انھدامہ او تلف مالھا او لا تجد کراء البیت ونحو ذلک من الضرورات اھ روایت اولی سے جواب سوال اول کا معلوم ہوگیا کہ درست نہین اورکسیکا اسکو زینت نہ سمجھنا اس کی زینت واقعی ہونے کو رفع نہین کرسکتا اور روایت ثانیہ سے سوال دوم وسوم کا جواب معلوم ہوگیا کہ دوسری جگہ منتقل کرنا اور دوسرے شہر مین لیجانا درست ہی ونحو ذلک کے عموم مین یقیناً یہ صورتیں داخل ہین بلکہ خوف تلف مال کو جب ضرورت قرار دیا ہے اس مین خوف تلف نفس یا خوف تلف صحت ہی جو مال سے یقیناً اعز واکرم ہے - واللہ تعالی اعلم ۵ ربیع الثانی ۱۳۲۴ھ ہجری -

سوال - ھندہ منکوحہ زید کے یہان سے بسبب نا اتفاقی اپنے والدین کے یہان آکر دو تین سال تک رہی پھر لوگون نے جھوٹی قسمین کھاکر کہ زید نے طلاق دیدی تھی بکر سے نکاح کرادیا ایک عرصہ سے اُس کے پاس ہی اب اگر زید کو کچھ روپیہ دیکر طلاق دلوائی جائے تاکہ نکاح صحیح طور پر کرادیا جائے تو یہ فعل جائز ہے یا نہین -

الجواب - روپیہ دیکر جو عورت کو طلاق دلوائی جاتی ہے یہ دیکھنا چاہیئے کہ نیت کیا ہے اگر روپیہ دینے والا یہ سمجھتا ہے کہ روپیہ دینے سے عورت پر میرا اختیار اور حق اور زور ہو جائے کہ مین اُسکو اپنے ساتھ نکاح کرنے پر مجبور کر سکون گا یا اگر وہ نکاح نکریگی تو مین اُسکو زبردستی اپنے پاس رکھون گا اور طلاق دینے والا بھی یہی سمجھتا ہی کہ عورت گویا میری چیز ہے مین اپنی یہ چیز اس روپیہ کے بدلے اس شخص کو دیتا ہون تب تو روپیہ دینا اور روپیہ لینا دونون حرام ہین البتہ اگر طلاق دیدے گا تو طلاق واقع ہو جائے گی لیکن عورت پر کوئی زور اور حق نہ ہوگا لان البضع فی حق غیر المحرم غیر متقوم والاعتیاض عن غیر المتقوم رشوة الا فیما ورد فیہ النص وھذا لم یرد فیہ النص کاھل المرأة اخذ واشیاء عند التسلیم فللزوج ان یستردہ لانہ رشوة در مختار اور زیادہ نیت عوام جہلا کی یہی ہوتی ہے جو مذکور ہوئی پس شرعاً یہ باطل اور حرام ہے اور اگر یہ نیت ہو کہ فی الحال زوجین کی منازعت رفع ہو جائے اور پھر عورت کو اختیار ہو خواہ کسی سے بعد عدت نکاح کرے یا نہ کرے اور اگر کرے تو یہ ضرور نہین کہ جس نے روپیہ دیا ہے اُسی سے کرے غرض یہ کہ طلاق دینے والا یہ سمجھے کہ روپیہ لیکر اُس روپیہ دینے والے کا اختیار ہوگا بلکہ عورت کو اپنی ذات کا اختیار ہو جائیگا اور روپیہ دینے والا بھی یہ سمجھے کہ روپیہ دینے سے میرا اختیار عورت پر کچھ نہوگا بلکہ عورت ہر طرح مختار رہے گی تو جائز ہے لان بدل الخلع یصح التزامہ من الاجنبی کما فی الھدایة اور گو عوام سے اس نیت کی توقع کم ہے لیکن اگر یہ نیت ہوگی تو حکم جواز کا ہوگا البتہ اگر عورت کے وعدہ نکاح پر اس شخص نے یہ روپیہ دیا ہی اور پھر

روپیہ دیکر شوہر سے طلاق دلوانے کا حکم

وعدہ خلاف کرے تو عورت سے اپنا روپیہ واپس کر سکتا ہے مگر نکاح پر جبر نہین کر سکتا کمعتدۃ الغیر انفق علیہا رجل بشرط ان یتزوجھا وابت فلہ الرجوع کذا فی الدر المختار فقط واللہ تعالےٰ اعلم ۲۳ ربیع الثانی ۱۳۲۴ھ

طلاق بائن بلفظ کچھ واسطہ نہین

سوال - الفاظ مستعملہ مین ایک لفظ ہی مجھسے تجھسے کچھ واسطہ نہین اس سے بہ نیت طلاق طلاق واقع ہوگی یا نہین عالمگیری مین اس کی دو نظیرین لکھی ہین ولو قال لم یبق بینی وبینک شئ ونوی بہ الطلاق لا یقع وفی الفتاوی لم یبق بینی وبینک عمل ونوی یقع کذا فی العتابیہ اھ عمل اور شے مین کیا فرق ہے اور صورت مسئولہ کس کے مشابہ ہی بحر الرائق مین ہے فی جمع برھان قال لم یبق بینی وبینک عمل ونوی الطلاق لا یقع وفی فتاوی الفضلی خلافہ اھ اس سے معلوم ہوتا ہے لفظ عمل مین بھی اختلاف ہے۔

الجواب - القار ربانی سے یون معلوم ہوتا ہے کہ ان الفاظ کا حکم مبنی ہے عرف پر پس جہان حقیقی اور مجازی معنی مین عرفاً تلبس اور تعلق سمجھا جاتا ہے وہان نیت صحیح ہوگی ورنہ نہین اسی بناء پر شئ اور عمل مین فرق ہوگیا کہ ایک مین عرفاً وہ تلبس تھا دوسرے مین نہ تھا پھر تبدیل زمانہ سے لفظ عمل مین اختلاف ہوگیا کیونکہ اگر تلبس شرط نہو تو لازم آتا ہے کہ زید قائم سے اگر طلاق کی نیت کرلے تو درست ہو وہو باطل جب یہ معلوم ہوگیا تو اب اپنا عرف غالباً یہ ہے کہ اس لفظ کو بکثرت بہ نیت تطلیق استعمال کرتے ہین لہذا میرے نزدیک اگر نیت کرلے گا طلاق واقع ہوجائے گا واللہ اعلم ۲۹ ربیع الثانی ۱۳۲۴ھ

[illegible]

سوال - ایک شخص نے بحالت غصہ اپنی زوجہ کو کہا کہ جا دور ہو ہم طلاق دیتے ہین اُس کے بعد پشیمان ہوا اور پھر کچھ نہین کہا تھوڑی دیر کے بعد عورت کچھ رونے لگی تو اُس سے کہا کہ اب کیا روتی ہو جو ہونا تھا سو ہوگیا یہ کس قسم کی طلاق واقع ہوئی اور اب شوہر رجعت کر سکتا ہی یا نہین۔

الجواب - یہ تین جملہ ہین کہ جا۔ دور ہو۔ ہم طلاق دیتے ہین۔ اولین کنایات قسم اول سے ہین جو ہر حال مین موقوف نیت پر ہین کما فی الدر المختار باب الکنایات اور ثالث طلاق صریح ہے پس اگر اولین سے نیت طلاق کی نہین کی بلکہ زجر مقصود تھا تو صرف لفظ ثالث سے ایک طلاق رجعی پڑی عدۃ کے اندر رجعت کر سکتا ہی اور اگر اول کے دونون لفظون سے جدا جدا طلاق کی نیت کی تو دو بائن اُن سے ہونگی اور ثالث سے حلالہ کی ضرورت ہوگی اور اگر اول سے نیت کی اور ثانی سے نہین کی یا بالعکس تو دو طلاق بائن ہوگئین بلا حلالہ تجدید نکاح بتراضی طرفین جائز ہے۔ ۱۳۲۴ھ

[illegible]

سوال - مسمے زید زوجہ خود مسماۃ ہندہ را بحلف باللہ گفت شما از مکان من بیرون شو شما را ہرگز دعوی نخواہم کرد پس ہندہ مسطورہ در جوابش گفت کہ حلف شما ہیچ اعتبارے نیست مرا یک کاغذ نوشتہ دہ یعنی طلاق نامہ پس

درانوقت بوجہ عدم میسر کاتب زید مذکور روبرو چہار اشخاص بدست زوجہ خود یک کاغذ سادہ دادہ گفت کہ ہرگاہ ترا نویسندہ میسر شود طلاق نامہ نویسانیدہ از من دستخط بہری بعد چند روز زید مذکور نزد ہندہ مسطورہ رفتہ گفت شما نزد من بیایا روپیہ من بدہ پس ہندہ گفت اگر شما از من دعویٰ کنی شما در طلاقنامہ دستخط کنید پس روپیہ شما بہم پس درین وقت زید در طلاقنامہ دستخط نمودہ از ہندہ روپیہ اخذ نمودہ اندرین صورت بمطابق ملت غرا و شریعت بیضا از کدام وقت عدۃ طلاق شمار کردہ شود۔

الجواب۔ فی رد المحتار وان کانت مرسومۃ یقع الطلاق نوی او لم ینو وفیہ لو قال للکاتب اکتب طلاق امرأتی کان اقرارا بالطلاق وان لم یکتب وفیہ ولو استکتب (ای غیر الزوج) من آخر کتابا بالطلاق وقرأہ علی الزوج فاخذہ الزوج وختمہ وعنونہ وبعث بہ الیہا فاتاہا وقع ان اقر الزوج انہ کتابہ او قال للرجل ابعث بہ الیہا الخ اھ قلت وفی الصورۃ المسئول عنہا لم یتحقق الکتابۃ حتی تدخل فی الروایۃ الاولی ولا الاستکتاب المطلق حتی تدخل فی الروایۃ الثانیۃ بل الاذن بالاستکتاب مقیدا بقولہ از من دستخط بہری فیتوقف وقوع الطلاق علی تحقق ہذا القید فکان نظیر ما فی الروایۃ الثالثۃ۔ خلاصہ جواب آنکہ از وقت دستخط طلاق واقع شدہ پس عدت از ہمین وقت شمار کردہ شود واللہ اعلم ۲۵ شوال ۱۳۲۴ھ

تحقیق مسئلہ متعلقہ ارتداد زوجہ۔ فی الدر المختار ولیس للمرتدۃ التزوج بغیر زوجہا بہ یفتی وفی منح المختار عن الفتح وقد افتی الدبوسی والصفار وبعض اہل سمرقند بعدم وقوع الفرقۃ بالردۃ ردا علیہا وغیرہم مشوا علی الظاہر ولکن حکموا بجبرہا علی تجدید النکاح مع الزوج وتضرب خمسۃ وسبعین سوطا واختارہ قاضیخان للفتوی اھ صفحہ ۴۶۹ وصفحہ ۴۷۰ مطبوعہ مصر جلد ۲ در مختار اور رد المحتار اور فتح القدیر کتب معتبرۂ مستندۂ مذہب سے ہین صاحب فتح یعنی ابن الہمام اس رتبہ کے شخص ہین جنکو علامہ مقدسی رتبہ اجتہاد تک پہونچا ہوا مانتے ہین جیسا علامہ شامی نے اُن سے نقل کیا ہے (رد المحتار مطبوعہ مجتبائی ج ۲ ص ۳۷۸) قاضیخان اس درجہ کے ہین کہ علماء مذہب نے انکو فقہاء کے سات طبقون مین سے طبقہ ثالثہ سے شمار کیا ہے جنکا رتبہ بعد ابو یوسف و محمد رحمہما اللہ کے ہے (رد المحتار مطبوعہ مصر ج ۱ ص ۷۹ و ۸۰) پھر دبوسی اور صفار اور بعض علماء سمرقند کا فتویٰ اور زیادہ مؤید ان حضرات کے مجموعی اقوال جو کہ کتب معتبرہ مین منقول ہین گو اُسمین باہم مختلف ہون کہ عورت کے مرتد ہونے سے آیا فرقت واقع ہوگی یا نہین لیکن اسپر متفق ہین کہ اُس عورت کو دوسرے زوج سے نکاح کرنے کا مطلقاً اختیار نہین اگر وہ مرتد رہے گی تو کسی سے بھی اُس کا نکاح صحیح نہین (در مختار مع رد المحتار ص ۴۶۵ مطبوعہ مصر) اور اگر اسلام کیطرف عود

کریگی تو زوج اول ہی ہے اُس کا نکاح کیا جائے گا اور نیز حسب قاعدہ شرعیہ اُسکو اسلام کی طرف عود کرنے پر مجبور کیا جائے گا جیسا اوپر ردالمحتار ص ۷۰۴ سے گذرا ہے واللہ اعلم ۱۳۲۴ھ

طلاق مریض

سوال - ایک شخص نے حالت بیماری مین برضا و رغبت اپنی زوجہ منکوحہ کو حاضران مجلس کے سامنے صریح طلاق دی اور زوجہ نے بھی اپنا مہر زوج کو معاف کر دیا بعد طلاق کے عرصہ ایک ماہ کے بعد اس بیماری کی حالت مین زوج مر گیا پس اس صورت مذکورہ مین زوجہ مطلقہ کی عدت بعد طلاق سے محسوب ہوگا یا بعد وفات زوج سے زید کہتا ہے کہ بقول شامی فی حق امرأۃ الفار الخ والمراد بامرأۃ الفار من ابانها فی مرضه بغیر رضاها بحیث صار فارا ومات فی عدتها ابعد الاجلین - اس روایت کی روسے عدت وفات کی لی جائے گی نہ طلاق سے اور عمرو کہتا ہے کہ بقول شامی لو ابانها فی مرضه برضاها بحیث لم یصر فارا تعتد عدۃ الطلاق عورت مطلقہ کی عدۃ کی شمار طلاق سے کیا جائے گا بموجب اس روایت اخیرہ کے اگر کوئی شخص عورت مطلقہ سے بعد گذرنے عدت طلاق نکاح کرے تو یہ نکاح از روئے شرع شریف کے جائز ہے یا نہ -

الجواب - حکم طلاق زوج مریض کا جبکہ زوج قبل انقضائے عدت زوجہ کے مر جائے یہ ہے کہ جس طلاق کے بعد عدت کے اندر زوج کے مر جانے سے زوجہ کو میراث ملتی ہے اُسمین عدت ابعد الاجلین سے ہے یعنی عدت طلاق اور عدت وفات مین جو پیچھے ختم ہو اور جسمین میراث نہین ملتی اُسمین عدت طلاق واجب ہے پس شامی کی دونون روایتین صحیح ہین اور دونون مین کچھ تعارض نہین کیونکہ روایت اولی صورت میراث مین ہے اور روایت ثانیہ صورت عدم میراث مین ہے اب یہ تحقیق کرنا چاہیئے کہ اس مریض کی طلاق پر آیا حکم میراث کا مرتب ہوا ہے یا نہین تاکہ اُس سے عدت کا حکم متعین ہو جائے اس لئے اسکی صورتین لکھتا ہون کہ اگر یہ مریض ایسا بیمار تھا جس مین غالب گمان حیات کا تھا تو یہ مرض موت نہین ہے اور اس صورت مین اگر زوج عدت زوجہ کے اندر مر جائے تو زوجہ وارث نہ ہوگی ایک صورت تو یہ ہوئی اور اگر اس بیماری مین ظاہر حال سے اندیشہ مر جانے کا تھا تو یہ مرض موت ہے پھر اس مرض موت مین یہ تفصیل ہے کہ دیکھنا چاہیئے کہ طلاق رجعی ہے یا بائن اگر رجعی ہے تو وارث ہوگی اور یہ دوسری صورت ہوئی اور اگر بائن ہے تو دیکھنا چاہیئے کہ زوجہ کی اجازت سے ہے یا بلا اجازت اگر اجازت سے ہے تو وارث نہ ہوگی اور یہ تیسری صورت ہوئی اور اگر بلا اجازت ہے تو وارث ہوگی اور یہ چوتھی صورت ہوئی پس اول اور تیسری صورت وارث نہ ہونے کی ہین اور دوسری اور چوتھی صورت وارث ہونے کی ہین پس واقعہ سوال مین اگر اول یا تیسری واقع ہوئی ہے تو عدت طلاق واجب ہے اور اُسکے

انقضاء کے بعد نکاح ثانی جائز ہے اور اگر دوسری یا چوتھی صورت واقع ہوئی تو اگر عدت طلاق پہلے ختم ہو جائے تو عدت موت کے بعد نکاح ثانی درست ہوگا اُس کے قبل درست نہ ہوگا والروایات مذکورۃ فی باب طلاق المریض وباب العدۃ من الکتب الفقہیۃ واللہ اعلم ۱۷ ذی الحجہ ۱۳۲۴ھ

عدت طلاق قبل بلوغ بخلوت صغیر

سوال - ایک لڑکی و لڑکا نابالغ کا نکاح ہوا اب بالغ ہونے پر طلاق ہوگیا رضامندی سے عدت اُس کی ہوئی یا نہین ایک مرتبہ نابالغی مین اپنی سسرال گئی تھی پھر جب سے کبھی نہین گئی اور لڑکی اور لڑکے کی والدہ والد دونون موجود تھے اور ابتک موجود ہین سو آپ عدت کے بارہ مین تحریر فرمائین ۔

الجواب - جب سے ان مین نکاح ہوا ہے اگر کسیوقت دونون کو تنہائی مین یکجائی ہوئی ہے جہان دوسرے کے جانے کا اندیشہ نہ ہو تو عدت واجب ہوگی گو نابالغی کی صورت مین یہ خلوۃ صحیحہ نہ ہو اور اگر بعد بلوغ کے ایسا اتفاق ہوا ہے تو خلوۃ صحیحہ بھی ہوگی اور عدت ہر حال مین واجب ہوگی البتہ اگر کبھی ایسا اتفاق نہ ہوا ہو تو عدت واجب نہ ہوگی اور عدت حیض والی کی تین حیض ہے اور جس کو نابالغی سے حیض نہ آتا ہو اُسکی عدت تین ماہ ہین فی رد المحتار باب المہر تحت قولہ ولو بزوج ھکذا الباء للمصاحبۃ ای ولو کان الصغر مصاحب الزوج یعنی لا فرق بین ان یکون الزوج او الزوجۃ او کل منہما صغیرا اھ قال فی البحر فی خلوۃ الصغیر الذی لا یقدر علی الجماع قولان وجزم قاضیخان بعدم الصحۃ فکان ہو المعتمد ولذا قید فی الذخیرۃ بالمراہق اھ وتجب العدۃ بخلوتہ وان کانت فاسدۃ لان تصریحہم بوجوبہا بالخلوۃ الفاسدۃ شامل لخلوۃ الصبی کذا فی البحر من باب العدۃ ج ۲ ص ۵۵۵ واللہ اعلم ۱۹ ربیع الاول ۱۳۲۵ھ

وقوع طلاق بائن بلفظ چاہے جہان تو نکاح کرے

سوال - زید نے اپنی زوجہ ہندہ سے چار شرط اسطور سے کہین کہ اگر ایک شرط بھی ان چار سے مجھے پائی جائے تو تجھکو طلاق ہے چاہے جہان تو نکاح کرے میرا کسی قسم کا دعوی تجھپر نہین ہے بعد ازان زید سے ایک شرط پائی گئی پس ہندہ پر کتنی اور کیسی طلاق پڑی مع عبارت کتاب بیان فرمائین ۔

الجواب - فی الدر المختار باب الصریح یقع البائن لو قال انت طالق طلقۃ تملکی بہا نفسک لانہا لا تملک نفسہا الا بالبائن اس روایت کی بناء پر صورت مسئولہ مین ایک طلاق بائن واقع ہوگیا واللہ اعلم ۱۶ ربیع الثانی ۱۳۲۵ھ

حکم عدت منکوحہ الغیر بعد وفات خاوند ثانی

سوال - ایک عورت اپنے خاوند سے لڑ بھڑ کر کہین چلی گئی تو چار برس کے بعد اُسنے کسی اور شخص سے خود نکاح کرلیا یا کسی دوسرے شخصون نے زبردستی کرا دیا تھا تو اب وہ دوسرا خاوند فوت ہوگیا اُس سے ایک لڑکی ایک لڑکا موجود ہے اور اُس کے پہلے خاوند سے جو کہا گیا کہ اُس کو طلاق دیدے تو فوراً اُس نے یہ کہا کہ جب میرے

گھر سے چلی گئی تو جب ہی سے طلاق ہے یہ بھی نہین معلوم کہ طلاق ہے کہا یا طلاق ہو گئی تو اب اُسکی عدت گذر گئی پر دوسرا شخص نکاح کرسکتا ہے یا نہین یا ویسے کرلین درست ہے یا نہین۔

الجواب - فی الدر المختار باب العدۃ المنکوحۃ نکاحاً فاسداً والموطوءۃ بشبہۃ ومنہ تزوج امراءۃ الغیر غیر عالم بحالہا کما سیجئ الی قولہ الحیض (وھو خبر عدتہم) للموت ای موت الوطی وغیرہا وفیہ فی اٰخر الباب وکذا لا عدۃ لو تزوج امرأۃ الغیر ووطیہا عالما بذٰلک ودخل بہا الخ پس صورت مسئولہ مین جس شخص سے دوسرا نکاح ہوا ہے اگر اُسکو خبر تھی کہ یہ کسی کی منکوحہ ہے تب تو عدت واجب نہین اور اگر خبر نہ تھی تو عدت واجب ہے اور عدت اُسکی حیض ہی سے ہو اور شوہر اول نے جسوقت کہا ہے کہ طلاق ہے یا طلاق ہو گئی اس کہنے سے طلاق ہو گئی اور عدت اسی وقت سے شمار کیجائے گی پس یہان کئی صورتین پیدا ہون گی ایک یہ کہ شوہر اول کے طلاق دینے کے بعد عدت گذر گئی اُسوقت شوہر ثانی کی وفات ہو گئی اور اُسکو منکوحہ ہونے کا علم نہ تھا تو اس صورت مین اس عورت کی عدت تین حیض ہین دوسری صورت یہ کہ شوہر اول کی عدت گذرنے کے بعد شوہر ثانی کی وفات ہوئی اور اُسکو منکوحہ غیر ہونیکا علم نہ تھا اس صورت مین اس عورت پر عدت نہین ہے اور تیسری صورت یہ کہ شوہر ثانی کی وفات کے وقت تک عدت شوہر اول کی ختم نہ ہوئی تھی تو شوہر اول کی عدت پوری کرنا پڑیگی اور شوہر ثانی کی عدت مین وہی تفصیل ہے اور جن صورتون مین تین حیض عدت ہین اُن صورتون مین اگر وہ حاملہ ہو تو وضع حمل عدت ہے۔ کما فی رد المحتار تحت قولہ الحیض ۱۶ ربیع الثانی ۱۳۲۵ھ

سوال - اندرینکہ بنگالی بزبان بنگالہ خود زن خود را گفت تیرتین طلاق دیلم کہ ترجمہ اش بعربی طلقتک ثلاثا باشد و یا بفارسی ترا سہ طلاق دادم و آنرا بقسم یا بکلمہ شہادت موکد ساخت اعنی او گفت واللہ طلقتک ثلاثا یا اشہد ان لا الٰہ الا اللہ طلقتک ثلاثا پس شرعاً طلاقش واقع خواہد شد یا نہ۔

(نقل رقعہ مصحوبہ این سوال)

پس از سلام مسنون معروض آنکہ عبارت درمختار سیقال امرأۃ لزوجہا لست لی بامرأۃ او قالت لست لی بزوج فقال صدقت طلاق ان نواہ خلافاً لہما ولو اکدہ بالقسم او سئل الک امرأۃ فقال لا فطلاق وان نوے کان الیمین والسوال قرینتا ارادۃ النفی فیہما - خلاصہ مطلب اس عبارت کا کیا ہے چونکہ بعض لوگ اس عبارت سے قسم و سوال کو مطلقاً مانع طلاق سمجھے ہین صریح ہو یا کنایہ اور بعض مانع کنایہ سمجھتے ہین نہ صریح کے اور یہان کے عوام و خواص سب کی تشفی حضور کی تحریر پر ہے فقط۔

الجواب - بلا شک و شبہہ سہ طلاق واقع شد وانچہ در پرچہ مصحوبہ از درمختار نقل کردہ شدہ است آن مخصوص است

بخلاف کہ محتمل نفی اصل زوجیت باشد پس قسم مرجح خواہد شد ارادہ نفی را واین مقصود نیست کہ قسم مطلقاً مثل استثناء یعنی انشاء اللہ تعالی مانع وقوع طلاق مے باشد وصریح وکنایہ دران متساوی اند خلاصہ جواب آنکہ در مقیس علیہ انکار زوجیت است ودر مقیس انشاء طلاق پس قیاس صحیح نباشد فقط واللہ تعالی اعلم ۲۴ جمادی الاولی ۱۳۲۵ھ

سوال۔ کیا فرماتے ہین علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ ہین مین نے حالت غصہ مین یہ کلمے کہے ہین (طلاق دیتا ہون طلاق طلاق) اور مین نے کوئی کلمہ فقرہ بالا سے زیادہ نہین کہا اور نہ مین نے اپنی منکوحہ کا نام لیا اور نہ اُسکی طرف اشارہ کیا اور نہ وہ اُس جگہ موجود تھی اور نہ اُسکی کوئی جھگڑا ہے یہ کلمہ صرف بوجہ تکرار تاسسر یعنی میری منکوحہ کی تائی کے نکلے جسوقت میرا غصہ فرو ہوا فوراً اپنی زوجہ کو لے آیا ان دو اشخاص مین ایک میرے ماموں اور ایک غیر شخص ہے اور مستورات ہین۔

الجواب۔ چونکہ دل مین اپنی ہی منکوحہ کو طلاق دینے کا قصد تھا لہذا تینون طلاقین واقع ہوگئین کذا فی ردالمحتار ج ۲ ص ۷۰۵۔ ۲۶ جمادی الاولے ۱۳۲۵ھ

سوال۔ ان رجلا طلق امرأتہ طلاقا بائنا ثم طلق بعد ستۃ اشہر ثنتین فہل یقع الثنتان اللتان بعدہا ام لا۔

الجواب۔ نفس مسئلہ مین تفصیل یہ ہے کہ طلاق اول یا صریح بائن یا کنایہ رجعی ہے مثل اعتدی واستبرئی رحمک وغیرہ کے یا کنایہ بائن اور اسی طرح طلاق متاخر مین یہ چارون احتمال ہین کل سولہ صورتین ہین انمین جس صورت مین طلاق مقدم بائن ہو صریح یا کنایہ اور طلاق مؤخر کنایہ بائن ہو اُس صورت مین تو طلاق مؤخر کا وقوع نہ ہوگا اگرچہ نیت بھی وقوع کی کرے باستثنائے مستثنیات مذکورہ فی الفقہ اور حاصل ان صور مستثنیٰ کا یہ ہے کہ جب ایقاع ثانی کو اخبار پر محمول کرنا ممکن نہ ہو اور بقیہ صورتون مین وقوع ہو جائے گا ہکذا فی الدر المختار ورد المحتار مفصلاً مبسوطاً واللہ اعلم ۸ رجب ۱۳۲۵ھ

سوال۔ ایک شخص نے کسی فعل پر طلاق کو اسطرح معلق کیا کہ اگر فلان کام کرون تو جس عورت سے نکاح کرون وہ مطلقہ ہے اُس کے بعد وہ کام کیا پھر نکاح تو ظاہر ہے کہ وہ عورت مطلقہ ہوگئی لیکن قاضی نے ایجاب وقبول دوبار کرایا پس یہ کہا جاسکتا ہے کہ اول ایجاب وقبول کے بعد طلاق واقع ہوگیا اور ثانی ایجاب وقبول سے پھر دوبارہ نکاح منعقد ہوگیا اگرچہ طرفین نے تجدید نکاح کا ارادہ نہین کیا البتہ پہلی مرتبہ چونکہ قاضی وکیل تھا اس لئے وہ وکالت ختم ہوگئی اب دوبارہ ایجاب فضولی کا سمجھا جائے گا اس لئے اجازت مرأۃ یا ولی مرأۃ پر موقوف رہیگا پس ولی کا عورت کو برضامندی رخصت کرنا یا کہ عورت کی برضا تمکین وطی کو اجازت سمجھا جائے گا یا نہین یا کہ

عورت سے یہ کہا کہ تم راضی ہو انسے اُس رنے کہدیا ہان تو یہ رضا شمار کیا جاسکتا ہے یا نہین وجہ شبہہ یہ ہی کہ اجازت ورضامندی کے لیے خبر نکاح شرط ہے اور ولی یا عورت کو خبر نکاح ثانی نہین ہے بلکہ اُس کو فضول سمجھتے ہین اور یہ خیال کرتے ہین کہ نکاح ہماری اجازت سے ہوا ہے پس یہ عدم علم تجدید نکاح رضامندی کے لئے مضر ہے یا نہین یا کہ یہ کافی ہے کہ نفس نکاح کا اُن کو علم ہے اگرچہ تجدید نکاح کا علم نہین۔

الجواب- مکرر ایجاب وقبول سے مقصود تاکید ہے نہ کہ تجدید لہذا اس کو عقد ثانی نہ کہین گے اور رضا مرأۃ یا ولی کی عقد اول ہی کے خیال سے ہی اُس کو عقد ثانی پر رضا نکہا جائے گا۔ ۱۷ رجب ۱۳۲۵ھ

حکم شخصی کہ گفت اگر تجھکو رکھون تو اپنی مان کو رکھون

سوال- علمار دین شرع متین درباب این مسئلہ چہ فرمایند- ایک شخص نے اپنی زوجہ ہندہ کو چند زدوکوب کیا اور زبان سے اپنی یہ الفاظ نکالا کہ تجھکو رکھون تو اپنی مان کو رکھون اور وہ شخص وہان سے آنکر اپنے برادر معظم سے کہا کہ تو مہر مصروف یعنی روپیہ دے مین چھوڑ دون ویا طلاق دیدون تو اُس کے بھائی نے کہا کہ مین نہین دونگا روپیہ آیا اُسپر طلاق ہوا کہ کفارہ مع حوالہ کتب بیان فرمائیگا فقط۔

الجواب- یہ جو کہا کہ تجھکو رکھون تو اپنی مان کو رکھون یہ صیغہ تعلیق کا ہے اور یہ عبارت ظہار اور طلاق دونون کو محتمل ہے اور تعلیق ظہار وطلاق دونون کی جائز ہے پس اگر اس عبارت سے نیت طلاق کی کی ہو تو طلاق واقع ہو گیا[1] اور چونکہ کنایہ ہے لہذا طلاق بائن واقع ہوا اور اگر نیت ظہار کی کی ہے تو ظہار ہو گیا اور کفارہ واجب ہو گا اور یہ جو کہا کہ چھوڑ دون ویا طلاق دیدون اگر یہ عبارت اس متکلم کے محاورہ مین صیغہ حال مین مستعمل ہے بمعنے اس کے کہ طلاق دیتا ہون یا چھوڑتا ہون تو طلاق واقع ہو جائیگا اور چونکہ صریح ہے لہذا رجعی واقع ہو گی اور اگر یہ عبارت اس کے محاورہ مین بمعنے وعدہ کے مستعمل ہو تو طلاق واقع نہ ہو گا والکل ظاہر مشہور من القواعد والروایات فقط ۱۰ شوال ۱۳۲۵ھ۔

تعلیق طلاق بکلام زوجہ دو ماہ

سوال- زید نے اپنی زوجہ منکوحہ سے کہا کہ اگر دو ماہ تجھ سے بولون تو مان سے زنا کرون آیا زید کے ذمہ شرعاً اس کلام سے کوئی گناہ ثابت ہوتا ہے یا نہین۔

الجواب- زید کا اس عبارت سے مقصود یہ ہے کہ مین دو ماہ تک تجھ سے نہ بولونگا اور اس مقصود کو تعلیق کے طور پر موکد کیا ہے اور جس عنوان سے موکد کیا ہے اُسمین دو احتمال ہین ایک یہ کہ مقصود اس سے تعلیق طلاق کی ہو یعنی یہ مطلب ہو کہ اگر دو ماہ کے اندر تجھ سے بولون تو تجھپر طلاق ہو جائے پس اگر یہ مقصود ہی تو اگر دو ماہ کے

[1] کیونکہ تعلیق ایسے امر کی ساتھ ہے جو بالفعل متحقق ہے لہذا وجود شرط کی وجہ سے جزا مرتب ہو گئی ۱۲ منہ۔

اندر بولنے کا طلاق بائن واقع ہوگا جسمین برضامندی تجدید نکاح کی حاجت ہوگی اور اگر دو ماہ کے بعد بولا تو کچھ نہین
اور دوسرا احتمال یہ ہی کہ مقصود اس سے تعلیق ظہار کی ہو یعنی یہ مطلب ہو کہ اگر دو ماہ کے اندر تجھسے بولون تو ظہار
منعقد ہو جائیگا اگر یہ مقصود ہے تو دو ماہ کے اندر بولنے سے ظہار ہوگا اور کفارہ جو کتب فقہ مین ہی واجب ہوگا
اور دو ماہ کے بعد بولنے سے کچھ نہ ہوگا اور اگر اور کچھ مقصود ہے تو سوال مین تصریح ہونا چاہیئے۔ ۲۱ شوال ۱۳۲۵ھ

فائدہ تحقیق طلاق الصغیر

سوال۔ جملہ متون و شروح فقہ و اصول اس امر مین متفق ہین کہ صبی بنفسہ ایقاع طلاق نہین کرسکتا اور نہ
اُسکی طرف سے ولی وغیرہ ایقاع طلاق کا مجاز ہے ہان بوقت حاجت صبی کیطرف سے طلاق واقع ہوسکتی
ہے پس قابل استفسار یہ امور ہین۔ ۱ حاجت سے کون حاجت مراد ہے وہی تین حاجتین جو شامی صاحب
تحریر وغیرہ نے ذکر فرمائی ہین یا اور بھی مثلاً زوج صغیر اور زوجہ بالغہ بوقت خوف زنا وغیرہ ۲ بوقت حاجت
خود صبی طلاق دیگا یا اور کوئی صبی کی طلاق نہ واقع ہونے کی دلیل فقہاء کرام کل طلاق جائز الا طلاق الصبی
بیان فرماتے ہین پس یہ عبارت حدیث مرفوع کی ہی یا قول ابن عباسؓ ہے اور کوئی اگر طلاق دے تو وہ کون
ہوگا ولی یا قاضی یا محکم اور اُس کی دلیل کیا ہے اور ایسے واقعات کا فیصلہ اسوقت کوئی کرسکتا ہے یا نہین
۳ قول امام سرخسیؒ بنفسہ ایقاع طلاق صبی پر دلالت کرتا ہے یا نہین اگر دلالت کرتا ہے تو خلاف متون و
شروح یہ قول مفتے بہ ہی یا نہین۔

الجواب۔ ۱ صغر زوج اور بلوغ زوجہ اُن حاجات مین سے نہین بلکہ کسی حالت مین بھی یہ اسباب
استحقاق تفریق مین سے نہین۔ ۲ قاضی تفریق کریگا اور دلیل کی تحقیق منصب مقلد کا نہین اور نہ مجیب
مقلد کے ذمہ ماخذ کا بیان کرنا ہے نقل مذہب کافی ہے ۳ اول تو دال نہین اور ثانیاً بصورت دلالت
معتبر نہین فقط۔ یکم ذیقعدہ ۱۳۲۵ھ

فائدہ عدت ممتدۃ الطہر

سوال۔ ایک عورت کو برابر بدستور اور عورتون کے حیض آتا تھا مگر فی الحال ایک سال سے اس کو حیض
موقوف ہے اور اس کے شوہر نے اُس کو طلاق دیا ہے اب وہ عورت عدت کتنے روز بیٹھیگی اُس کے لیئے
عدت بالاشہر ہے یا عدت بالحیض اگر عدت بالاشہر ہے تو تین ماہ عدت ہوگی یا زیادہ اگر عدت بالحیض ہے تو
سن ایاس تک انتظار حیض کا کیا جائے گا یا نہین اگر سن ایاس تک انتظار کیجائے تو وہ عورت نہایت
غریب ہو اس کے خور و پوش کا کوئی ظاہری سامان نظر نہین آتا بینوا توجروا۔

الجواب۔ درمختار و ردالمحتار کے باب العدۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس صورت مین حنفیہ کے نزدیک تو

مدت ایاس تک انتظار حیض کا ضرور ہی ہے اور مالکیہ کے نزدیک نو مہینے اور بقول معتمد ایکسال وقت طلاق سے عدت ہے اور ضرورت کے وقت اس قول پر عمل جائز ہے اھ احقر کہتا ہے کہ اسمین یہ امور قابل لحاظ ہونگے اول اُس کا علاج کیا جائے اگر علاج سے بھی ادرار نہ ہو تب اس قول پر عمل کیا جائے کیونکہ ضرورت کا تحقق اُسی وقت ہوگا۔ **دوم** اس قول پر عمل کرنے کے لیے قضار قاضی کی حاجت ہوگی اور حاکم مسلم کو منجانب کافر بادشاہ کے ہو قاضی شرعی ہے پس سرکار مین ایک درخواست اس کی پیش کیجائے کہ کسی مسلمان حاکم کو اس مسئلہ مین حکم کرنے کا اختیار دیدیا جاے پھر وہ حاکم مسلم اس فتوے کے موافق اُس عورت کو عدت گذار کر نکاح ثانی کر لینے کی اجازت دیدے اسطرح عمل کیا جائے **سوم** اگر اس قول کے موافق عدت شروع کی اور قبل ختم ہونے ایک سال کے اتفاقاً حیض جاری ہوگیا تو پھر عدت حیض سے کیجائیگی واللہ اعلم ۹ ذیقعدہ ۱۳۲۵ھ

سوالات۔ (۱) خلع نزد ابو حنیفہؒ کے طلاق بائن ہے یا کہ فسخ ہے (۲) خلع کے بعد طلاق دینی چاہیے یا فقط خلع سے بیوی اجنبی ہو جاتی ہے (۳) فسخ مین نکاح وہی رہتا ہے یا کہ دوسرا نکاح ہونا چاہیے (۴) اور کے مہینے کی عدت کرنی چاہیے۔

جوابات۔ (۱) طلاق بائن ہے (۲) اُس کے بعد طلاق دینے کی حاجت نہین (۳) فسخ مین نکاح نہین رہتا ہے (۴) طلاق اور فسخ دونون مین عدت واجب ہے، حائضہ کو تین حیض صغیرہ وکبیرہ کو تین ماہ اور حاملہ کو وضع حمل فی الدر المختار باب العدۃ وھی فی حرۃ تحیض لطلاق او فسخ الخ البتہ فسخ مین عدد طلاق نہین کم ہوتا اور اُس کے بعد طلاق واقع نہین ہوتا کذا فی الدر المختار باب الولی۔ ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۲۵ھ

سوال۔ چند نادانون نے لفظ ہان[ف] سے اپنی بیبیون کو طلاق دیا ہے ان کی فلاح کی کوئی صورت شرعاً ہے یا نہین

الجواب۔ ایک دو طلاق مین قبل عدت رجعت وبعد عدت تجدید نکاح ممکن ہے اور تین مین بجز حلالہ کے کوئی صورت نہین واللہ اعلم ۶ رمضان ۱۳۱۹ھ

سوال۔ حالت خلع مین جو بی بی کیجانب سے ہوتا ہے دین مہر شوہر کو ادا کرنا چاہیے یا نہین یا کیا طریقہ خلع کا ہے فقط

الجواب۔ طریقہ خلع کا یہ ہے کہ دونون میان بی بی مین ناموافقت ہوئی عورت نے کچھ مال دینا کیا کہ لیکر مجھے چھوڑ دے اور اُس مرد نے منظور کر لیا پس یہ خلع ہوگیا اور طلاق بائن پڑ گئی اور عورت پر مال مذکور واجب ہوگیا پس اگر خلع مہر پر کیا ہے تو مرد سے مہر ساقط ہوگیا اور عورت پر کچھ واجب نہین اور اگر مہر سے کم پر کیا ہے

[ف] یعنی اُنسے کسی نے کہا کہ تم نے اپنی زوجہ کو طلاق دیا انھون نے کہا ہان ۱۲ منہ۔

تو وہ مقدار مرد سے ساقط ہو گئی باقی ذمہ رہا اور جو مہر سے زیادہ پر کیا تھا اور مہر ساقط ہو گیا اور زیادتی عورت پر واجب رہی پھر یہ کہ یہ زیادتی یعنی مرد کو جائز ہے یا نہیں تو عند اللہ تو مکروہ ہے لیکن حاکم دلوادیگا وان کان النشوز منہا کرہنا لہ ان یاخذ منہا اکثر مما اعطاہا ولو اخذ الزیادۃ جاز فی القضاء ہدایہ جلد اول ص ۳۸۵ - ۲۶ ربیع الاول ۱۳۰۱ھ ہجری -

سوال - ایک شخص ایک قصبہ یا شہر مین ہے اور عورت دوسرے قصبہ یا شہر مین اگر خاوند اس عورت کا خط کے اندر طلاق لکھ کر بذریعہ ڈاک یا آدم عورت کے پاس روانہ کرے تو طلاق آجاتی ہے یا نہین

الجواب - تحریر و تقریر کا شرع مین ایک حکم ہے جیسا زبان سے طلاق پڑجاتی ہے لکھنے سے بھی واقع ہوتی ہے پس اگر خط مین لکھا کہ تجھے طلاق تو لکھنے کے ساتھ پڑجاے گی اور اُسی وقت سے عدت لازم ہوگی اور اگر یون لکھا کہ جب یہ خط آوے جب طلاق ہے تو خط کے آنے پر پڑے گی اور جب ہی سے عدت آویگی ثم المرسومۃ لا تخلو اما ان ارسل الطلاق بان کتب اما بعد فانت طالق فکما کتب ہذا یقع الطلاق ویلزمہا العدۃ من وقت الکتابۃ وان علق طلاقہا بمجئ الکتاب بان کتب اذا جاءک کتابی ہذا فانت طالق فمالم یجئ الیہا الکتاب لا یقع کذا فی فتاوی قاضیخان عالمگیری جلد ۲ ص ۳۹۷ -

سوال - ما قولکم اندرین کہ زن مطلقہ بزبان خود میگوید کہ مدت حیض معتادش سہ روز ست و مدت طہر معتادش پانزدہ روز پس بعد از انقضاے عدت او کہ سی و نہ شبانہ روز باشد نکاحش درست است یا نہ و شہادت شاہدان مخالفش باطل است یا چہ -

الجواب - در باب انقضاے عدت قول معتدہ معتبر است بشرطیکہ مدت محتمل عدت باشد قال اللہ تعالیٰ ولا یحل لہن ان یکتمن ما خلق اللہ فی ارحامہن - فی المظہری وفیہ دلیل علی ان قولہا مقبول فی ذلک اھ۔ فی الدر المختار قالت مضت عدتی والمدۃ تحتملہ وکذبہا الزوج قبل قولہا مع حلفہا والا لا اھ و در اقل مدت عدت حائضہ اختلاف است نزد امام ابو حنیفہ رحمہ شصت روز است و نزد صاحبین رحمہ سی و نہ روز کہ مذکور سوال است فی الدر المختار و اقلہا للحرۃ ستون یوما وفی رد المحتار وعندہما اقل مدۃ تصدق فیہا الحرۃ تسعۃ وثلاثون یوما واللہ اعلم -

کتاب الحضانۃ

سوال - اولاد کی پرورش والدین کے ذمہ پر کہان تک ہے عام اس سے کہ وہ لڑکا ہو یا لڑکی - لڑکیونکی

شادی کرنیکا کوئی تاکیدی حکم خاص ہے یا نہین اور بصورت تاخیر کوئی گناہ بھی لازم آتا ہے اگر ہے تو کستقدر
بروئے نص قرآنی جدا جدا علی ہذا حدیث سے بھی جواب دین۔

الجواب ۔ سوال پرورش کا جواب باین تفصیل ہے کہ اگر اولاد خواہ لڑکا ہو یا لڑکی دو حال سے خالی نہین
ایک حال یہ کہ وہ مالدار ہون یعنی کسی طور انکی ملک مین مال آگیا ہو خواہ بطور ہبہ کے یا بطور میراث کے سو اس
حالت مین تو انکا نان ونفقہ خود اُن کے مال مین واجب ہے والدین کے ذمہ صرف انتظام کرنا ہی دوسرا حال یہ ہی
کہ وہ مالدار نہ ہون پھر اس مالدار نہ ہونے کی حالت میں دو صورتین ہین ایک صورت یہ کہ وہ بالغ ہون دوسری
صورت یہ کہ وہ نابالغ ہون بالغ ہونے کی صورت مین دو احتمال ہین ایک احتمال یہ کہ اپنے لئے محنت مزدوری
نوکری چاکری کر سکتے ہون اس مین بھی خود انکا نان ونفقہ انھین کے ذمہ ہے ماں باپ کے ذمہ نہین دوسرا
احتمال یہ ہے کہ وہ کھانے کمانے پر قادر نہین اس مین حکم مثل نابالغ کے ہی جو آیندہ معلوم ہوتا ہے یہ دونون
احتمال تو بالغ ہونے کی صورت مین تھے اور نابالغ ہونے کی صورت مین دو شقین ہین ایک شق یہ کہ باپ زندہ
ہو دوسری صورت یہ کہ باپ زندہ نہو اگر باپ زندہ ہو تو صرف باپ کے ذمہ نان ونفقہ ہی ماں کے ذمہ کچھ نہین
البتہ دودھ پلانا بروے فتوی ودیانت ماں کے ذمہ واجب ہی اور بروئے حکم وقضا جبر نہین ہوگا لیکن اگر بچہ کسی
اور کا دودھ نہ پیے اُسوقت ماں پر جبر بھی کیا جائے گا اور اگر باپ زندہ نہو تو ماں کے ذمہ ہی اور اگر بچہ کے اور اقارب
ذی رحم محرم بھی ہون تو سب پر تقسیم ہوگا دلیل ان سب دعوون کی درمختار کی یہ عبارت ہی۔ وتجب النفقۃ لطفلہ
یعم الانثی والجمع وفیہ وفی الملتقی اب معسر وام موسرۃ تومر الام بالانفاق فیکون دینا علی الاب وفیہ وکذا تجب
لولدہ الکبیر العاجز عن الکسب لا یشارکہ ای الاب ولو فقیرا احد فی ذلک کنفقۃ ابویہ وعرسہ وایضا فیہ ولیس علی امہ
ارضاع قضاء بل دیانۃ الا اذا تعینت فتجبر کما فی الحضانۃ وفیہ عن البحر لہ ام وعم فکارثہما قال ولولہ ام وعم واب ام حل
تلزم للام فقط ام کالارث احتمال اھ اور سوال حکم تاکیدی شادی کا جواب یہ ہے کہ یہ حکم قرآن مین بھی ہی اور
حدیث مین بھی عام طور سے ہی کہ لڑکا لڑکی دونون کو شامل ہے اور لڑکیون کے لئے خصوصیت سے بھی قال اللہ تعالے
وانکحوا الایامی منکم الآیہ ایامی جمع ایم کی ہے شراح حدیث نے تصریح کی ہی الایم من لا زوج لہا بکرا کانت
او ثیبا ویسمی الرجل الذی لا زوجۃ لہ ایما ایضا وفی المشکوۃ الفصل الثانی من باب تعجیل الصلوۃ عن علی رضی اللہ
عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یا علی ثلاث لا تؤخرہا الصلوۃ اذا اٰنت والجنازۃ اذا حضرت والایم اذا وجدت
لہا کفوا رواہ الترمذی وفیہا الفصل الثالث من باب الولی فی النکاح عن ابی سعید وابن عباس قالا قال رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم من ولد لہ ولد فلیحسن اسمہ وادبہ فاذا بلغ فلیزوجہ فان بلغ ولم یزوجہ فاصاب اثما فانما اثمہ علی ابیہ وعن عمر بن الخطاب وانس بن مالک عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فی التوراۃ مکتوب من بلغت ابنتہ اثنتی عشرۃ سنۃ ولم یزوجہا فاصابت اثما فاثم ذلک علیہ رواہما البیہقی فی شعب الایمان۔ ان روایات سے اس حکم کا موکد ہونا معلوم ہوا اور موکد کا ترک موجب مواخذہ ہوتا ہے اور گناہ کی مقدار بھی اخیر کی حدیثوں سے معلوم ہوگئی کہ درصورت تاخیر جس گناہ میں یہ اولاد مبتلا ہوگی خواہ نگاہ کا یا کان کا یا زبان کا یا دل کا اتنا ہی گناہ اس صاحب اولاد کو ہوگا واللہ تعالے اعلم ۳ شعبان ۱۳۲۲ھ

سوال۔ ایک عورت زانیہ نے انتقال کیا اور اُس نے ایک لڑکی صغیرہ اولاد حرام سے چھوڑی اور اس عورت کی ایک خالہ اور دو خالہ زاد بھائی بہن اور ایک حقیقی بہن ہے حق حضانۃ اس صغیرہ کا کسکو ہے اور خالہ اُسکی مغنیہ اور زانیہ اور بہن وغیرہ بھی ایسی ہی ہین اور ولی اُس کا کون ہو سکتا ہے۔

الجواب۔ حق حضانۃ ان مذکورین مین سے کسی کو نہین فسق وفجور وغیرہ سے خود مان کا بھی حق حضانۃ ساقط ہو جاتا ہے ان کا تو بدرجہ اولی ساقط ہوگا حق الناس بحضانۃ الصغیر حال قیام النکاح او بعد الفرقۃ الام الا ان یکون مرتدۃ او فاجرۃ غیر مامونۃ کذا فی الکافی وکذا لو کانت سارقۃ او نائحۃ او مغنیۃ فلاحق لہا ھکذا فی النہر الفائق عالمگیری جلد ثانی صـ۵۵۶ اور ولایت اُسکی عامہ مسلمین کو ہے وہی اُسکو پرورش کرین واللہ اعلم ۹ شوال ۱۳۲۰ھ

باب النفقة

سوال۔ زید وبکر دو بھائی تھے زید نے ایک دختر مسماۃ ہندہ کو چھوڑا اور بکر نے ایک پسر مسمی خالد کو چھوڑا مسماۃ محمودہ مادر ہندہ نے دونون کا نکاح کر دیا اور ایک عرصہ دراز تک ہندہ وخالد بسرپرستی محمودہ بسر کرتے رہے تھوڑے زمانے سے خالد نے اپنی منکوحہ ہندہ کو و نیز اپنی ساس مسماۃ محمودہ کو علیحدہ کر دیا اور طلاق نہین دیا ان دونون مسماتان نے بوجہ تنگی وپریشانی وغیر استطاعۃ واسطے حاصل کرنے ترکہ پدری وشوہری ایک شراکت نامہ نصف حصہ متروکہ کا حامد کے نام لکھدیا حامد نے عدالت دیوانی مین دعوی رجوع کر کے ذریعہ صلحنامہ ڈگری حاصل کی جو بسر اوقات کے لئے کافی نہین ہے اب بعد ڈگری خالد نے ایک دوسرا نکاح کر لیا مسماۃ ہندہ نے اس شادی کی خبر سنکر قبل نکاح ثانی دعوے اپنے گذارہ کا دائر کیا اور مسماۃ ہندہ بوجہ عدم رجوع خالد و مخالفت وخوف مارپیٹ وایذارسانی وتکلیف گوناگون شوہر کے ساتھ رہنا قبول نہین کرتی اور

درحقیقت خالد اُس کو مارتا ہے اور حقوق ادا نہیں کرتا اور طلاق بھی نہیں دیتا پس ایسی صورت میں وہ روٹی اور کپڑا شوہر سے پانے کی مستحق ہے یا نہیں۔

الجواب - فی الدر المختار باب النفقۃ وخارجۃ من بیتہ بغیر حق وھی الناشزۃ حتی تعود فی رد المحتار قولہ بغیر حق ذکر محترزہ بقولہ بخلاف مالو خرجت الخ وکذا ھو احتراز عما لو خرجت حتی یدفع لھا المہر وھا الخروج فی مواضع مرت فی المہر وسیاتی بعضھا عند قولہ ولا یمنعھا من الخروج الی الوالدین اھ وفی رد المحتار بعد صفحتین لان المعتبر فی سقوط نفقتھا فوات الاحتباس لا من جھۃ الزوج اھ چونکہ صورت مسئولہ میں شوہر کے ساتھ نہ رہنا بوجہ مجبوری اور معذوری کے ہے اور سبب اس کا شوہر کی جانب سے ہے یعنی اُس کا ظلم اس لیے حسب روایات مذکورہ بالا اس صورت میں شوہر کے ذمہ نان و نفقہ واجب ہوگا البتہ اگر شوہر اطمینان دلاوے کہ میں اُسپر ظلم نہ کرونگا اور پھر بھی عورت اُسکے گھر نہ جائے تب البتہ نان و نفقہ واجب نہوگا باقی اس سے زیادہ تصریح اس مسئلہ کی بندہ کو نہیں ملی واللہ اعلم ۲۸ رجمادی الاولی ۱۳۲۴ھ۔

سوال - نابالغ بچوں کو اُن کے نانا یا دادا کچھ عطا کریں تو اس عطا کو بچوں کے ماں باپ ان بچوں پر کسطرح سے صرف کریں اگر روٹی کپڑے میں صرف کیا جائے تو یہ ماں باپ کے ذمہ ہے تا وقتیکہ بالغ ہوں تو اس عطا کو امانۃً جمع کریں بلوغ تک یا شیرینی و بالائی میں خرچ کر دیویں کیا صورت کریں۔

الجواب - فی الدر المختار ولطفلہ الفقیر الخ لان نفقۃ المملوک علی مالکہ والغنی فی مالہ الحاضر اس روایت سے معلوم ہوا کہ جو نابالغ مالک کسی مال کا ہو اول نفقہ اُسی مال میں ہوگا مال کے ہوتے ہوئے باپ پر واجب نہوگا پس صورت مسئولہ میں یہ عطیات اُس نابالغ کے ضروری نفقات میں صرف کر دئیے جائیں۔ ۲۷ ربیع الاول ۱۳۲۵ھ

سوال - کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے نکاح کیا اور ایک ہفتہ تک اپنے مکان پر رکھکر پھر ہندہ کو اُس کے ماں باپ کے مکان پر بھیج دیا اور قریب دس برس تک نان و نفقہ سے خبر نہ لیا پس اس صورت میں ہندہ کا والد زید سے نان و نفقہ شرعاً لے سکتا ہے یا نہیں۔

الجواب - فی الدر المختار والنفقۃ لا تصیر دیناً الا بالقضاء او الرضاء الی قولہ فقبل ذلک لا یلزمہ شئی الخ اس روایت سے معلوم ہوا کہ ہندہ کا والد زید سے نفقہ کی بابت کچھ نہیں لے سکتا البتہ اگر حاکم کچھ مقدار مقرر کر دے یا باہم زوجین کسی خاص مقدار پر اتفاق کر لیں اُس تاریخ سے آیندہ کے لئے وہ مقدار بطور دین کے واجب فی الذمہ ہوتی رہے گی اُس کا مطالبہ عورت کر سکتی ہے فقط واللہ اعلم ۱۲ ذیقعدہ ۱۳۲۵ھ

حکم نفقہ اطفال را میہ منفذ از عطیات

حکم مطالبہ نفقہ زمان ماضی

سقوط نان ونفقہ زوجہ ناشزہ

سوال - کیا بی بی خلاف مرضی اپنے شوہر کے باغوائے اپنے والدین کے مکان والدین پر رہکر نان ونفقہ ازروئے شرع شریف اپنے شوہر سے بارجاع نالش پاسکتی ہے۔

الجواب - بلا رضاء خاوند والدین کے مکان پر رہکر شوہر سے نان ونفقہ نہیں لے سکتی جب تک کہ خاوند کے گھر نہ آجائے وان نشزت فلا نفقہ لھا حتی تعود الی منزلہ ہدایہ ص ۴۱۸ × ۲۶ ربیع الاول

کتاب الحدود

سوال - کسی کی زوجہ بوجہ اجراء کلمہ کفر نکاح سے باہر ہوگئی مگر پھر بعد چندے تجدید نکاح کرلیا تو تجدید سے قبل اگر وطی کی ہے تو عقر دینا پڑے گا۔ یا زنا محض موجب حد ہے ظاہر تو شق ثانی ہو بالخصوص جبکہ حرمت سے کوئی واقف بھی تھا پھر ایسا کیا اگر عقر دینا پڑے تو ہر وطی کے مقابلہ میں عقر ہے جتنی بار کیا ہو یا ایک ہی عقر ہے اور بر تحقیق ہندوستان کے دارالحرب ہونے کی کیا حکم ہو گیا عقر اور حد دونوں ساقط ہوجائیں گے یا کیا ہوگا۔

الجواب - اس صورۃ میں حد نہیں ہے فی العالمگیریہ کتاب الحدود الباب الثالث ارتدت المرأۃ والعیاذ باللہ وحرمت علیہ او حرمت بجماع امہا او ابنتہا او لمطاوعۃ ابن الزوج ثم جامعہا وقال علمت انہا علی حرام لاحد علیہ اھ رہا وجوب عقر تو گو اس جگہ کو دارالحرب کہا جائے مگر عقر حق العبد ہے ہر موطن میں اسکا وجوب یکساں ہوگا رہا تخصیص دارالاسلام کی اس بناء پر ہے کہ دارالحرب میں ولایۃ الزام عن الامام نہیں باقی وجوب دیانۃ خود الزام قاضی پر موقوف نہیں یہ جواب کلیات شرع سے دیتا ہوں جزئی نہیں دیکھی اور عقر تعدد وطیات سے متعدد ہوگا فی العالمگیریہ کتاب النکاح الفصل الثالث عشر الاصل ان الوطی متی حصل عقیب شبہۃ الملک مرارا لمیجب الا مہر واحد لان الوطی الثانی صادف ملکہ ومتی حصل الوطی عقیب شبہۃ الاشتباہ مرارا یجب لکل وطی مہر علی حدۃ وفیہا لو وطی المعتدۃ عن الطلقات الثلث وادعی الشبہۃ الی قولہ و ان ظن ان الطلقات واقعۃ لکن ظن ان وطیہا حلال فہذا الظن فی غیر موضعہ فیلزمہ بکل وطی مہر فقط واللہ اعلم

کتاب الایمان

سوال - زید نے ہندہ ایک عورت بیرونی کے مقابلہ میں ایک امر ناجائز کی بابت قرآن شریف اٹھایا کہ ہم تجھکو اسقدر ماہوار نقد دیا کریں گے اب اگر زید وہ تنخواہ نہ دے اور قطع تعلق کرے تو اس کو کیا کفارہ دینا چاہیے

الجواب - چونکہ ایک امر ناجائز پر قسم کھائی ہے اس لئے اس قسم کا توڑ ڈالنا واجب ہے اگر نہ توڑیگا گنہگار ہوگا یعنی زید کے ذمہ فرض ہے کہ اُس عورت سے قطع تعلق کرے اور اُس کو تنخواہ نہ دے اور کفارہ قسم توڑنے کا یہ ہوگا کہ دس غریب آدمیون کو دو وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلادے اگر اتنا مقدور نہو تو تین روزے لگاتار رکھے فی الدر المختار قال العینی وعندی ان المصحف یمین فی رد المحتار عبارتہ وعندی لو حلف بالمصحف او وضع یدہ علیہ وقال وحق ہذا فہو یمین ولا سیما فی ہذا الزمان الذی کثرت فیہ الایمان الفاجرۃ ورغبۃ العوام فی الحلف بالمصحف اھ واقرہ فی النہر قلت وربما نظر فیہ المحشی مدفوع بان مراد العوام القسم بما فی المصحف من کلام اللہ تعالی وقد اعترف بکونہ یمینا فافہم وباقی اجزاء الجواب ظاہر غیر خفی واللہ اعلم ۲۲ رجمادی الثانیہ ۱۳۲۲ھ

کتاب النذور

سوال - ما قولکم رحمکم اللہ تعالی کہ ایک مرتبہ میری بستی مین وبا زور شور سے پھیلی تھی اس وقت میری نیت ہوئی کہ اگر خداوند کریم نے اس بلا سے میرا گھر محفوظ رکھا تو اس کی درگاہ مین ایک شتر نیاز دون اس بلا سے اللہ پاک نے بچالیا اب مین شتر کی تلاش مین ہون لیکن اس طرف شتر عنقا صفت ہے اس لئے مین آپکو تکلیف دیتا ہون کہ آپ کیا فرماتے ہین فقط۔

الجواب - اس صورت مین اختیار ہے خواہ سات بکریان ذبح کرکے مساکین کو خیرات کردیجئے یا متوسط درجے کے اونٹ کی قیمت مساکین کو تقسیم کردیجئے۔ در مختار مین ہے ولو قال للہ علی ان اذبح جزورا واتصدق بلحمہ فذبح مکانہ سبع شیاہ جاز اھ وفی نذر ان یتصدق بعشرۃ دراہم فتصدق بغیرہ جاز ان ساوی العشرۃ کتصدقہ بثمنہ اھ

سوال - صرف اظہار ارادہ سے نذر منعقد ہو جاتی ہے یا نہین مثلاً کسی نے کہا ہمارا ارادہ ہے ایک بکرا ذبح کرادین اور صدقہ کردین شاید اُس سے ہمارا لڑکا اچھا ہو جائے یا یون کہا کہ ہم ہر مہینے دو چار مسکین کھلا دیا کرینگے تو اس سے نذر ہو گی یا نہین اُردو مین نذر کا صیغہ کیا ہے۔

الجواب - فی الدر المختار الایمان مبنیۃ علی العرف فما تعورف الحلف بہ فیمین وما لا فلا۔ اور نذر حکم یمین مین ہے چنانچہ علی نذر کو صیغہ ایمان سے در مختار مین لکھا ہے اس بنا پر جو صیغے عرفاً نذر کے سمجھے جاتے ہین اُن

[1] یہ امر قابل تنبیہ ہے کہ اگر صرف دل سے ارادہ کیا ہے تو نذر نہ ہوگی اور اگر زبان سے بھی کہا ہے تو نذر ہوگی جواب آیندہ اسی شق ثانی پر مبنی ہے ۱۲ منہ

سے نذر منعقد ہوگی اور جو صیغے عرفاً اس مین مستعمل نہین ہین اُن سے نذر نہوگی اس لئے صیغہ اوّل کہ ہمارا ارادہ ہے الخ نذر نہین ہے اور دوسرا صیغہ کہ ہم پر جیسے الخ نذر ہے واللہ اعلم - ۱۰ ربیع الاول ۱۳۲۱ھ

سوال - زید نے جناب باری تعالیٰ مین دُعا کی کہ میرا فلان مطلب ہو جاوے تو مین میلاد شریف یا شیرینی پر فلان بزرگ کا فاتحہ کرون گا یا اُس کی قبر پر چادر ڈالون گا بعد حصول مطلب ادائے نذر ایسے شخص پر جب ہوگی یا نہین اور ادا نہ کرنے والا عاصی ہوگا یا نہین -

الجواب - فی الدر المختار ومن نذر نذرا وکان من جنسہ واجب ای فرض وھو عبادۃ مقصودۃ خرج الوضوء وتکفین المیت لزم الناذر - اس عبارۃ سے سب سوالون کا جواب نکل آیا پس مولد شریف تو عبادات مقصودہ سے نہین اسلئے یہ نذر منعقد نہین ہوئی اور قبر پر چادر ڈالنا خود عبادت ہی نہین بلکہ مکروہ ہے اس لئے یہ نذر بھی منعقد نہین ہوئی رہا فلان بزرگ کی روح کو ایصال صواب کر کے شیرینی بانٹنا سو اس مین تفصیل یہ ہے کہ اگر ایصال صواب اصلی مقصود ہو تو یہ عبادات مقصودہ مین سے نہین اور اگر تقسیم مقصود ہے اُسمین دو صورتین ہین اگر خاص فقرار کو تقسیم کرنے کی نیت نہین ہو تب بھی عبادت مقصودہ نہین ان دونون صورتون مین بھی نذر منعقد نہ ہوگی فی الدر المختار نذر التصدق علی الاغنیاء لم یصح مالم ینوا ابناء السبیل ولو نذر التسبیحات دبر الصلوۃ لم تلزمہ اھ اور اگر خاص فقرار و مستحقین پر تصدق کرنے کی نیت ہے تو نذر صحیح و لازم ہوگی مگر اختیار ہوگا خواہ شیرینی دے خواہ طعام خواہ نقد فی الدر المختار نذر ان یتصدق بعشرۃ دراھم من الخبز فتصدق بغیرہ جاز ان ساوے العشرۃ کتصدقہ بثمنہ اور جن صورتون مین نذر منعقد ہو جاتی ہے ایفاء واجب ہے اگر ایفاء نکرے گا گنہ گار ہوگا کما مر من الدر المختار من قولہ لزم الناذر فقط واللہ اعلم ۷ - صفر ۱۳۲۱ھ

سوال - ایک شخص خون کی علت مین گرفتار ہو کر قید ہوا خدا جانے وہ علت صحیح ہو یا غلط اس سے کوئی غرض نہین مقصود یہ ہو کہ ایک شخص نے اُس کے لئے جناب باری تعالے مین اس طریقہ سے نذر مانی کہ اگر یہ شخص قید فرنگ سے رہا اور بری ہو جائے اور جان اُس کی سلامت رہے تو مین ہزار رکعت نماز ادا کرونگا وہ شخص جان سے تو سلامت رہا مگر سات برس کی قید اُس کو ہو گئی اس صورت مین صلوۃ نذر کے بارہ مین کیا کرنا چاہیے -

الجواب - اس شخص سے پوچھا جائے کہ رہائی اور برارت سے کیا مراد ہے آیا سزائے موت سے رہائی اور برارت یا مطلق سزا سے رہائی اور برارت شق اول مین شرط نذر کی پائی گئی لہذا ایفاء نذر واجب ہے اور شق ثانی مین شرط نہین پائی گئی اس لئے ایفاء واجب نہین واللہ تعالے اعلم ۴ - جمادی الاخرے ۱۳۲۲ھ

سوال - نذر ماننے ذبح حیوان مین اختلاف ہے بعض نے ما فیضہ واجب کو عام لکھکر کہا ہے نذر منعقد ہوجاتی ہے اور بعض نے کہا ہے واجب سے مراد فرض ہے تو نذر منعقد نہوگی صاحب درمختار نے قول ثانی اور شامی نے قول اول کی تصحیح کی ہے بنا بر تصحیح شامی آیا صرف ذبح سے ایفا ہوجائے گا مثل قربانی کے یا کہ تصدق لحم بھی ضروری ہے ظاہر یہ ہے کہ ضرور ہو مگر تصریح نہین ملتی -

الجواب - تصریح مین نے بھی نہین دیکھی لیکن فقہا نے تصریح کی ہے کہ ذبح کرنا غیر ایام اضحیہ مین قربت مقصودہ نہین اور یہ بھی تصریح کی ہے کہ منذور بہ کا قربت مقصودہ ہونا چاہیے پس اگر نذر بالذبح مین صرف ذبح سے نذر پوری ہوجاوے تو لازم آتا ہے کہ منذور بہ غیر قربۃ مقصودہ ہو اور یہ باطل اس سے معلوم ہوا کہ تصدق کو لازم کیا جائے گا تاکہ اُس کے انضمام سے وہ قربۃ مقصودہ ہوجاوے اس قاعدہ سے یقینا معلوم ہوتا ہے کہ تصدق واجب ہوگا نیز ناذر کا قصد اس نذر ذبح سے یقینا تصدق کا ہوتا ہے پس عرفا نذر بالذبح کا لفظ مستعمل نذر مجموع الذبح والتصدق مین ہے اور اس مجموع کے نذر مین فقہا نے انعقاد نذر کی تصریح کی ہے - واللہ تعالے اعلم ۵ - جمادی الاولی ۱۳۲۳ھ

کتاب الوقف

سوال - اگر یک مسجد کا آمدنی درسال ششصد روپیہ وارد و در محلہ دوم مسجد ویران ست الحال محلہ دار کہ مسجد نادار است [illegible] مسجد جامد و الہ ہرچہ موجود است در مسجد نادار خرچ میکنیم مسئلہ بتحریر آرند در شرع شریف درست است یا نہ -

الجواب - ہرگز مسجد جامد را آباد است اگرچہ مستغنی ست آمدنی او در جائے دیگر صرف کردن درست نیست ولو [illegible] الناس ولکن استغنی المسجد عن العمارۃ وھناک مسجد محتاج الی العمارۃ او علی العکس ھل یجوز للقاضی صرف وقف ما استغنی عن العمارۃ الی عمارۃ ما ھو محتاج الی العمارۃ قال لا کذا فی المحیط عالمگیری جلد ثانی صفحہ ۱۰۴۲ واللہ اعلم ۱۱ - ذیقعدہ ۱۳۰۰ھ

سوال - کیا فرماتے ہین علماء دین اور مفتیان شرع متین اس بارہ مین کہ چند مساجد ہین اور ایک اُن مین سے جامع مسجد ہے بادشاہی کہ غدر مین سرکار وقت نے اُس کو مسدود اور بند کیا تھا پھر بعد ایک عرصہ کے واگذاشت کر کے مسلمانون کے سپرد کیا اور کہدیا کہ تم لوگ چونکہ یہ مساجد تمہارے ہین بطور

خود اپنے مذہب کے موافق انتظام کرو اور بعضے مساجد محلہ جات متفرق مین واقع ہین پس مسلمانون نے جمع ہوکر
ان سب مساجد اور اُسکی آمدنی کے بندوبست کیواسطے چند آدمی متولی اور ممبر مسلمانون مین سے اپنی طرف سے
مقرر کئے کہ تم لوگ منتظم اور مہتمم اسکے بطور تولیت اور ممبری کے رہو اور اس کام کا انجام اور خبر گیری اچھی طرح سے
موافق قاعدہ انتظام مال وقف کے کیا کرو کیونکہ سرکار انگریزی نے اس کام کو مسلمانون پر چھوڑ دیا ہے تاکہ اپنے
مذہب کے موافق اسکا بندوبست کرین اور سرکار مزاحم اسکی نہین ہے اس لئے کہ سرکار کو اگر بندوبست انتظام امورات
مال وقف کا بطور اپنے قانون کے منظور ہوتا تو بطور خود انتظام کرتا مانند روضہ تاج بی بی کے اب یہ متولیان اور
ممبران تصرفات مانند تعمیرات مساجد و دکانات موقوفہ مساجد کے لئے و وظائف ملازمان و صرف آمدنی مال وقف
بطور رائے اپنی کے کرتے ہین بغیر دریافت مسائل شرعیہ کے خواہ وہ رائے اور تصرفات اُنکے موافق شرع کے
ہون یا نہون اب جن مسلمانونکی طرف سے یہ متولیان اور ممبر ہین جب وہ اُنکو سمجھاتے ہین کہ یہ مال وقف ہے
اسکی خبر گیری اور آمدنی کا صرف کرنا موافق شرع شریف کے چاہیئے کیونکہ مال وقف کے صرف کرنے مین یہانتک
احتیاط ہے کہ اگر متولی بیجا خرچ کرے تو اُسکے ذمہ اس بیجا خرچ کرنے کی ضمانت لازم آئے گی اور مواخذہ عقبی
علیحدہ ہے تو وہ متولیان جواب مین کہتے ہین ہم ممبر ہین ہمکو اختیار ہے جیسا ہماری رائے مین آئے گا ویسا ہم
کرین گے شرع کے موافق کون چل سکتا ہے بلکہ یہ متولیان اس قاعدہ کا برتاؤ کرتے ہین کہ متولی اور ممبر
طاق ہونے چاہیئن کیونکہ ہم غلبہ رائے پر عمل درآمد کرین گے تو بعضے اوقات ایسا اتفاق پڑتا ہے کہ مثلاً متولی
تین رہتے ہین تو جس امر مین دو کی رائے ہو اس مال وقف کے انتظام کی نسبت تو وہی رائے عمل مین لاتے
ہین خواہ وہ موافق شرع کے ہو یا نہو اور خواہ وہ رائے خطا ہو یا صواب اور تیسرے کی رائے کو اگرچہ موافق شرع
کے ہو بیکار سمجھتے ہین اور علی ہذا القیاس اگر کبھی متولی پانچ ہو جاتے ہین تو بھی یہی قاعدہ عمل مین لاتے ہین اب
علمائے دین سے یہ امر دریافت طلب ہے کہ ان کارروائیون مذکورہ بالا کا متولیان کو از روئے شرع شریف اختیار ہے
یا نہین اور جائز ہے یا نہین اور خبر گیری مال وقف اور صرف آمدنی اُسکی کا از روئے شرع شریف کے اجرا ہونا چاہیئے یا از روئے
منشائے دفعات قانون انگریزی اور ان متولیان کی کارروائی اور تصرفات حال وقف مین خلاف قواعد شرعیہ
کے اپنی رائے سے جائز ہے یا نہین بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب فقط سوال دوم قریب سوال اول
کے بلا تفاوت علماء و فضلاء امت محمدی صلعم سے یہ امر اور مسئلہ دریافت کیا جاتا ہے کہ مثلاً مال وقف ہے یعنی مساجد
کہ بعضی بادشاہی ہین اور بعضی غیر بادشاہی اور دکانات متعلقہ مساجد اور اصل وقف کرنیوالا زندہ اور موجود نہین ہے

اور سرکار انگریز نے اُس مال وقف کے انتظام کا مسلمانون کو اختیار دیا پس مسلمانون نے باہم تجویز کر کے چار
پانچ مسلمان ممبر اور مہتمم اس مال وقف کی نگرانی کے واسطے مقرر کر دیئے مگر قبل اس سے جو مہتمم اور ممبر تھے سب
مسلمان اُنکی کارروائی اور نگرانی سے نسبت مال وقف کے بسبب حُسن انتظامی بہت رضامند تھے کس لیئے کہ
وہ انتظام خوب جانتے تھے اور اُن کے عہد مین علاوہ اخراجات مد مرمت مساجد و دکانات و تنخواہ ملازمان کے
کئی ہزار روپیہ فاضل جمع تھے مگر اُنہین سے بعضے پردیسی تھے کہ یہان سے چلے گئے اور بعضے انتقال کر گئے اب
ممبران حال چونکہ یہ انتظام بالکل نہین جانتے تو بسبب اس بدانتظامی اور فضول خرچی بے موقع اپنی رائے سے
خلاف مسائل شرعیہ کے مسلمان بہت ناراض ہین کیونکہ مال وقف مین اسراف اور نقصان بہت ہو رہا ہے
یہانتک کہ بعضی مسجد مقروض ہو گئین اب یہ پوچھا جاتا ہے کہ ان ممبران اور مہتممون کو مال وقف صرف کرنیکا کسقدر
اختیار اور مجاز ہے از روئے شرع شریف کے آیا اسقدر اختیار ہین جو متولی کو نسبت مال وقف کے حاصل ہے یا
زیادہ اور متولی اور ممبر کے اس مقام پر معنے ایک ہی سمجھے جاوین گے یا نہین اب یہ ممبران بسبب اس بے انتظامی
کے اسراف مال وقف کا نقصان ہے عہدہ ممبری سے علیحدہ ہونے چاہئین یا نہین اور جن مسلمانون نے انکو
ابتدا مین ممبر مقرر کیا ہے واسطے حُسن انتظام مال وقف کے اب وہ مسلمان بسبب اس بے انتظامی مذکورہ بالا
کے از روئے شرع شریف کے عہدہ ممبری سے ان کو علیحدہ کرنے کے مجاز ہین یا نہین۔ بینوا توجروا فقط۔

الجواب برائے ہر دو سوال۔ اول تو بندگان خدا کو ہر حال مین تمام امور مین موافق حکم اپنے خالق برحق
کے عمل درآمد کرنا چاہیئے کہ اُس کے پیدا کئے ہوئے ہین اُس کے مملوک ہین اُسکے محکوم ہین مملوک کا کیا منہ کہ اپنے
مالک کے برخلاف کرے اور خصوصاً مال وقف مین تو سب سے زیادہ پابندی احکام شرع ضروری ہے کیونکہ اوقاف
مملوکہ محضہ خداوندی ہوتے ہین یون تو سب چیزین اور اُن کے مالک سارے اُسی کے مملوک ہین مگر اللہ جل شانہ
نے اپنی رحمت واسعہ سے بعضی چیزون کا برائے نام مجازاً ہم کو مالک بنایا ہے کہ ہم کو انتفاع اور استمتاع اُس سے
حلال و جائز ہے بخلاف مال وقف کے کہ من کل الوجوہ حقیقۃً و مجازاً و ظاہراً و باطناً مملوکہ بحتہ خداوندی ہے پس
جو اُس پر متولی ہوگا وہ حقیقت مین نائب خداوندی سمجھا جائیگا پس نائب کی نیابت جبھی تک باقی رہتی ہے
جبتک اپنے منیب کے مرضی موافق کام کرتا ہے اور جب قصداً اُس کے خلاف کرنے لگا بیشک مستوجب مواخذہ
معاتبہ و معضوبی و معزولی کا ہوگا پس جب یہ امر ممہد ہو چکا کہ متولی مال وقف کا نائب خداوندی ہے تو ضرور اُسکو
حسب ارشاد اپنے منیب حق جل و علا شانہ کے کرنا واجب ہے اور وہی تصرف کرنا جائز ہے جو موافق حکم شریعت

خلاف شرع تصرف کرنا جائز نہین اور جو خلاف شرع کریگا بلاریب مستحق معزولی و برطرفی کا ہوگا پس صورت سوال اگر واقعی ہے تو متولی سراسر بیجا کرتے ہین کیونکہ سرکار کسی طرح پر مزاحم و معارض نہین بلکہ من کل الوجوہ انتظام مسلمانون کے سپرد کردیا اور کسی قسم کا تعرض نہین جو عذر مجبوری کا ہو پس باختیار خود خلاف شرع کرتے ہین پھر موافق قانون انگریزی غلبہ رائے پر چلتے ہین خواہ مطابق شرع ہو یا مخالف شرع ہو اور یہ نہین سمجھتے کہ ان الحکم الا للہ یعنی حکم کسیکا نہین سوائے اللہ جل شانہ کے اور یہ نہین سوچتے کہ نافرمانی مولی کی دو قسم کی ہوتی ہے ایک تو یہ کہ ہوائے نفسانی سے کوئی خطا ہوگئی یہ تو قابل عفو ہوتی ہے دوسرے یہ کہ مولی کی نافرمانی اور مولے کے دشمن کی فرمانبرداری یہ اعلی درجہ کی بغاوت اور سرکشی ہے اور لائق معافی کے نہین ہیں جو لوگ مخالفت کتاب اللہ کی کرکے موافقۃ قانون اعداء اللہ کی کرتے ہین وہ بڑے سخت مجرم اور خطاوار قابل دار لائق نار ہین ایسون ہی کی شان مین ہے ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ہم الکافرون دوسری جگہ فرمایا ہم الظالمون تیسری جگہ فرمایا ہم الفاسقون یعنی جو لوگ حسب ارشاد خداوندی حکم نہ کرین وہ کافر ہین ظالم ہین فاسق ہین اور پھر سمجھانے پر نہین مانتے اور جواب مین کہتے ہین کہ شرع کے موافق کون کرسکتا ہے یہ نہین جانتے کہ خدا کے بندے شرع کے موافق کرسکتے ہین اور حتی الوسع کرتے ہین اگر شرع کے موافق کوئی نہ کرسکتا تو شرع کا آنا لغو تھا اور خداوند حکیم علی الاطلاق کی حکمت کاملہ مین دھبہ اور بٹہ لگتا کہ مخلوق پر تکلیف مالا یطاق رکھی استغفر اللہ معاذ اللہ کیسی بیہودہ بات ہے اور اس کلام سے اگر یہ مقصود ہے کہ ہمپر حکم شرع ضروری نہین تو متکلم کے ایمان ہی مین کلام ہے اور اگر ضروری سمجھ کر پھر عمل نہین کرتے تو سخت گنہگار ہوتے ہین تو کچھ شک و شبہ ہی نہین اور بوجہ بے انتظامی کے مال وقف مین نقصان اور اسراف کرتے ہین شاید مال مفت دل بیرحم پر عمل ہے حالانکہ متولی کو چاہیئے کہ شریعت کے موافق نہایت امانت و انتظام و خیرخواہی اور دلسوزی سے وقف کا بندوبست کرے کیونکہ یہ خداتعالے کا کام ہے کچھ اپنی ملکیت نہین کہ ہر طرح کا تخیلہ حاصل ہو قیامت کو مالک کے سامنے جانا ہے سب حساب دینا ہے دیکھو ملازمان عدالت محاسبہ حکام ظاہری سے کیسے ترسان و لرزان ہوتے ہین حالانکہ وہ حکام بجز معزول کردینے یا کچھ تھوڑے بہت جرمانہ و سزا کے اور کچھ نہین کرسکتے تو احکم الحاکمین مالک یوم الدین کہ ہر طرح ہم اس کے قبضۂ قدرت مین ہین کما قال وما من دابۃ الا ہو آخذ بناصیتہا الآیہ اس سے اور اس کے حساب سے تو بہت ہی خوف کرنا چاہیئے پس جب خدا کا کام ٹھیرا اگر متولی یا ممبر کہ عرفاً دونون کے ایک ہی معنی ہین کچھ خیانۃ یا بدانتظامی یا کوئی تصرف خلاف شرع کرے اس کا

معزول ہونا ضرور ہے بلکہ اگر وقف کرنے والا خود ہی متولی ہو اور اُس سے کوئی خیانت یا بے انتظامی ظاہر اور ثابت ہو وہ بھی قابل معزولی ہے غیر تو بدرجۂ اولی سزاوار معزولی کا ہوگا فی الدر المختار مع الشامی جعل الواقف الولایۃ لنفسہ جاز (وبعد اسطر) وینزع وجوبا بزازیہ لو الواقف درر فغیرہ اولی غیر مامون او عاجزا او ظہر بہ فسق کشرب الخمر ونحوہ فتح او کان یصرف مالہ فی الکیمیاء نہر بحثا وان شرط عدم نزعہ او ان لا ینزعہ قاض ولا سلطان لمخالفتہ حکم الشرع فیبطل جلد ثالث صفحہ ۳۸۴ و ۳۸۵ و ۳۸۶ مجتبائی یعنی اگر وقف کرنیوالا خود متولی بنے جائز ہے اور علیحدہ کیا جاویگا وجوبا اگرچہ وقف کرنیوالا ہو تو غیر تو بدرجۂ اولی علیحدہ کیا جائے گا اگر امین نہ ہو یا کام کا بندوبست نہ کرسکتا ہو یا کوئی فسق شراب پینا وغیرہ ظاہر ہو یا اپنا مال کیمیا مین صرف کرتا ہو ان سب صورتون مین علیحدہ کیا جائے گا اگرچہ متولی ہوتے وقت شرط کرلے کہ علیحدہ نکیا جائے یا شرط کرے کہ اُس کو کوئی قاضی یا بادشاہ علیحدہ نکرے اس شرط سے کچھ فائدہ نہوگا اور بوجہ مخالف ہونے شرع کے یہ شرط باطل ہوگی کیونکہ جو شرط خلاف شرع ہو وہ شریعت مین معتبر نہین حدیث شریف مین آیا ہے من اشترط شرطا لیس فی کتاب اللہ فلیس لہ وان اشترط مائۃ مرۃ ترمذی شریف صـ۳۷ـ جلد ثانی یعنی جو شخص ایسی شرط مقرر کرے جو حکم الٰہی کے موافق نہو وہ ثابت نہین ہوتی اگرچہ سو مرتبہ شرط کی ہو اُس کا کچھ اعتبار نہین تو جب باوجود شرط ٹھیرا لینے کے خلاف شرع چلنے سے متولی کا معزول ہونا ضرور ہے تو جہان نہ شرط ہو نہ کچھ ہو وہان تو بدرجۂ اولی معزول ہوگا پس ان وجوہ مذکورہ سے متولیان مندرجہ سوال کا معزول کرنا لازم ہی مگر کوئی حاکم شرع تو موجود ہے نہین اب اس کا مجاز انھین مسلمانون کو ہی جنھون نے ان کو متولی مقرر کیا تھا اُن مسلمانون پر ان کا برطرف کرنا واجب ہے اگر نہ کرین گے تو وہ بھی گنہگار ہون گے فی الشامی قولہ وینزع وجوبا مقتضاہ اثم القاضی بترکہ والاثم بتولیۃ الخائن ولا شک فیہ بحر جلد ثالث صـ۳۸۴ـ یعنی ناقابل کو معزول نکرنے اور خائن کے متولی رکھنے سے بلاشک قاضی گنہگار ہوگا اب عامہ مسلمین قاضی کے حکم مین ہین ہان اگر وہ متولی اب بھی سنبھل جائین اور اپنی حرکات سے باز آکر شرع کے موافق اچھی طرح انتظام کرین تو متولی رہین گے اور ناحق معزول نکیے جائین گے وان اخرجہ وتاب واناب اعادہ شامی جلد ثالث صـ۳۸۴ـ یعنی اگر متولی کو نکالدیا اور اُس نے اسراف وخیانت سے توبہ کرلی اور باز آیا تو پھر اُسی کو رکھ لیا جائے خلاصہ جواب یہ کہ اگر اپنی حرکات ناشایستہ سے باز آئین تو متولی رکھے جائین ورنہ برطرف کرکے اور کوئی امین متدین خوش انتظام مقرر کیا جائے واللہ اعلم ۔ ۷ ۔ محرم ۱۳۰۱ھ ۔

سوال ۔ کیا فرماتے ہین علماء دین اس صورت مین کہ احاطہ خانقاہ قدیم موقوفہ حضرت شاہ غیب نوگزہ

قدس سرہ مین کوئی غیر شخص راستہ آمد و رفت و دروازہ نکالنا و جاری کرنا چاہے عند الشرع جائز ہے یا نہین فقط۔

الجواب مسجد و خانقاہ وغیرہ اوقاف مین کسی کو راستہ نکالنا جائز نہین کیونکہ اوقاف غیر مملوک ہین اور راستہ وغیرہ نکالنا حقوق ملک مین سے ہے پس غیر مملوک مین جائز نہین ان ارادوا ان یجعلوا شیئا من المسجد طریقا للمسلمین فقد قیل لیس لھم ذلک وانہ صحیح کذا فی المحیط ج ۲ ص ۱۰۳۱ فقط ۲۳ ربیع الثانی ۱۳۰۱ھ

سوال اگر کوئی شخص چار مہینہ سے سخت بیمار ہو قبل ایک دن موت کے ایک وارث کے نام تمام جائداد وقف کردیا واسطے ٹھگانے دوسرے وارثون کے بعض وارث کے درغلانے کے سبب سے پس وقف نامہ عند الشرع معتبر ہوگا یا نہ۔ اور حد مرض موت کی کیا ہے۔

الجواب صحت وقف کی بہت شرطین ہین از انجملہ ایک شرط تابید ہے یعنی آخر اُسکی ایسی جہۃ کیے کہ منقطع نہو بدون اُسکے صحیح نہین پس اگر وارث معین پر بلا تابید وقف کیا اور یہ نہ کہا کہ بعد اُسکے یا اسکی اولاد کے فقرا یا مصارف خیر مین وقف ہے تب تو یہ وقف صحیح نہین ہوا وانہ کالخلاف فی بطلانہ لو اقتصر علی لفظ موقوفۃ لکونہ قد علی زید (وبعد اسطر) والمراد بالمعین ما یحتمل الانقطاع کالوقف علی زید او فقراء قرابۃ فلان او علی الصبیان۔ شامی جلد ۳ صفحہ ۱۹۶ اور اگر بشرائط وقف صحیح ہو تو بشرط اجازت کل ورثہ کے موقوف مین جائز ہے اور بر تقدیر عدم اجازت ثلث مین جائز ہے لیکن تاحیات موقوف علیہ اُس ثلث کی آمدنی سب ورثہ پر علی حصصہم تقسیم ہوگی اور بعد اُسکی موت کے اگر اُسکی اولاد وغیرہ پر موقوف کیا تو آمدنی کے مستحق وہ ہونگے اور اگر فقرا پر کیا تو وہ ہون گے کیونکہ یہ وقف تبرع ہے وارث پر اور اُسکے بعد غیر وارث پر تو حق وارث مین تو بدون اجازت ورثہ اُس وقف کا ثمرہ بالکل ظاہر نہوگا اور بعد موت اُسکے باوجود عدم اجازت ورثہ ثلث مین اثر تبرع کا ظاہر ہوگا فافہم فالصحیح انہ کوصیۃ بالثلث من الثلث بالموت لا قبلہ قلت ولو لوارثہ وان ردوہ لکنہ یقسم کالثلثین در مختار قولہ لکنہ یقسم ای اذا رد وہ یقسم الثلث الذی صار وقفا ای تقسم غلتہ کالثلثین فتصرف تصرف الثلثین علی الورثۃ کالھم مادام الموقوف علیہ حیا اما اذا مات تقسم غلۃ الثلث الموقوف علی من یصیر لہ الوقف کما علمت۔ شامی ج ۳ ص ۴۶۳ اور مرض الموت وہ حالت ہے جسمین غالب ہلاکی ہو۔ من غالب حالہ الھلاک۔ در مختار واللہ اعلم۔ ۱۵ ربیع الاول ۱۳۰۴ھ

سوال کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ ایک مسجد دیرینہ قصبہ سے دور عرصہ سو برس سے مردمان بود و باش کرنے لگے اور ایک مسجد جدید ناتمام بفاصلہ تیس قدم مسجد مذکور سے ہو اگر مسجد کہنہ کو مسمار کرا کر مسجد جدید مین جو آباد ہے اس مین اسکی خشت وغیرہ لگائی جائین جائز ہے یا نہین؟

وقف کرنا اوراث پر بحالت مرض الموت

نقل انقاض مسجد کہنہ بمسجد جدید

الجواب۔ اگر مسجد کہنہ سے استغنا ہو گیا ہے تو اس کا ملبہ مسجد جدید میں لگانا جائز ہے نہیں تو وہ ملبہ بالکل ضائع جائے گا اس سے بہتر ہے کہ اس مسجد جدید میں لگا دیں والذی ینبغی متابعۃ المشائخ المذکورین فی جواز النقل بلا فرق بین مسجد او حوض کما افتی بہ الامام ابو شجاع والامام الحلوانی وکفی بہما قدوۃ ولا سیما فی زماننا فان المسجد او غیرہ من رباط او حوض اذا لم ینقل یاخذ انقاضہ اللصوص والمتغلبون کما ھو مشاھد وکذلک اوقافہ یاکلہا النظار او غیرھم ویلزم من عدم النقل خراب المسجد الآخر المحتاج الی النقل الیہ شامی جلد ثالث صـ۳۷۲ واللہ اعلم۔

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین درباب عام قبرستان کے کہ آیا یہ وقف غیر مملوک ہے یا جو اسکا متولی و محافظ و خادم و قابض ہو بحیثیت قبضہ اسکا مملوک ہو جاتا ہے اور وہ اسمین تصرفات مالکانہ بیع و شراء وغیرہ جاری کر سکتا ہے یا نہیں بینوا توجروا؟

وقف بودن قبرستان عام

الجواب۔ عام قبرستان وقف ہوتا ہے اور سوا اللہ جل شانہ کے کوئی اسکا مالک نہیں ہوتا اور جب وقف ہو گیا متولی بحیثیت قبضہ اسکا مالک نہیں بن سکتا اور اسمین کوئی تصرف مالکانہ بیع و شراء وغیرہ نہیں کر سکتا اور اگر کسی نے اسے بیع کیا وہ بیع قابل فسخ ہے کتاب ہدایہ میں جس جگہ مسائل جہان سرائے و مسافر خانہ و مقابر وغیرہ کے بیان کیے ہیں وہاں لکھا ہے۔ وعند ابی یوسف یزول ملکہ بالقول وعند محمد اذا استقی الناس من السقایۃ وسکنوا الخان والرباط ودفنوا فی المقبرۃ زال الملک یعنی امام ابو یوسف کے نزدیک یہ چیزیں مذکورہ بیان کر دینے سے وقف ہو جاتی ہیں اور ملک سے نکل جاتی ہیں اور امام محمد کے نزدیک جب لوگ سقایہ سے پانی پینے لگیں۔ اور مسافر خانوں میں رہنے اترنے لگیں اور قبرستانوں میں مدفون ہونے لگیں ملک جاتی رہتی ہے اور وقف ثابت ہو جاتا ہے ہدایہ مصطفائی جلد اول صـ۶۲۶ اور کتاب عالمگیری میں یہی مضمون لکھکر لکھتے ہیں ذکر فی المبسوط ان الفتوی علی قولہما فی ھذہ المسائل وعلیہ اجماع الامۃ کذا فی المضمرات پس ثابت ہوا کہ عام قبرستان وقف ہوتا ہے اور کوئی شخص متولی وغیرہ اسمین استحقاق ملکیت کا نہیں رکھتا اور نہ کسی کا بیع و شراء اسمین جاری و درست ہو سکتا ہے اور جو بیع واقع ہوئی ہو فسخ کرنا چاہیے ہدایہ میں لکھا ہے واذا صح الوقف لم یجز بیعہ ولا تملیکہ صـ۶۲۰ یعنی جب وقف درست ہو چکا اب اسکا بیع کرنا اور کسی کی ملک بنانا جائز نہیں واللہ اعلم۔

سوال۔ متولی مسجد مسجد کی کوئی شئے کسی وجہ سے فروخت کر سکتا ہے یا نہیں۔

متصل نہین اور منقول ہے تو اُسکا حکم یہ ہے کہ جسنے یہ شئے مسجد مین دی ہے وہ اُسکو بیچ سکتا ہے اگر وہ نہو اُسکا وارث اور جب وہ بھی نہو تو باجازت قاضی اسلام یا باتفاق اکثر اہل اسلام بیع جائز ہے اور اگر وہ شئے ایسی ہے جو مسجد کے اندر بطور جزو کے لگ چکی تھی پھر جدا ہو گئی جیسے کڑی تختہ وغیرہ یا اینٹین بعد انہدام کے تو قاضی یعنے حاکم اسلام کی اجازت سے اور اگر وہ نہو تو اکثر اہل اسلام کے اتفاق سے اُسکی بیع جائز ہے اور اگر وہ شئے از قسم جائداد غیر منقول ہے جو مسجد کے لئے وقف ہے تو اُسکا بیچنا کسیطرح جائز نہین فی العالمگیریۃ - من کتاب الوقف ذکر ابو اللیث فی نوازلہ حصیر المسجد اذا صارت خلقا واستغنی اھل المسجد عنہا وقد طرحہا انسان انکان الطارح حیا فھو لہ وان کان میتا ولم یدع لہ وارثا ارجوان لا باس بان یدفع اھل المسجد الی فقیر او ینتفعوا بہ فی شراء حصیر اخر للمسجد والمختار انہ لا یجوز لھم ان یفعلوا ذلک بغیر امر القاضی کذا فی المحیط السرخسی وفی المنتقی بواری المسجد اذا خلقت فصارت لا ینتفع بھا فاما الذی بسطھا ان یاخذھا ویتصدق بھا بعد ما خلقت لم یکن لھم ذلک اذا کانت لھا قیمۃ وان لم یکن لھا قیمۃ لا باس بذلک کذا فی الذخیرۃ وایضاً فیہا اھل المسجد لو باعوا غلۃ المسجد او نقض المسجد بغیر اذن القاضی الاصح انہ لا یجوز کذا فی السراجیۃ وایضاً فیہا وفی الفتاوی النسفیۃ سئل عن اھل المحلۃ باعوا وقف المسجد لاجل عمارۃ المسجد قال لا یجوز بامر القاضی وغیرہ کذا فی الذخیرۃ اھ قلت قد سمعت استاذی ان عامۃ اہل الاسلام بمنزلۃ القاضی قلت لان ولایۃ مستفاد منہم فکانہم ہم وکانہم ہو فقط واللہ اعلم -

سوال - چندہ کے احکام وقف کے ہونگے یا اور جہتم تنخواہ مقررہ سے زائد بطور انعام وغیرہ کے لیسکتا ہے یا نہین

الجواب - یہ وقف نہین معطیین کا مملوک ہے اگر اہل چندہ صراحۃً یا دلالۃً انعام دینے پر رضا مند ہون درست ہے ورنہ درست نہین ۱۵ / شعبان ۱۳۲۱ سنہ ہجری -

سوال - کیا فرماتے ہین علماء دین اس مسئلہ مین کہ ایک آدمی ایک گاؤن کے کسی قدر حصہ غیر منقسم کا مالک ہے مثلاً چار آنہ کا اب وہ چاہتا ہے کہ اُس حصہ کو اسیطرح وقف کر دیا جائے اور اُس کی آمدنی واقف کی طرف سے بمد زکوۃ دی جایا کرے تو یہ وقف اس طرح درست ہے یا نہین اور اُسکی صحت کا کیا طریق ہے -

الجواب - چونکہ زکوۃ مال مملوک مین اپنے مال مملوک کا دینا شرط ہے اور منفعت مطلق وقف کی ملک واقف سے خارج ہو جاتی ہے اس لیے اس آمدنی سے زکوۃ نہین ادا ہو سکتی و نیز وجوب زکوۃ مخصوص ہے حیات مکلف کے ساتھ پس بعد وفات واقف کے اُس مین سے زکوۃ دینا محض امر بے معنی ہے لہذا یہ صورت

شرعاً غیر صحیح ہے البتہ اگر واقف ابتداء وقف کے وقت یہ شرط کرے کہ اسمین سے اسقدر آمدنی مین لیا کرونگا یہ شرط جائز ہے اور اسقدر آمدنی لینے سے اُس کی ملک ہو جائے گی پھر اُس کو زکوٰۃ مین دے سکتا ہے اور یہی صورت ہوسکتی ہے اُسکی صحت کی اسی طرح اگر اپنے بعض ورثا کے لئے کوئی جزو منفعت کا مقرر کرے اور وہ اُسکو لیکر اپنے اموال کی زکوٰۃ مین دیدیا کرین اس طور سے بعد وفات بھی دینا صحیح ہے وھذہ الامور کلہا ظاھر واللہ اعلم یکم جمادی الاولےٰ ۱۳۲۲ھ۔

شبہہ متعلق مسئلہ مذکورہ بالا

سوال۔ اگر وہ واقف یہ کہدے کہ میرا وارث یا متولی اُس جائداد موقوفہ کی آمدنی کا ایک مقرر حصہ لیکر میری طرف سے زکوٰۃ مین دیدیا کرے تو اس طریق سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی یا نہین۔

الجواب۔ حیات مین تو یہ صحیح ہے متولی وکیل فی القبض و وکیل فی الاداء ہوگا اور بعد موت کے یہ صحیح نہین وجہ اُس کی جواب سابق مین مصرح ہے بقولی و نیز وجوب زکوٰۃ مخصوص ہے حیات مکلف کے ساتھ پس بعد وفات واقف کے اُس مین سے زکوٰۃ دینا محض امر بے معنی ہے۔ واللہ اعلم ۷۔ جمادی الاخری ۱۳۲۲ھ ہجری۔

شبہہ متعلق جواب بالا

سوال۔ وقف جائداد کی آمدنی سے زکوٰۃ نہ دینے کی نسبت جو جناب والا نے تحریر فرمایا تھا کہ بعد مرنے کے زکوٰۃ دینے کے کوئی معنی نہین اُس کی نسبت گذارش ہے کہ واقف کی حیات مین جو زکوٰۃ اُس پر واجب ہوئی اگر وہ مرتے وقت کہہ مرے کہ وقف کی آمدنی فلان کو دیجائے اور وہ واقف کی طرف سے زکوٰۃ مین دے تو کیسا ہے۔

الجواب۔ فقہا نے جہان اشتراط غلۃ الوقف لنفسہ کو ذکر کیا ہے وہان ایام حیات کی بھی قید لگائی ہے اور عموم تصنیف حسب تصریح علماء حجت ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد حیات یہ جائز نہین اور بعد موت جو غلہ حاصل ہوگا وہ اُس واقف کی ملک نہوگا اس لیئے ایسی وصیت جائز نہوگی البتہ دوسرے شخص کی ملک ہونے کے بعد اگر وہ اسکے کہنے سے تبرعاً ادا کرے تو مضائقہ نہین فقط واللہ اعلم ۲۔ رجب ۱۳۲۲ھ

شبہہ متعلق جواب بالا

ع شبہہ آیندہ کے جواب مین زکوٰۃ ایام ماضیہ کے بارہ مین اس وصیت و وقف کو جائز مان لیا ہی پس یہ جواب کہ فقہا نے الخ صحیح نہوا کیونکہ اس جواب کے سوال مین تصریح ہے کہ متعلق زکوٰۃ ایام ماضیہ کے ہے پس حاصل جواب کا اصل سے یہ ہوا کہ اعوام ماضیہ کے متعلق یہ وصیت و وقف درست ہے اور اعوام مستقبلہ کے متعلق درست نہین واللہ اعلم اولےٰ یہ ہے کہ اور علماء سے بھی اسکی تحقیق کر لیجائے کیونکہ یہ جواب قاعدہ سے لکھا ہے شاید غلطی ہو گئی ہو ۱۲ منہ

شبہہ متعلق مسئلہ مذکورہ بالا

شبہہ متعلق مسئلہ مذکورہ

سوال۔ اعلیٰ حضرت نے ایک دفعہ تحریر فرمایا تھا کہ واقف وقف کی آمدنی زکوۃ میں بعد اپنی موت کے نہیں دیسکتا کیونکہ یہ اپنے خرچ مین لاتا ہے اور اُس کے لئے بحیاتہٖ کی فقہار نے شرط لکھی ہے عالمگیری کتاب الحیل باب الوقف اتفاقاً نظر سے گذرا اُسمین درج ہے کہ اگر وقف کی آمدنی کسی کو ادائے قرض مین دے اور لکھدے کہ میری زندگی مین اور بعد مرنے کے قرض خواہ وصول کرلیا کرے تو درست ہے کیا زکوۃ اور ادائے دین مین کچھ فرق ہے اور وہ کیا ہے۔

الجواب۔ قرض اور زکوۃ مین امر فارق یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرض تو اُسکے ذمہ واجب ہوچکا اور مقرض اس کا نائب ہے اُس کا لینا اس کا لینا ہے اور زکوۃ اعوام مستقبلہ کی اس کے ذمہ نہیں ہوئی کیونکہ موت سے اموال اسکی ملک سے خارج ہوگئے اِسلئے آخذ اس کا نائب نہین البتہ زکوۃ واجبہ ماضیہ مین فقرا اس کے نائب ہوسکتے ہین۔ واللہ اعلم ۵۔ رمضان ۱۳۲۲ھ

سوال۔ ایک جامع مسجد آباد کے متعلق دکانین اور مکان وقف ہین اُن کا کرایہ ہمیشہ سے اُسکے مصارف شکست وریخت و فرش یعنی جانمازون اور کوزون اور گھڑون وغیرہ حوائج متعلقہ نماز اور تنخواہ مؤذن مین صرف ہوتا ہے اگر حاکم وقت مسلمان یہ چاہے کہ اُسکا حق دوسری مسجدون کی ترمیم اور حوائج متعلقہ نماز اور تنخواہ مؤذن مین بھی صرف ہوا کرے جن مسجدون مین کسی قسم کی آمدنی وقف نہین ہے تو یہ جائز ہے یا نہین اور اگر جائز نہین ہے تو جو روپیہ صرف ہوچکا ہو وہ کسی کو واپس دینا واجب ہے یا نہین اور آمدنی وقف مسجد کس کس مصرف مین صرف کرنے کا حکم ہے۔

الجواب۔ جب پہلی مسجد آباد ہے اُس کے وقف کی آمدنی دوسری مسجد مین منتقل کرنا جائز نہین فی الشامیۃ المطبوعۃ بمصر الجزو الثالث منہا صفحہ ۵۷۴ ونقل فی الذخیرۃ عن شمس الائمۃ الحلوانی انہ سئل عن مسجد او حوض خرب ولا یحتاج الیہ لتفرق الناس عنہ ہل للقاضی ان یصرف اوقافہ الی مسجد او حوض اٰخر فقال نعم ومثلہ فی البحر عن القنیۃ وفی الدر المختار مع الشامی صفحہ ۵۷۵ اتحد الواقف والجہۃ وقل مرسوم بعض الموقوف علیہ جاز للحاکم ان یصرف من فاضل الوقف الاٰخر علیہ وان اختلف احدہما لا یجوز لہ ذلک اھ اور جب یہ انتقال نا جائز ہے تو جو صرف ہوا ہے اُس کا ضمان حاکم پر جس کے امر سے صرف ہوا ہے واجب ہے فی الشامیۃ ص ۵۸۲ ذکر فی البحر ان کون التعمیر من غلۃ الوقف اذا لم یکن الخراب بصنع احد الی قولہ وخربہا یضمن لانہ فعل بغیر اذن اھ قلت دل تعلیلہ ان التصرف الغیر المشروع فی الوقف یوجب الضمان اور جو روپیہ تعمیر و ترمیم ضروری سے بچ جائے اُس کو مصارف مذکورہ سوال مین صرف کرنا جائز ہے فی الشامیۃ ص ۵۸۲ والذی یبدأ من ارتفاع الوقف ای من غلتہ عمارتہ شرط الواقف اولا ثم ما ہو اقرب الی العمارۃ واعم للمصلحۃ کالامام للمسجد الی قولہ ثم السراج والبساط کذلک

الی اٰخر المصالح ھذا اذا لم یکن معینا فان کان الوقف معینا علی شئی یصرف الیہ بعد عمارۃ البناء اھ اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر واقف کی تصریح مصارف کے باب مین معلوم ہو تو وہ سب سے مقدم ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۱۷ جمادی الاولیٰ ۲۲ھ

سوال ۔ ایک مسجد سرکار انگریزی نے بمشورہ رضامندی عوام مسلمانان بازاریون کے نہ خواص شہر کے بضرورت تعمیر دکانات کے منہدم کرادی اور اُس کے ہرجہ کا روپیہ بلکہ کچھ زیادہ اپنے پاس سے مسلمانون کو کہ بعوض اس کے دوسری مسجد تعمیر کرالین دیا مسلمانون نے کہا کہ ہمارے یہان کے لوگ روپیہ تلف کر ڈالین گے سرکار ہی خود اپنے اہتمام سے تعمیر کرادے اور بعض مسلمانون نے بھی کچھ روپیہ اپنے پاس سے بطور چندہ شامل کیا سرکار نے بعوض اُس مسجد منہدمہ کے دوسری مسجد دوسرے مقام پر اُس روپیہ سے باجماع عوام مسلمانان تعمیر کرادی اور اپنا تعلق بالکل اُس مسجد سے قطع کر دیا اور مثل مسجد سابق منہدمہ کے مسلمانون کو اُسی مسجد مین قبض و دخل و تصرف حاصل ہو گیا اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ وہ مسجد شرعاً بحکم مسجد ہے یا نہین اور نماز اُسمین جائز ہے یا نہین اور اگر جائز ہے تو بکراہت جائز ہے یا بلا کراہت اُسمین نماز پڑھنے والے کو ثواب مسجد کامل کا ملیگا یا نہین اور مسجد منہدمہ کا اثاثہ اور سامان بالائی اور زمین کا عوض مسلمانون کو سرکار وقت غیر اہل اسلام یا اہل اسلام یا کسی اور شخص سے جو ظلماً مرتکب اس فعل قبیح کا ہو بجبر یا بلا جبر لینا درست ہے ۔

الجواب ۔ یہ جزئی نظر سے نہین گذری اس لئے اسکی ایک نظیر یا کلی نقل کرتا ہون فی الدر المختار متی ثبت بطریق شرعی وقفیۃ مکان وجب نقض البیع فی رد المحتار لو ھدم المشتری البناء ان شاء القاضی ضمن البائع قیمۃ البناء فینفذ بیعہ او ضمن المشتری ولا ینفذ البیع ویملک المشتری البناء بالضمان ویکون الضمان للواقف لا للموقوف علیہم اھ والمراد بالبناء نقضہ وھذا اذا لم تمکن اعادتہ والا امر باعادتہ کما سنذکرہ فی الغصب جلد ثالث ص ۶۵۶ و ۶۵۷ فی الدر المختار فی احکام الاستبدال ویشتری بثمنہ ارضا اخری اذا شاء فاذا فعل صارت الثانیۃ کالاولی فی شرائطہا وان لم یذکرھا اھ جلد مذکور ص ۵۹۹ و ۶۰۰ اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ ہادم مسجد سے اولاً مطالبہ ہوگا کہ اُسی کا اعادہ بعینہ کرے اور جہان یہ قدرت نہو تو اُس سے ضمان لیا جائے گا خواہ قیمت ملے یا دوسری تعمیر وہ سب ضمان ہے اور ضمان بدل ہوتا ہے مضمون کا اور بدل کا حکم مثل مبدل منہ کے ہوتا ہے لہذا یہ دوسری مسجد من کل الوجوہ مسجد ہوگی اور نماز اُسمین بلا کراہت جائز ہے اور ثواب بھی اُسمین کامل ملیگا اور مسجد اول منہدم کا تخمینہ ضمان جسقدر ہوتا ہے اگر دوسری مسجد مین ہادم کا اسقدر صرف نہین ہوا تو بقدر تکمیل کمی کے ہادم سے ضمان کا مطالبہ باقی ہے خواہ اثاثہ و سامان سے پورا کرے یا نقد اُس سے لیا جائے اور اگر بقدر تخمینہ ضمان صرف

ہوگیا ہے تو اب سامان کا مطالبہ جبراً نہیں پہونچتا ہی البتہ اگر بخوشی درخواست کرنے سے ملجائے تو مضائقہ نہیں
اور باقی جو کافر ابتداءً مسلمین کے لئے مسجد بنائے وہ مسجد نہیں ہی کما فی باب وصیۃ الذمی من الھدایۃ ومنھا اذا
اوصی بما یکون قربۃ فی حقنا ولا یکون قربۃ فی معتقدھم کما اذا اوصی بالحج او بان یبنی مسجد
المسلمین او بان یسرج فی مساجد المسلمین وھذہ الوصیۃ باطلۃ بالاجماع اعتبارا لاعتقادھم الخ اگر کہین اسکے
خلاف تصریح ملجائے تو صریح مقدم ہے مستنبط پر واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔ ۲۔ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

سوال۔ اگر کوئی شخص بعض اشیاء مسجد کو مثل فرش وظروف وغیرہ وغیرہ کو بحیال غصب تلف کردے تو متولی
اور نمازیان مسجد کو اُس کا معاوضہ بجبر یا بلاجبر جائز ہے یا نہیں

الجواب۔ فی رد المختار ج ۳ ص ۴۰۵ قال الزیلعی وعلی ھذا حصیر المسجد وحشیشہ اذا استغنی عنھما
الی قولہ ینقل الی مسجد آخر۔ پس جب باوجود استغنار کے بھی خود انتفاع کسیکو جائز نہیں تو احتیاج وضرورت کے
وقت تو کب درست ہوگا جو شخص قادر ہو اُس کو عوض لینے پر جبر جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۲۔ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

سوال۔ اگر بعض اشرار وقف جائداد اور املاک مسجد کو ضائع اور تلف اور غصب کرین تو مسلمان اُس کے
واسطے کسی قسم کی تدبیر استخلاص اور وصول کی کرین یا اُسپر صبر کرین اگرچہ نمازیان مسجد کو تکلیف ہو اور اُس کی
وجہ سے نماز مسجد مین ادا نکر سکین۔

الجواب۔ فی الدر المختار وکذا الرباط والبیر اذا لم ینتفع بھما فیصرف وقف المسجد والرباط والبیر والحوض
الی اقرب مسجد او رباط او بئر او حوض الیہ ج ۳ ص ۴۰۵ یہان بھی یہی سمجھنا چاہیے کہ جب باوجود عدم
احتیاج کے کوئی اُسکو اپنے صرف مین نہیں لاسکتا تو مسجد کی حاجت ہوتے ہوئے یہ فعل کب حلال ہوگا
اسمین بھی قادر کو تدبیر وسعی استخلاص کی کرنا جائز بلکہ واجب ہے اور سکوت ناجائز۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۲۔ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

سوال۔ رنڈی کی بنوائی ہوئی مسجد مسجد شرعی ہے یا نہین۔

الجواب۔ چونکہ مال حرام سے انتفاع جائز نہیں تو آلہ قربت تو بدرجہ اولی نہوگی لہذا ایسی مسجد شرعاً مسجد
نہیں وہذا ظاہر۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم یوم الاضحی ۱۳۲۲ھ

سوال۔ محاصل اوقاف مساجد شاہی مین سے اُن طلبہ کا وظیفہ مقرر ہوسکتا ہی یا نہین جو اُسی مسجد کے مدرسہ
مین پڑھتے ہون یہ مدرسہ بنا مسجد کے بعد متولیان کی رائے سے جاری ہی محاصل اوقاف اسقدر اخراجات مسجد
سے فاضل ہین کہ کئی ہزار روپے بنک مین جمع ہین اور اس مدرسہ اور اس مسجد کے ضروریات کیوجہ سے اس روپے کی

حاشیہ: مخصوص ۔۔۔ [illegible]

کتابین خریدنا جائز ہین یا نہین۔ جو متولی کہ بعد بناء مسجد عام مسلمانون کی رائے سے مقرر ہون وہ بانی مسجد کے حکم مین ہین اور اس لحاظ سے اُن کے نیابت کا اعتبار ہوگا یا نہین۔

الجواب۔ اول چند مقدمات لکھتا ہون پھر جواب لکھونگا (مقدمہ اولی) یہ اوقاف مسجد کے ہین نہ مدرسہ کے گئے۔ (مقدمہ ثانیہ) بعد وقف کے مصرف بدلنا خود واقف کو بھی جائز نہین (مقدمہ ثالثہ) ایک مصرف سے استغنا کے وقت اُسی مصرف کے مماثل مین صرف کرنا چاہیئے جیسے مسجد مسجد مدرسہ مدرسہ ونحو ذلک (دلیل مقدمہ اولی) فی الدر المختار مع الشامی وبیان المصرف کقولہم علی مسجد کذا من اصلہ لتوقف صحۃ الوقف علیہ فیقبل بالتسامع جلد ۲ ص ۶۲۶ اور ظاہر ہے کہ صورت مسئولہ عنہا مین شہرت سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ واقف نے مدرسہ کی جہت مقرر نہین کی۔ (دلیل مقدمہ ثانیہ) فی الدر المختار مع الشامی وقف ضیعۃ علی الفقراء وسلمہا للمتولی ثم قال لوصیہ اعط من غلتہا فلانا کذا وفلانا کذا لم یصح لخروجہ عن ملکہ بالتسجیل الخ ج ۳ ص ۵۷۴ پس گو متولی حکم بانی مین ہو لیکن خود بانی بھی ایسا تصرف نہین کرسکتا تھا (دلیل مقدمہ ثالثہ) فی الدر المختار مع الشامی وکذا الرباط والبئر اذا لم ینتفع بہما فیصرف وقف المسجد والرباط والحوض الی اقرب مسجد او رباط او بیر او حوض الیہ ج ۳ ص ۵۷۴ اور یہ جزئیہ گو درصورت خراب ہونے مصرف اول کے ہو لیکن استغنا امر جامع ہو درمیان خراب ہونے اور فاضل رہنے رقم کے پس جب مقدمات ثلثہ دلیل سے ثابت ہوچکے اب جواب ظاہر ہے کہ اس فاضل مین سے کچھ تو محفوظ رکھنا اس لیئے ضروری ہے کہ شاید مسجد مین مرمت وغیرہ کی ضرورت واقع ہو اور باقی کو دوسری مساجد کی ضروریات مین صرف کرنا چاہیئے مدرسہ یا اُس کے متعلقات کتب وغیرہ کی خرید مین صرف نکیا جائے ھذا ما ظہر لی الآن ولعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا۔ آخر مین مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بعض شبہات محتملۃ الوقوع کو رفع کردیا جائے۔ (شبہہ اولی) فی الدر المختار مع الشامی ویبدأ من غلتہ بعمارتہ ثم ما ہو اقرب لعمارتہ کامام مسجد ومدرس مدرسۃ یعطون بقدر کفایتہم ثم السراج والبساط کذلک الی آخر المصالح وان لم یشترطہ الواقف لثبوتہ اقتضاء ج ۳ ص ۵۸۲ اس کا حل یہ ہو کہ مراد یہ ہے کہ وقف علی المسجد مین امام وغیرہ مصارف ضروریہ سے ہے اور وقف علی المدرسہ مین مدرس وغیرہ مصارف ضروریہ سے ہے اور یہ مراد نہین کہ وقف علی المسجد مین یہ سب مصارف ہین بلکہ دو ورق کے بعد ایک جزئی مین مصرح ہے کہ اگر مسجد کے وقف مین مدرس بھی مشروط فی الوقف ہو وہ خود مصارف لازمہ سے نہین وہ جزئی یہ ہو قلت انما یکون المدرس من الشعائر لو مدرس المدرسۃ کما مر اما مدرس الجامع فلا لانہ لا یتعطل لغیبتہ بخلاف المدرسۃ حیث تقفل اصلا (شبہہ ثانیہ)

فی الدر المختار مع الشامی للواقف الرجوع فی الشرط ولو مسجلا ج ۳ ص ۵۷۵ اس کا حل یہ ہے کہ اسپر شامی نے کہا ہے وفیہ کلام سیاتی پھر ص ۶۶۸ اسکے ایضاح مین کلام طویل کیا ہے جو نہایت شافی کافی ہے اُس مین یہ عبارت بھی ہے لا یجوز ان یفعل الا ما شرط وقت العقد اور یہ بھی ہے وما کان من شرط معتبر فی الوقف فلیس للواقف تغییرہ ولا تخصیصہ بعد تقررہ ولا سیما بعد الحکم الخ (شبہہ ثالثہ) فی الدر المختار مع الشامی السلطان یجوز لہ مخالفۃ الشرط الی قولہ لان اصلہا لبیت المال اھ وایدہ الشامی بقول ابی السعود ان اوقاف الملوک والامراء لا یراعی شرطہا لانہا من بیت المال او ترجع الیہ اھ اور ظاہر غالب یہی ہے کہ یہ اوقاف بیت المال سے ہین اس کا حل یہ ہے کہ اس کے بعد شامی نے کہا ہے قلت والمراد من عدم مراعاۃ شرطہا ان للامام ان یزید فیہا وینقص ونحو ذلک ولیس المراد انہ یصرفہا عن الجہۃ المعینۃ الخ ج ۳ ص ۶۴۷ و ۶۴۸ واللہ اعلم وعلمہ اتم ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

سوال۔ کیا فرماتے ہین علمار دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ ایک مسجد بازار مین تھی جب سرکار وقت کو ترتیب جدید اُس بازار کی منظور ہوئی بازاری مسلمانون کو رضامند کرکے وہ مسجد منہدم کرادی اور اُسکا ہرجہ یعنی قیمت اثاثہ وزمین مسلمانون کو دی کہ بعوض اُس کے دوسری مسجد بنوالین مسلمانون نے کہا کہ اگر ہم اپنے اہتمام سے بنوائین گے تو روپیہ تلف ہو جائیگا سرکار اپنے انتظام سے بنوا دے سرکار نے موافق اجازت اور مرضی مسلمانونکے باہتمام رئیس مسلمانان وہ مسجد اُس روپیہ سے بنوادی اور رئیس مذکور نے بھی اپنے پاس سے کچھ روپیہ اُسمین شامل کیا بعد تیار ہو جانے کے سرکار کو اُس سے کچھ تعلق نرہا بالکل قبضہ ودخل واہتمام مسلمانون مین آگئے جیسے کہ اور مساجد ہین اور نماز جماعت بھی اُس مین بکثرت تمام ہوتی ہے۔ اور مسجدون سے بہت زائد بلکہ مغرب کے وقت گنجائش باقی نہین رہتی اب یہ مسجد شرعا مسجد صحیح ہے یا غیر صحیح اور نماز اُسمین جائز ہے یا ناجائز اور ثواب مثل اور مساجد صحیحہ ہوگا یا نہین اور بباعث اس کے کہ روپیہ ہرجہ کا سرکار انگریزی نے دیکر وہ مسجد باہتمام اپنے گو بکارکنی رئیس مسلم ہو تیار کرائی ہے مسجدیت مین کچھ نقصان آئیگا یا نہین۔

الجواب۔ وہ مسجد شرعا بالکل صحیح ہے اور سہل توجیہ اس کی یہ ہے کہ وقت بناء وہ محض ایک مکان تھا لیکن بعد بنا جب مسلمانون کو دیدیا اور مسلمانون نے اُسکو عملاً وقف کر دیا وقف ہو کر مسجد تام ہوگئی اور دوسری توجیہات بھی ممکن ہین مگر یہ سب سے سہل اور واضح ہے واللہ اعلم۔ ۱۲ جمادی الاولی ۱۳۲۳ھ

ع۵ ایک توجیہ مفصل اس سے چار سوال اوپر گذری ہے جسکا یہ عنوان ہے ہدم سرکار مسجد سے را بضرورت الخ ۱۲ منہ۔

مثل فتوی کہ چار سوال بالا ازین درگذشتہ

(تحقیق وقف بودن یا نبودن جائداد یکہ بعضے نوابان بہ بعضے علماء بعنوان وقف دادہ)

ملاحظہ دستاویز ہذا سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مین جس جائداد کے وقف کا ذکر ہے اُسکے دو جزو ہین ایک وہ جو جلب مولوی صاحب کی ملک مین داخل بھی اور نواب صاحب کے پاس رہن دوسرا جزو وہ جو نواب صاحب کی ملک بھی سو جزو اول تو وقف سے اس لیے خارج ہو کہ وقف کے لیے واقف کا مالک ہونا شرط ہے اور جو نکہ نوابصاحب اسکے مالک نہین وہ شرط مفقود ہے لہذا اس تصرف کا حاصل صرف اسقدر ہے کہ نواب صاحب نے مولویصاحب کو اپنا قرضہ معاف کر دیا سو اسکو وقف سے کوئی علاقہ نہین دوسرا جزو البتہ قابل وقف ہے لیکن چونکہ موقوف علیہم معین ہین اور تابید للفقراء کا ذکر نہ لفظا ہی نہ معنی اور وہ بالاتفاق شرط ہے اس لئے اس جزو کا وقف صحیح نہین ہوا لفظا ذکر نہونا تو ظاہر ہے اور معنے اس لئے کہ کوئی لفظ جو اُس کے معنے کو مفید ہو مذکور نہین جیسا لفظ صدقہ و نحوہا اور اگر لفظ پرورش سے شبہہ ہو تو محاورات و مواقع استعمالات سے اُس کا مرادف یا متقارب صدقہ ہونا یقینی ہے چنانچہ اہل عرف پر مخفی نہین اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک محض اسی مین گنجائش تھی سو اب وہ بھی محتمل نہین چنانچہ علامہ شامی نے جلد ثالث صفحہ ۵۶۶ مین ایک بحث طویل کے بعد یہ تحقیق لکھی ہو والحاصل انہ لا خلاف عندہما فی صحۃ الوقف مع عدم تعیین الموقوف علیہ اذا ذکر لفظ التابید او ما فی معناہ کالفقراء و کلفظ صدقۃ موقوفۃ ولکوقوفۃ للہ تعالی الی قولہ وانہ لاخلاف فی بطلانہ لو اقتصر علی لفظ موقوفۃ علی زید الخ اور یہان یہی صورت آخر کی ہو اس کے آگے جو ذخیرہ سے تین بطن کے ذکر کر دینے سے وقف موبد قرار دیا ہے تو اُس مین بھی موقوفہ کے ساتھ لفظ صدقہ ہی جس کا بیان نہونا معلوم ہو چکا لہذا وقف نہونا ثابت ہو گیا فقط واللہ تعالی اعلم وعلمہ اتم واحکم۔ ۲۵۔ ربیع الاول ۱۳۲۷ھ

سوال - قاضی امین الدین نے ایک جامع مسجد بادشاہی جو منہدم ہو گئی تھی از سر نو تعمیر کی اور چھیالیس دوکانین بنائین منجملہ اُن دوکانون کے چوده زیر مسجد اور چھبیس دوکانین ایسے تین قطعہ اراضی پر جو دیگر اشخاص نے وقف اور ملک جامع مسجد کر کے حوالہ قاضی امین الدین اس شرط سے کی کہ ان قطعون پر دوکانین بنا کر ان کی آمدنی مصارف مسجد مین صرف کرتے رہین بنائین اور نو دوکانین ایسے قطعہ پر بنائین کہ جو قاضی امین الدین کے بھائی کے نام بیع تھا بعد انکی وفات لاولد کے وہ وارث ہوئے عبارت ہر سہ وقف ناموجات جو دیگر اشخاص کی طرف سے لکھی گئی تھی حسب ذیل ہی - برضا و رغبت خود با جمیع حدود و حقوق و مرافق آن بکل قلیل و کثیر مما یضاف و ینسب الیہا حسبۃ للہ برائے حصول ثواب عقبے و ذخیرہ آخرت وقف نمودہ ملک و مملوک خاص مسجد جامع موصوف کردیم و از ملک خود برآوردہ برائے تیار کردن دوکانہا بر اراضی مذکورہ سپرد قاضی امین الدین قاضی پرگنہ نمودیم تا قاضی موصوف مذکورہ دوکانہا

تحقیق وقف بودن یا نبودن جائداد مخصوص

تحقیق معاملہ از وقف متعلقہ مسجد جامع [illegible]

تیار کردہ آمدنی کرایہ آنہارا در مصارف مسجد موصوف صرف مے نمودہ باشند۔ اس کے بعد اُنھوں نے ایک
وقف نامہ تحریر کیا جس کی عبارت بجنسہ حسب ذیل ہے شرعاً برین وجہ کہ چہاردہ درد کاکین تحت جامع مسجد وسی
و دو در دکاکین ذیل جامع مسجد واقع آبادی قصبہ مذکور کائنہ در بازار کہنہ محدودہ مفصلہ ذیل حق وملک وقبض و
تصرف مقر مذکور بود وہست تا این زمان خالیاً عن حق الغیر وعما یمنع جواز التصرف ونفاذہ در ینولا مقر مذکور چہل
وشش دکاکین مذکورہ را با جمیع حدود وحقوق ومرافق آن بکل قلیل وکثیر مما یضاف وینسب الیہا ومحاصل او از
ملک خود برآوردہ تصدقاً وحسبۃً للہ علی وجہ الخیر ودواماً برائے مصارف جامع مسجد تعمیر کردہ خود واقع کیرانہ مثل
درماہہ امام وموذن وسقہ ومرمت شکست وریخت مسجد مذکور ودکاکین موقوفہ واطعام واردو صادر مسافرین و
مبلغ سی وشش روپیہ برائے مصارف مسجد فتحپور مضاف صوبہ دار الخلافۃ لکھنؤ وما بقی برائے نفقہ مسماۃ سلیمہ نواسی
خود کہ شرعاً بعد وفات مقر از ترکہ مقر محجوب است ثم لولدہا ثم لولد ولدہا ثم لولد ولد ولدہا ذکوراً نسلاً بعد نسل ابداً
دائماً وقف نمودہ بتولیت خود در آوردم اقرار معتبر مے نمایم ونوشتہ مے دہم کہ بعد تاریخ این خط مقر مذکور محاصلش
را تا حین حیات خود از دست خود در مصارف مذکور صرف مے نمودہ باشم وبعد وفات مقر مذکور باہتمام مسماۃ سلیمہ
مذکورہ بطریق مذکورہ بالا وبعدہ اولادش نسلاً بعد نسل مصارف مذکورہ بتولیت خود صرف مے نمودہ باشند و
اگر خدانخواستہ نسل مسماۃ سلیمہ منقطع شود بقیہ نفقہ موقوف لہم حسبۃً للہ عامہ مساکین است واہتمام بذمہ مرد متدین
صاحب علم باشندہ قصبہ واجب است۔ آیا شرعاً جب ہر سہ قطعہ اراضیات وقف کرکے حوالہ قاضی صاحب
واسطے بنانے دکاکین اور صرف کرنے آمدنی کرایہ دوکانات مصارف مسجد کی گئیں اور قاضی صاحب نے بصرف
زر کثیر دوکانات بنائیں تو اس صرف زر کثیر سے اُن کو کوئی حق ذاتی دوکانات میں حاصل ہوا یا نہیں اور شرعاً
وہ جزو آمدنی دوکانات مذکورہ اور چودہ دوکانات زیر مسجد سے اپنے کسی وارث کے واسطے مقرر کرسکتے تھے یا نہیں
اور اگر کرسکتے تھے تو کل دوکانات یا بعض سے۔

سوال دوم۔ قاضی امین الدین بعد وقف کرنے دکاکین کے خود متولی ہوئے اور اپنے بعد کے لئے اپنی نواسی
سلیمہ کو اور اسکی اولاد ذکور کو متولی قرار دیا بعد انتقال قاضی امین الدین مسماۃ سلیمہ متولیہ ہوئی اور اس نے بذریعہ
اپنے شوہر قاضی خلیل الدین مختار عام دکاکین موقوفہ میں تصرف کرنا شروع کیا یعنی اپنی کل جائداد مع دکاکین

ع چھیالیس دوکانیں بروقت تحریر وقف نامہ بن چکی تھیں اور تین دوکانیں منجملہ چھبیس دوکانوں مذکورہ کے اس وقف پر بعد
کو بنائیں جسکا وقف ہونا بذریعہ اعلان اور وصیت نامہ ثابت ہے ۱۲۔

وقف کے علاوہ زیر مسجد رہن کی اس کے بعد مابین فضل اللہ جو قاضی امین الدین کے برادر زادہ کا بیٹا تھا اور سلیمہ مین بذریعہ ثالث جائداد علاوہ دوکانات تقسیم ہوئی اور ثالث نے فیصلہ ثالثی مین یہ لکھا کہ قاضی امین الدین جامع مسجد کیرانہ اور مسجد شاملی کے متولی تھے اور ان مساجد مین بہت کچھ اپنے پاس سے صرف کرتے تھے جامع مسجد کیرانہ کے زیر مسجد جو چودہ دوکانین تھین اُس کی آمدنی اُس کے مصارف کو کافی نہ تھی اور نہ اب ہے قاضی صاحب دوکانات تعمیر کردہ اپنے کو متعلق جامع مسجد کر گئے ہین اور اُس کے آباد رکھنے کی وصیت کر گئے ہین مینے وہ وصیت نامہ دیکھا ہے مین موافق اُسی وصیت نامہ کے دوکانات کو تقسیم نہین کرتا ہون اور فریقین پر لازم کرتا ہون کہ بعد کل خرچ اخراجات و مرمت شکست و ریخت جو بچے وہ فریقین باہم نصفا نصف تقسیم کر لیا کرین یہ وصیت نامہ جس کو ثالث لکھ رہا ہے درحقیقت ایک علیحدہ دستاویز تھی کہ جسکی رو سے اپنی نواسی مسماۃ سلیمہ محجوب الارث کو نصف جائداد کا مالک کیا جس کی عبارت یہ ہے۔ ثانیاً خصوصاً نورچشم مولوی حکیم ظہیر الدین را وصیت می کنم کہ بلا لحاظ حجب نصف متروکہ من برائے نور دیدہ بی بی سلیمہ صانہا اللہ تعالی عن الآفات واگذارند و ثالثاً دوکانات بازار جامع مسجد کیرانہ کہ از مصارف خالص خودم بنا نہادہ دواماً علی وجہ الخیر وقف کردہ ام حسب اہتمام مصرحہ وقف نامہ جاری دارند و ہم مبلغ سی و شش روپیہ سالانہ تنخواہ موذن مسجد فتحپور و مبلغ شش روپیہ سالانہ تنخواہ موذن مسجد خورد متصل مسجد موصوف بدستور از آمدنی دوکانات مسطور صرف نمودہ باشند۔ اور وقف نامہ جس کی عبارت سوال اول مین نقل کی گئی وہ مسماۃ سلیمہ نے بہ ثبوت اس امر کے کہ بعد کل مصارف جو پس انداز ہو وہ واقف نے تنہا میرا حق مقرر کیا ہے اور اُس مین فضل اللہ کا کوئی حق نہین ثالث کے سامنے پیش نہین کیا اور نہ ثالث نے اپنے فیصلہ ثالثی مین اُسکا تذکرہ کیا بلکہ ثالث نے پس انداز کو مابین فضل اللہ و مسماۃ سلیمہ نصفا نصف تقسیم کیا اور مسماۃ سلیمہ نے تسلیم کیا اور فریقین نے جیسا کہ مابین اُن کے پس انداز بالمناصفہ تقسیم ہوا تھا دکانین کو بھی نصفا نصف اپنی ملکیت تصور کر لیا جیسا کہ عملاً ظاہر ہوا اس کے بعد مسماۃ سلیمہ کا انتقال ہو گیا اور مرتہن نے ورثاء سلیمہ پر نالش دائر کی ورثہ سلیمہ نے عذر کیا کہ جائداد یعنی دکانین وقف ہین مگر کوئی دستاویز عدالت مین پیش نہین کی حتی کہ مدعا علیہم یعنی ورثاء سلیمہ کا وقت خود پیش کرنے کا نہ رہا اُس کے بعد اپنے ایک گواہ سے وقف نامہ جسکی عبارت سوال اول مین درج ہے اقراری قاضی امین الدین پیش کر دیا علاوہ اُس وقف نامہ اور کوئی ثبوت وقف پیش نہ کیا اور فضل اللہ مدعا علیہ نے وقف سے انکار کیا اور کہا کہ چودہ دوکانین جو زیر مسجد ہین وہ وقف ہین باقی وقف نہین عدالت نے اس وقف نامہ کو جعلی قرار دیا اور دعوے مدعی ورثاء سلیمہ پر ڈگری کر دیا من بعد ورثہ سلیمہ نے

عدالت ہائی کورٹ مین اپیل کیا مگر وقف نامہ ضبط شدہ طلب نکرایا اور نہ اُس کی بابت کوئی بحث کی بلکہ اُس کو
بالکل نظر انداز کردیا اور اُس عدالت سے بھی کامیابی نہوئی قبل اس کے کہ مقدمہ عدالت ہائی کورٹ سے فیصل ہو
مدعی نے ڈگری جاری کرائی ورثار سلیمہ نے عذر کیا کہ تصفیہ اپیل اجراء ملتوی ہو وہ عذر منظور ہوا بعد اسکے قبل تصفیہ
اپیل برضامندی فریقین یعنی ڈگری دار اور ورثہ ڈگری دار و ورثہ سلیمہ درخواست اجرائے ڈگری اس مضمونکی
عدالت مین گذری کہ اول لاٹ نیلام پر دکانین نیلام کردی جائین چنانچہ حسب درخواست مدعی اور مدعا علیہم کل دکانین
کا نصف نیلام ہوگیا اور اپنی کل جائداد ذاتی جو شمول دوکانات مکفول تھی بچالی بعد نیلام کل دوکانات کا نصف
باقیماندہ فضل اللہ نے بھی فروخت کردیا جن کو اب عرصہ قریباً بارہ سال کا ہوگیا اس عرصہ مین کوئی کارروائی
منجانب ورثہ سلیمہ دربارہ بازیافت جائداد موقوفہ منفرداً یا مشترکاً ظہور مین نہ آئی بلکہ تین قطعے جو دیگر اشخاص نے
وقف کئے تھے منجملہ اُن کے ایک قطعہ معروف بسرائے کہنہ تھا اُس مین آٹھ دوکانین بنائین بقین اور اُس کے
ایک جزو مین قبر قاضی امین الدین کی ہے اور ایک جزو مین سقے آباد ہین اور نو جز نیلام سے مستثنیٰ تھے جس جزو مین
قبر قاضی صاحب کی تھی اُس کو ورثہ سلیمہ نے ۱۹۰۲ء مین فروخت کردیا بعد منقضی ہونے گیارہ سال کے چند اہل
اسلام قصبے کو اس کا خیال ہوا کہ اس مین توکلاً علی اللہ تعالےٰ سعی و کوشش کرنی چاہیے اگر خدانخواستہ بارہ سال
پورے ہوگئے تو پھر ہمیشہ کو مایوسی ہوجائے گی اور چونکہ وہ علی کل شئی قدیر ہے کیا عجب ہے کہ وہ اپنی قدرت کاملہ کا
ظہور فرمائے اور از سر نو جامع مسجد کو مثل سابق غنی کردے کوشش شروع کی اور بعد اجازت اڈوکیٹ مقیم انبالہ
رجوع کیا اور مناط دعویٰ اُنھین ہر سہ وقف نامجات جو دیگر اشخاص کی جانب سے تھے اور وصیت نامہ اور [illegible]
قاضی امین الدین جو ضلع کرنال سے حاصل کی تھی جسمین اُنھون نے ان دوکانات کے وقف کا ذکر کیا تھا اور فیصلہ
ثالثی اور شہادت لسانی کو گردانا اور وقف نامہ کو جو جعلی قرار دیا گیا تھا ترک کردیا اگرچہ اُس وقف نامہ ضبط شدہ کو
حسب ہدایت عدالت طلب کرایا مگر وہ عدالت سے نہ آیا اور معلوم ہوا کہ وہ ردیات مین تلف کردیا گیا سب اہل اسلام
نے علاوہ ورثار سلیمہ چندہ کے دینے مین اور دیگر امور مین جو اس کے متعلق تھے کوشش کی مگر ورثار فضل اللہ نے
اور بعض ورثار سلیمہ نے وقف کے خلاف جوابدہی کی اور بعض ورثہ سلیمہ نے وقف ہونے کا تو اقرار کیا مگر اپنی مورثہ
مسماۃ سلیمہ کی بدنیتی سے انکار کیا اُس قادر علی الاطلاق نے اپنے فضل سے اہل اسلام کو پوری فتح اور کامیابی عطا
کی یعنی سب دوکانات وقف ثابت ہوگئین اب اپیل جو منجانب مدعا علیہم ہوا اور نالش دخل منجانب متولیان
ہوا ہے جس مین بہت زیادہ صرف ہے اب ورثہ سلیمہ اپنا حق مانگتے ہین اور جھگڑا کرتے ہین اسوجہ سے نالش دخل

مین تعویق ہے حالانکہ ابھی تک محض وقف ثابت ہوا ہے مقدمات اور صرف کثیر باقی ہے اہل اسلام کہتے ہیں
کہ ہمنے جو روپیہ دیا وہ واسطے مسجد کے دیا نہ کہ واسطے حق سلیمہ کے اب شرعاً ورثار سلیمہ کا کوئی حق تھا یا نہین اور اگر
تو وہ اُنکے افعال بالا سے ساقط ہوگیا یا نہین اور جب ورثار سلیمہ نے بذریعہ نیلام نصف دکاکین اپنے دین سے سبک
حاصل کرلی اور فضل اللہ نے بذریعہ بیع نصف دکاکین سے روپیہ حاصل کرکے اصل شی کو تلف کردیا تو کیا ہیچ
کچھ حق شرعاً باقی رہا اور جو نقصان متعلق آمدنی کے مسجد کو اندر گیارہ سال کے پہونچا اسکا اعادہ مسجد ورثار سلیمہ
جو متولیہ بھی کرسکتی ہے یا نہین اور جب کل دوکانین پورے طور سے مسجد کی ہوکر قبضہ اہل اسلام مین آجامین تو
سلیمہ اُس مین کسی جزو آمدنی کے شرعاً پانے کے مستحق ہین یا نہین اور حق تولیت ورثار مسماۃ سلیمہ کا بھی باقی
یا نہین اور نیز واضح رہے کہ کل میعاد نالش دخل کی قریباً دو ماہ باقی ہین اگر اسی نرغہ مین دو ماہ گذر گئے اور
کی سبیل ہوکر نالش نہ ہوئی تو پھر ہمیشہ کو مایوسی اور بالکل امید منقطع ہوجائے گی۔ بینوا توجروا

الجواب۔ فی درالمختار ج ۳ ص ۶۶۴ اعلم ان البناء فی ارض الوقف فیہ تفصیل فان کان البانی
علیہ فان کان بمال الوقف فھو وقف سواء بناہ للوقف او لنفسہ او اطلق وان من مالہ للوقف او اطلق فھو
الا اذا کان ھو الواقف واطلق فھو لہ کما فی الذخیرۃ وان بناہ من مالہ لنفسہ واشھد انہ لہ فھو لہ کما فی الذ
والمجتبٰی۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ قاضی صاحب چونکہ اُن ہر سہ قطعات موقوفہ کے محض متولی تھے و
الا شہاد علی البناء لنفسہ اس لئے اُن قطعات مذکورہ پر جو دوکانات بنائی گئی ہین گو اپنے ہی مال سے
سب بحجر و بنار کے تبعاً للارض وقف ہوگئین پس جس طرح اصل قطعات صرف جامع مسجد کے لئے وقف ہی
کہ واقفین کی تحریر مین مصرح ہو اسی طرح یہ دوکانات بھی خالصاً جامع مسجد کے لئے وقف رہین گی پس
کا اسکی آمدنی مین مدات کی تفصیل کرنا شرعاً صحیح نہوگا کیونکہ واقف ہونے کی شرائط مین سے مالک ہونا ہے قا
کسی وقت اُن دوکانات کے مالک ہی نہین ہوئے البتہ جو قطعہ قاضی صاحب کے بھائی کے نام بیع تھا
اُن کو میراث مین پہونچا یہ اُسکے بیشک مالک ہوئے اور اُس مین جو نو عدد دوکانات اپنے روپیہ سے بنا
بھی مالک ہوئے اور اُن کے وقف کرنے والے بھی یہی ہوئے اس لئے ان خاص دوکانات نہ گانہ مین وق
مدات کی صحیح اور معتبر ہے اور قاضی صاحب کا علی الاطلاق وقف نامہ مین یہ لکھدینا کہ حق و ملک و قبض و تصر
مذکور بود و دست الخ شرعاً صحیح نہین پھر چونکہ یہ مدات مجموعہ دوکانات مین مقرر نگر نا صحیح ہے اور بعض کے
غیر صحیح اس لئے اُن دوکانات نہ گانہ کے مقابلہ مین جسقدر حصہ ان مدات کا آئے گا اُس حصہ کی نسبت

کل دکانون مین بعض کے اعتبار سے صحیح

ن دوکانات نہ گانہ کے متعلق یہ مقرر کرنا صحیح ہوگا اور جس قدر حصہ ان مدات کا بقیہ دوکانات کے مقابلہ مین آئیگا
س حصہ کا اُن بقیہ دوکانات کے متعلق مقرر کرنا صحیح نہ ہوگا مثلاً فرض کیا جائے کہ اُن دوکانات نہ گانہ
آمدنی کو مجموعہ دوکانات کی آمدنی کے ساتھ ایک ثلث کی نسبت ہے یعنی بقیہ دوکانات کی آمدنی ان دوکانات
ن کی آمدنی سے مضاعف ہے اور ان دوکانات نہ گانہ کی آمدنی اُن بقیہ دوکانات کی آمدنی سے نصف ہے
جامع مسجد مین جسقدر اخراجات ہونگے اُس کے دو حصے تو بقیہ دوکانات کی آمدنی سے لین گے اور اُس کل
ں حصہ ان دوکانات نہ گانہ کی آمدنی سے لین گے پھر ان دوکانات نہ گانہ کی آمدنی مین جو دو ثلث باقی
ہیگا اُس کے مجموعہ سے چھتیس روپیہ کا ایک ثلث یعنی بارہ روپیہ تنخواہ مسجد مؤذن مسجد فتحپور مین دین گے
چھ روپیہ کا ایک ثلث یعنی دو روپیہ تنخواہ مسجد خورد متصل جامع مسجد کرانہ مین دین گے اور اس کے بعد
س مذکور دو ثلث باقی سے بچے گا وہ سلیمہ کا اور اُس کے بعد حسب شرط قاضی صاحب اُسکے ورثہ کو ملیگا
اگر بجائے نسبت ثلث کے دوکانات نوگانہ اور بقیہ دوکانات مین ربع اور تین ربع کی نسبت ہوگی تو اُسی نسبت
ے سب مدات مذکورہ مین تفاوت ہو جائے گا لیکن بقیہ دوکانات کی جو آمدنی ہے وہ خالص جامع مسجد کی
گی یہ تفریع روایت منقولہ پر بالکل ظاہر ہے۔

جواب سوال دوم - فی الدر المختار وولایۃ نصب القیم الی الواقف ثم لوصیہ وفیہ بعد اسطر ثم
امات المشروط لہ بعد موت الواقف ولم یوص لاحد فولایۃ النصب للقاضی جلد ۳ صفحہ ۶۲۳ و ۶۲۵ و
رد المحتار قال فی البحر قدمنا ان الولایۃ للواقف ثابتۃ مدۃ حیاتہ وان لم یشترطها وان لہ عزل المتولی
ن من وکلہ لا یکون لہ النظر بعد موتہ ای موت الواقف الا بالشرط علی قول ابی یوسف ثم ذکر عن التتارخانیۃ
ما حاصلہ ان اہل المسجد لو اتفقوا علی نصب رجل متولیا لمصالح المسجد فعند المتقدمین یصح لکن الافضل
نہ باذن القاضی ج ۳ ص ۶۲۳ وفیہ عن الخانیۃ انہ (ای المتولی) بمنزلۃ الوصی وللوصی ان یوصی الی غیرہ
جلد ۳ صفحہ ۶۳۳، ان روایات سے معلوم ہوا کہ واقف کے مرنے سے متولی معزول ہو جاتا ہے اور یہ بھی معلوم
وا کہ متولی بمنزلہ وصی کے ہے اور وصی کو صرف یہ اختیار ہوتا ہے کہ اپنی جگہ کسی کو وصی مقرر کردے لیکن یہ
ختیار نہین ہوتا کہ مسلسل دو تک اس طرح کسیکو وصی مقرر کرے کہ میرے بعد فلان ہوگا اُس کے بعد فلان
لبتہ واقف کو اختیار ہوتا ہے کما صرحوا بلکہ اگر متولی کسی کو کہکر مرجائے تو پھر جب دوسرا متولی مریگا تو حاکم کو یا
عام اہل اسلام کو اختیار ہوگا جسکو مناسب سمجھین متولی مقرر کرلین پس دوکانات نہ گانہ مین تو قاضی صاحب

واقف ہین اُن کی نسبت یہ لکھدینا کہ بعد وفات منمقر مذکور باہتمام سلیمہ و بعدہ اولادش بتولیت خود الخ لغضا صحیح ومعتبر ہوگا لیکن بقیہ دوکانات مین قاضی صاحب متولی ہین جیسا اوپر ثابت ہوا تو اگر قاضی صاحب کا اُن قطعات کے وقف کرنے والون سے قبل انتقال ہوگیا ہو تب تو قاضی صاحب کی وصیت بھی صحیح نہین کیونکہ واقف کے ہوتے ہوئے متولی کو اس کا اختیار نہین جیسا روایت اولیٰ مین ثمّ کی ترتیب سے معلوم ہوا اور اگر قاضی صاحب کا انتقال اُن قطعات کے وقف کرنیوالون سے بعد ہوا ہے اور اُن وقف کرنیوالون نے اپنے مرنے کے بعد کے متعلق درباب تولیت قاضی صاحب کچھ نہ کہا ہو تب تو قاضی صاحب تولیت سے معزول ہوگئے جب بھی انکی وصیت صحیح نہین اور اگر اُن وقف کرنیوالون نے اپنے بعد کے لئے بھی ان کو متولی قرار دیا ہو تو البتہ سلیمہ کو متولی مقرر کرنا صحیح ہوگا اور مابعد والون کو غیر صحیح ہوگا اور جن دوکانات نہ گانہ مین ان کی تحریر بکلیہ صحیح ہے معنی اُس کے یہ ہین کہ فی نفسہ صحیح ومعمول بہ ہے لیکن اگر کوئی امر مانع تولیت ان متولیون سے واقع ہو تو تولیت درست نہ ہوگی اور منجملہ موانع شرعیہ کے متولی کا غیر مامون ہونا ہے فی الدر المختار وینزع وجوبا لو غیر مامون او عاجزا الی قولہ وان شرط عدم نزعہ جلد ۳ صـ ۵۹۵ اور واقعات سے غیر قابل اطمینان ہونا سلیمہ اور اُس کے ورثہ کا اور نیز عاجز ہونا احیاء حقوق وقف سے ظاہر ہے اس لئے خاص ان دوکانات نہ گانہ کی تولیت بھی جاتی رہے گی پس اب عامہ اہل اسلام جس کے متولی ہونے پر رضامند ہون وہ سب دوکانات ہر دو قسم کا متولی ہوجائیگا اتنا فرق ہے کہ بقیہ دوکانات کی تولیت مین تو وارثان سلیمہ کا کبھی حق نہوگا اور دوکانات نہ گانہ مین جب نسل سلیمہ سے جب کوئی شخص ایسا پایا جائیگا جسپر عامہ اہل اسلام قرائن قویہ سے مطمئن ہون اور اہتمام وقف کا حسب شرط واقف کے پورا پورا کرے اُسوقت ان خاص دوکانات نہ گانہ کی تولیت اُس کا حق سب سے مقدم ہوگا فی رد المحتار واذا صار اھلا بعد ہ ترد الولایۃ الیہ وکذا الولم یکن فیھم اھل اقام القاضی اجنبیا الی ان یصیر فیھم اھل جلد ۳ صـ ۶۶۱ اور گو ان کارروائیون سے سلیمہ یا وارثان سلیمہ کا حق تولیت باقی نہ رہے لیکن واقف نے ان کا جو حق آمدنی مین بعد پس انداز ہونے کے ٹھیرا دیا ہے وہ باطل نہوگا فی الدر المختار فلا عمارۃ علی من لہ الا ستغلال لانہ لا سکنی لہ فلو سکن حل تلزمہ الاجرۃ الظاہر لا لعدم الفائدۃ فی رد المحتار لعدم الفائدۃ لانہ اذا اخذت منہ دفعت الیہ ج ۳ ص ۵۹۰ قلت فانظر کیف بقی حق ھذا الرجل فی الغلۃ مع انہ خالف شرط الواقف البتہ جو سلیمہ کی اولاد سے نہو جیسے فضل اللہ یا اُس کے ورثہ اُن کا اس وقت مین کوئی استحقاق نہین اور ثالث کا فیصلہ خلاف شرع قابل عمل نہین البتہ یہ جو کہا گیا کہ سلیمہ یا اُس کے ورثہ کا حق

آمدنی مین باطل وساقط ہوگا اس آمدنی کے دینے کی ابتدا اُسوقت سے ہوگی کہ جسقدر سلیمہ یا اُس کے ورثہ نے
مسجد کی آمدنی بلا استحقاق اپنی ذات پر صرف کی ہے وہ سب اُن کے خاص حصہ سے اور اسی طرح اسوقت
اثبات واحیا رو حفاظت وقف کی کوشش مین جو کچھ صرف ہوا اُس مین سے جسقدر ان دوکانات نہ گانہ
کے حصہ مین آئی ہے وہ ان دوکانات نہ گانہ کی آمدنی سے غرض یہ ہر دو رقم اول وصول ہوجاوین اُس کے بعد
حسب شرط واقف حسب تصریح جواب سوال اول ان کو بھی ان کا حق ملا کریگا کیونکہ اول رقم تو غصب ہے
اُس کا ضمان لازم ہی ہے اور دوسری رقم اس لئے کہ یہ سلیمہ یا اُس کے ورثہ باعتبار آمدنی کے مثل شریک کے
ہے اور ایک شریک کی جگہ علماء اہل اسلام نے لکھا ہے کہ مشترک عمارت مین جو کچھ ایک شریک مجبوری کو صرف کرے
اور دوسرے شریک پر نہ جبر ہوسکے نہ وہ خوشی سے شریک ہو تو اُس سے اُس کے حصہ کا خرچ لینے کا اُس کو حق
حاصل ہے فی رد المحتار وان اضطر وکان شریکہ لا یجبر فان انفق باذنہ او بامر القاضی رجع بما انفق والا
فبالقیمۃ ج ۳ ص ۴۷۰ وفی الدر المختار فلا عمارۃ علی من لہ الاستغلال الی قولہ ولو ہو للمتولی ینبغی ان
یجبرہ القاضی علی عمارتہا بما علیہ من الاجرۃ فان لم یفعل نصب متولیا لیعمرہا ج ۳ ص ۵۹۰ قلت و
بمجموع المرام یتبین ظہر المطلوب فقط واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم ۱۸- ربیع الثانی ۱۳۳۴ھ

سوال - فقہاء کی روایت سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مسجد کے مسجد ہونے کے لئے شرط ہے کہ حقوق عبد اُس
سے منقطع ہوجاوین اور نیز مسجد تحت الثریٰ سے آسمان تک مسجد ہے اور ان ہی دو وجوہ سے مسجد کے نیچے دکانین بنوانا
جائز نہین (جیسا کہ متعارف ہے) اور اسوجہ سے اُسکی چھت داخل مسجد سمجھی نہین جاتی لیکن در مختار کی ایک عبارت سے اُسکی نسبت شبہ ہوتا ہے
در مختار کے کتاب الوقف مین ہے واذا جعل تحتہ سردابا لمصالحہ جاز ولو جعل لغیرہا او جعل فوقہ بیتا وجعل باب المسجد
الی الطریق وعزلہ عن ملکہ لا یکون مسجدا اسپر شامی لکھتے ہین ظاہرہ انہ لا فرق بین ان یکون البیت للمسجد او لا
الا انہ یوخذ من التعلیل ان محل عدم کونہ مسجدا فیما اذا لم یکن وقفا علی مصالح المسجد وبہ صرح فی الاسعاف فقال
واذا کان السرداب او العلو لمصالح المسجد او کان وقفا علیہ صار مسجدا اھ شرنبلالیۃ قال فی البحر وحاصلہ ان شرط
کونہ مسجدا ان یکون سفلہ وعلوہ مسجدا لینقطع حق العبد عنہ لقولہ تعالیٰ وان المساجد للہ بخلاف اذا کان السرداب
او العلو موقوفا لمصالح المسجد فہو کسرداب بیت المسجد المقدس ہذا ہو ظاہر الروایۃ الخ اور فتح القدیر مین کتاب الوقف
مین ہے بخلاف ما اذا کان السرداب او العلو لصاحب المسجد فانہ یجوز اذ لا ملک فیہ لاحد بل ہو من تتمیم مصالح
المسجد فہو کسرداب مسجد بیت المقدس ہذا ہو ظاہر المذہب اھ شامی مین باب مکروہات الصلوٰۃ مین ہے

تحت قول درمختار لانہ مسجد الی عنان السماء بفتح العین وکذا الی تحت الثری کما فی البیری عن الاسبیجابی بقی لو جعل
الواقف تحتہ بیتا للخلاء ھل یجوز کما فی مسجد محلۃ الشحم فی دمشق لم ار ہ صریحا نعم سیاتی متنا انہ لو جعل تحتہ
سرداباً لمصالحہ جاز تامل اھ پہلی روایت مین جو اسعاف سے نقل کی ہے او کان وقفا علیہ کا عطف کان
مصالح المسجد پر ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ اگر مسجد پر وقف ہو تو اگرچہ مصالح مسجد کے لیے نہ ہو لیکن مسجد
مسجد ہو جائے گی اور علو اور سفل مین کوئی وجہ فرق نہین صورۃ مذکورہ مین دکانون کا وقف علی المسجد ہونا ظاہر
ہے اس لئے مسجد ہو جانا اُسکی سطح کا ثابت ہے اس لیے کہ علۃ سرداب و علو موقوف علی المسجد کی اسمین بھی پائی
جاتی ہے علی ہذا بحر الرائق نے جو عبارت نقل کی ہے اور فتح القدیر کی عبارت سے بھی اس کی تائید ہوتی
شامی کی جو عبارت کتاب الصلوۃ مین ہے اُس مین تو بیت الخلاء کو بھی مسجد کے نیچے ہونے کو جائز کر دیا
اگرچہ آخر مین تامل بھی کہدیا ہے لیکن اسقدر ضرور معلوم ہوتا ہے کہ مسجد الی عنان السماء والی تحت الثری کے
وہ معنے نہین سمجھے جو ہم لوگ سمجھتے ہین ورنہ اس کے ناجائز ہونے مین کیا شبہ تھا اس لئے کہ جب تحت الثری
تک مسجد ہو تو بیت الخلاء کیونکر جائز ہو سکتا ہے - بحر کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ حق العبد منقطع ہو جانا
کافی ہے اس لیے اگرچہ نیچے یا اوپر مسجد نہ ہو لیکن وقف ہو تو کافی ہے اس سے بھی دوکانین بنانے کے جواز
کی تائید ظاہر ہے - مولانا عبد الحی صاحب مرحوم نے اپنے مجموعہ فتاوے کی جلد دوم استفتاء نمبر ۲۰۱ مین ان
روایات سے استشہاد کرکے دکانین بنانے کی اجازت دی ہے اور اُس کی سطح کو حکم مسجد دیا ہے ان روایتون کے
علاوہ اسی کے قریب قریب اور روایتین زیلعی شرح کنز اور عینی شرح کنز سے نقل کی ہین اگر وہان فتاوے موجود
ہو تو ملاحظہ فرمایا جائے ورنہ یہان سے نقل بھیجی جا سکتی ہے باقی سفلہ و علوہ مسجد اکے معنے اُنھون نے
بیان کیے ہین کہ حق العبد باقی نرہے یہ تاویل عبارت کی الفاظ کے خلاف ہے غرضکہ اسکی نسبت کچھ تشفی نہین ہوتی
الجواب - اس مسئلہ مین یون سمجھ مین آتا ہے کہ اصل مذہب تو یہی ہے کہ عنان سماء اور تحت الثری تک
سب مسجد ہے لیکن ضرورت مین اصل مذہب سے عدول کیا گیا ہے گو اُس عدول کی مختلف توجیہین کرکے اصل
مذہب پر منطبق کرنا چاہا ہے لیکن اقرب یہی ہے کہ انطباق مشکل ہے اور اصل توجیہ ضرورت ہے چنانچہ ہدایہ
صاحبین سے بغداد اور رے مین داخل ہونے کے وقت اجازت کی روایت اسکی شاہد ہے - رجب ۱۳۲۲ھ
سوال - ایک شخص نے ایک عورت کے ساتھ نکاح کیا نکاح کے قبل اُس شخص نے الگ کاغذ کے اوپر
اس مضمون کا لکھدیا کہ مین میری فلان فلان زمین چونکہ تو میرے ساتھ نکاح کرتی ہے اس لیے مین تجھ

ہی خوراک کے لیے دیتا ہون اگر تجھسے کوئی اولاد میری ہوئی تو اُس وقت مین اس زمین کا مالک میرے
نے کے بعد وہ اولاد ہے اور اگر تجھسے کوئی اولاد نہ ہو اور مین مرجاؤن اُس کے بعد بھی تو اس کے غلہ
اپنی اوقات بسر کرنا اور جب تو مرجائے اُس کے بعد مین معتبر پانچ آدمی ایک کنوان عام لوگون
پانی پینے کے لیے اس ملکیت کی آمدنی ہے یا اس کو بیچ کر کھدوا وین اور جو بعد کنوان بنانے کے
بعد راس زمین سے بچے وہ مسجد اس قریہ کی مین وہ وقف ہے اس صورت مین یہ شخص مرگیا اور
ئی اولاد اس عورت سے نہین ہوئی اور یہ عورت ابھی زندہ ہے یہ زمین مذکورہ اس شخص کی
ری ملکیت کا تیسرا حصہ ہے اس صورت مین یہ زمین مذکورہ ایسی ہے کہ کنوان بنانے کے بعد
ن بہت بچتی ہے مسجد مین وقف ہوجائیگی یا نہین اسطور کا وقف کرنا صحیح ہے یا نہین بینوا توجروا۔

جواب۔ فی الهداية اذا قال اطعمتك هذه الارض حيث يكون عارية الخ اس روایت سے
بت ہوا کہ اس شخص کا یہ کہنا کہ مین تجھکو خوراک مین دیتا ہون عاریت ہے اور عاریت بعد موت
یر کے باطل ہوجاتی ہے اور یہ کہنا کہ اگر تجھسے اولاد نہوالی قولہ اوقات بسر کرنا اور یہ کہنا کہ جب تو مرجا
یہ صورت وصیت کی ہے مگر تصحیح عقد مکلف کے واسطے اس کو وقف کہا جائے گا فی ردالمحتار صفحہ ۵۵۹
ن المجلد الثالث يثبت الوقف بالضرورة وصورته ان يوصى بغلة هذه الدار للمساكين ابدا او
لفلان وبعده للمساكين ابدا فان الدار تصير وقفا بالضرورة اھ اور وقف علی الوارث جائز ہے اس لیے
س منکوحہ کی حیات تک اس کی آمدنی اُس کے صرف مین لائی جائے گی پھر حسب وصیت اس کی آمدنی
ے کنوان کھدوا دیوین گے اور بعد اُسکے وہ زمین مسجد کے لئے وقف ہوجائے گی اور چونکہ ثلث سے زائد نہین
اس لئے وصیت جائز ہوگی البتہ کنوان کھدانے کے لئے اس زمین کا بیع کرنا بوجہ وقف کرنے کے جائز نہوگا
ور اس کی یہ شرط بوجہ غیر مشروع ہونے کے باطل ہوگی واللہ اعلم ۲۹ شعبان ۱۳۲۴ھ

سوال۔ کھال قربانی کے عین سے انتفاع جائز ہے پس اسی طرح اگر کسی غنی کو یا سید کو دیدیا جائے تو ظاہر
آ معلوم ہوتا ہے البتہ فروخت کرکے غنی کو یا سید کو دینا جائز نہوگا کہ تصدق واجب ہے اب بعد دینے کے ہبہ
ہو دینے کے سید اور غنی کو فروخت کر دینے کا اور قیمت اپنے مصرف مین لانے کا اختیار ہے یا نہین ظاہر شق اول
ہے پس اگر یہ صحیح ہے تو اگر کوئی شخص مسجد مین وقف کردے تب بھی جائز ہوگا اور پھر متولی مسجد کو اختیار ہوگا کہ
بعد فروخت کے اسکی قیمت کو جس مصرف مین چاہے خرچ کرے البتہ اگر متولی کو وکیل بنادیا اور وہ دکالۃ

بیچے اور پھر اجازت سے مسجد مین صرف کرے تو بوجہ عدم تملیک درست نہ ہوگا علے ہٰذا اگر خود ہی بطریق نیابت عن الفقراء فروخت کر ڈالے تب بھی بظاہر تصدق واجب کے شرائط ضروری معلوم نہین ہوتے یعنی سید ون وغیرہ کو دینا جائز معلوم ہوتا ہے بلکہ اس طریق سے تو جواز ریلوے مین بھی دینے کی گنجایش نکلتی ہے اور مدارس مین جو کھالین آتی ہین اُن کا مہتمم کو بعد فروخت تمام ضروریات مدرسہ مین خرچ کرنا جائز ہوگا خواہ تملیک پائی جائے یا نہین۔

الجواب - فی الدر المختار تعریف الوقف حبسها علی حکم ملک اللہ تعالی وصرف منفعتها علی من احب وفیہ فاذا تم ولزم لا یملک ولا یملک وفیہ وکما صح ایضاً وقف کل منقول قصداً فیہ تعامل للناس کفاس و قدوم بل ودراهم ودنانیر وفی رد المحتار ان الدراهم لا تتعین بالتعیین فانکانت لا ینتفع بها مع بقاء عینها لکن بدلها قائم مقامها لعدم تعینها فکانها باقیۃ اھ وفیہ یدفع الدراهم مضاربۃ ثم یتصدق بها فی الوجہ الذی وقف علیہ الخ وفیہ فوقف الدراهم متعارف فی بلاد الروم دون بلادنا ووقف الفاس والقدوم کان متعارفاً فی زمن المتقدمین ولم نسمع بہ فی زماننا فالظاهر انہ لا یصح الاٰن ولئن وجد نادراً لا یعتبر لما علمت من ان التعامل هو الاکثر استعمالا فتامل اھ اس عبارت سے چند امور مستفاد ہوئے ۱؎ وقف مین حبس عین ضروری ہے حقیقۃً یا حکماً اس طرح کہ اُسکا بدل باقی رکھا جائے ۲؎ وقف منقول اُن ہی اشیاء کے ساتھ خاص ہے جنین اسکا عرف ہو ۳؎ بجز وجہ موقوف علیہ کے دوسرے مصرف مین صرف کرنے کا متولی کو اختیار نہین اب دیکھنا چاہیئے کہ اول تو مساجد مین جو لوگ کھال دیتے ہین اُنکا قصد وقف کا نہین ہوتا دوسرے اگر قصد بھی ہو تو بوجہ عرف نہ ہونے کے صحیح نہین اور شاذ و نادر کسیکا عمل پایا جانا قابل اعتبار نہین تیسرے اگر صحیح بھی ہو تو اُس چرم کا باقی رہنا شرط ہوگا حقیقۃً مثلاً ڈول یا جانماز بنالی جائے یا حکماً کہ اُسکو فروخت کر کے بقدر اُس کے ثمن کے ہمیشہ باقی رکھا جائے اور اُس کی منفعت وجہ خیر مین صرف ہوتی رہے چوتھے منفعت بھی اُسکی اُسی مصرف مین صرف ہو سکیگی جس مین واقف نے تعیین کی ہے نہ یہ کہ متولی جہان چاہے اور ان سب امور کا فقدان ظاہر ہے پس مسجد مین وقف صحیح نہین اور واقع بھی نہین بلکہ مقصود توکیل ہی ہوتا ہے اور نیابت کے لئے اول تو انابۃ کی حاجت اور اگر اسمین وسعت کر لیجائے تاہم ضرور ہے کہ فقراء ہی کو دے کیونکہ اُنھون نے حکماً و تقدیراً اپنی منفعت کے لئے نائب بنایا ہے نہ کہ جواز ریلوے وغیرہ کے لیے اور اگر اس تاویل سے سیدون کے لیے گنجایش نکالی جائے تو بھی مشکل ہے کیونکہ واقع مین بت

تو نہین ہوئی صرف کراہت جمع سے بچنے کے لیے تاویل کی جاسکتی ہے بنواس سے مصرف ثمن کا نہین بدل سکتا وہذا ظاہر کلہ قابل واللہ اعلم اور مضمون وقف سے پہلے سوال مین جتنا مضمون ہے سب صحیح ہے ۱۶ محرم ۱۳۲۵ھ

سوال- ایک قبرستان عرصہ ۲۵ سال سے ویران پڑا ہے اور اُسمین سوتے بھی دفن نہین کیے جاتے اب اُسمین ایک مکان انجمن اسلام بنانا چاہتے ہین تو یہ جائز ہے یا نہین فقط-

الجواب- عینی شرح بخاری مین ہے قال ابن القاسم لوان مقبرۃ من مقابر المسلمین عفت فبنی قوم فیہا مسجدا لمار بذلک باسا وذلک لان المقابر وقف من اوقاف المسلمین لدفن موتاھم لا یجوز لاحد ان یملکہا فاذا درست واستغنی عن الدفن فیہا جاز صرفہا الی المسجد لان المسجد ایضا وقف من اوقاف المسلمین لا یجوز تملیکہ لاحد فمعناھما علی ھذا واحد اھ جواب مذکور سے بعلت اشتراک علت معلوم ہوا کہ انجمن کا مکان وقتی نفع عام کے لئے اُس مقبرہ کی جگہ بنانا جائز ہے واللہ اعلم- یکم رجب ۱۳۲۱ھ

سوال- مسجد کے سامنے راستہ کے متصل افتادہ زمین بعض اہل محلہ مسجد مین شامل کرنا چاہین اور کمیٹی سے اجازت لے لین تو حکم مسجد مین داخل اور لینا صحیح ہو جائے گا یا نہین طریق کی مقدار شرعی و قانون سبعہ اذرع بلکہ سابق و حق طرق سے دو انگشت زیادہ چھوڑ کر یہ حصہ لیا جاتا ہے کیا اسمین جمیع اہل محلہ کی صراحۃً رضا ضروری ہے بعض کا خیال ہے کہ گورنمنٹ کی مملوک ہے اور کمیٹی کو مملوکہ سرکاری کی تملیک کا مجاز نہین ہان دیدینے پر مزاحمت بھی نہین ہوتی پس مسلمان ممبر کمیٹی کو اجازت دینے اور بلا خاص اجازت لندن کے اس افتادہ قطع کا ہبہ صحیح نہین اور نہ اس حصہ کو مسجد مین داخل کرنا یا نماز پڑھنی صحیح ہے مختصر مگر مدلل اور مسکن جواب کی حاجت ہے-

الجواب- فی الدر المختار جعل شئی من الطریق مسجدا لضیقہ ولم یضر بالمارین جاز وفی رد المحتار عن التاتارخانیہ سئل ابو القاسم عن اہل المسجد اراد بعضہم ان یجعلوا المسجد رحبۃ والرحبۃ مسجدا او یتخذ والہ بابا او یحولوا بابہ عن موضعہ وابی البعض ذلک قال اذا اجتمع اکثرھم وافضلہم لیس للاقل منعہم اھ ج ۳ ص ۵۹۳- فی الدر المختار باب استیلاء الکفار ولو سبی اہل الحرب اہل الذمۃ من دارنا لا یملکونہم لانہم احرار وبعید اسطر ولو ظہروا علے اموالنا ولم نحوھا بدارھم ملکوھا ان روایات سے ثابت ہوا کہ طریق عام بادشاہ وقت کا مملوک نہین بلکہ حق عامہ ہے اور اگر مسجد مین حاجت ہو اور راہگیرون کو تنگی نہ ہو تو اہل محلہ کے اکثر یا افضل لوگون کی رائے سے مسجد مین ملا لینا جائز ہے اور کمیٹی کی اجازت کی ضرورت بمصلحت ہے اور وہ تملیک نہین ہے جو اسپر شبہات پیدا ہون اور حدیث مین جو سبعۃ اذرع آیا ہے وہ تحدید کے لئے نہین بلکہ اُسوقت اس سے حاجت مرتفع

بنانے مکان انجمن در قبرستان معطل

ہوجاتی تھی فقط واللہ اعلم ۳۰- ربیع الاول ۱۳۲۵ھ-

وقف باغ بغرض شیرینی رمضان

سوال- زید نے مسجد کہنہ محلہ کو از سر نو تعمیر کرکے ایک قطعہ باغ مختصر کہ جسکی سالانہ آمدنی بحساب اوسط ۵عہ ہے باین نیت کہ علاوہ خرچ فرش و مصلے و شکست و ریخت کے ماہ رمضان مین تواضع امام تراویح و شیرینی واسطے مصلیان مسجد بواقعہ لیلۃ القدر آیا کرے اور عرصہ کثیر تک یہی عملدرآمد رہا مگر چند سال سے بعد معاینہ کتاب فتاوے نہ امام تراویح ہے نہ تواضع کیجاتی ہے البتہ شیرینی بنا بر نمازیان آیا کرتی ہے اور خاص کر ۲۷ شب صیام کو پس یہ شیرینی کا منگانا زر موقوفہ سے باین خیال کہ نیت واقف قبل از وقف تھی درست ہے یا نہیں اور قید تاریخ ۲۷ ربھی درست ہے یا نہیں اسبارہ مین جو حکم شرعی ہو ارشاد فرمایا جاتے- ۱۵ ر رمضان ۱۳۲۵ھ

الجواب- فی الدر المختار کتاب الوقف وان یکون قربۃ فی ذاتہ معلوما وفیہ وقف مصحفا علی اھل مسجد للقراءۃ ان کانوا یحصون جاز فی رد المحتار قولہ ان کانوا یحصون جاز ھذا الشرط مبنی علی ما ذکرہ شمس الائمۃ من الضابط وھو انہ اذا ذکر للوقف مصرفا لابد ان یکون فیھم تنصیص علی الحاجۃ الی قولہ ومتی ذکر مصرفا یستوی فیہ الاغنیاء والفقراء فان کانوا یحصون صح باعتبار اعیانھم والا بطل وروی عن محمد ان ما لا یحصی عشرۃ وعن ابی یوسف مائۃ وھو المأخوذ بہ عند البعض وقیل اربعون وقیل ثمانون والفتوی انہ مفوض الی رای الحاکم اسعاف و بحر اھ وفیہ تحت قول الدر المختار ان علی طلبۃ العلم وجعل مقرھا فی خزانتہ التی فی مکان کذا ففی جواز النقل تردد نھر اھ- ان روایات سے یہ امور مستفاد ہوئے اول شیرینی منگانا رقم وقف سے جائز ہے کیونکہ یہ مصرف فی نفسہ جائز ہے البتہ مفاسد سے جو کہ تقسیم شیرینی کے وقت پیش آتے ہین احتراز واجب ہے دوم ستائیسوین کی قید بھی صحیح ہے سوم البتہ اگر ستائیسوین کے مصلیون سے مراد وہ لوگ ہون جو بعد تراویح کے شب بیداری کے لئے اہتمام کے ساتھ جمع ہوتے ہون تو یہ مصرف صحیح نہین کیونکہ اس اجتماع کے لئے اہتمام بدعت ہے واللہ تعالی اعلم ۱۸ ر رمضان ۱۳۲۵ھ

تعمیر کافر مسجد را

سوال- آیت ما کان للمشرکین ان یعمروا مساجد اللہ شاھدین علی انفسھم بالکفر کے ذیل مین امام فخر الدین رازی لکھتے ہین قال الواحدی دلت ھذہ الآیۃ علی ان الکفار ممنوعون من عمارۃ مسجد من مساجد المسلمین ولو اوصی بھا لم تقبل وصیتہ اھ اور عدم جواز کی یہ وجہ لکھتے ہین والکافر نجس ولا یعظمہ اھ یہ بھی لکھتے ہین- وایضا اقدامہ علی مرمۃ المسجد یجری مجری الانعام علی المسلمین ولا یجوز ان یصیر الکافر صاحب المنۃ علی المسلمین اھ اور تفسیر خازن مین ہے واختلفوا فی المراد بالعمارۃ علی قولین احدھما ان المراد بالعمارۃ العمارۃ المعروفۃ من بناء المسجد وتشییدہ ومرمتہ عند خرابہ فیمنع منہ الکافر حتی لو اوصی ببناء مسجد لم تقبل وصیتہ اھ پس

حسب قول واحدی ہندؤن کا مال تعمیر مسجد مین صرف کرنا جائز ہونا ثابت ہوتا ہی چنانچہ مولوی عبدالحی رح صاحب لکھنوی نے اپنے مجموعہ فتاوے مین اسکو اختیار کیا ہو اور استاذنا مولنا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ کے مجموعہ فتاوے مین جلد ۱ صفحہ ۳۰ مین ہی تعمیر و مرمت مسجد مین شیعہ و کافر کا روپیہ لگانا درست ہی اھ والیضا فیہ جس کافر کے نزدیک مسجد بنانا عبادت کا کام ہے اُس کے مسجد بنانے کو حکم مسجد کا ہوگا دریافت طلب یہ امر ہے کہ اگر ہندو بخوشی تعمیر مسجد کے لیئے چندہ دین تو لینا درست ہے یا نہین اگر درست ہے اور یہی قول صحیح و راجح ہے تو جواب مع ماخذ تحریر فرمائیے۔

الجواب- یہان دو مقام ہین ایک تحقیق حکم کی فی نفسہ دوسرے تحقیق حکم کی باعتبار خارج عارض کے سو تقریر اول کی یہ ہے کہ ہدایہ وغیرہ کتب فقہ کی کتاب الوصیۃ مین مصرح ہی کہ کافر کی وصیت ایسے امر کے ساتھ جو اسکے اور ہمارے نزدیک قربت ہے جائز ہے پس اس بنا پر اگر کوئی ہندو اپنے اعتقاد مین اسکو قربت سمجھتا ہے تو اس قاعدہ کلیہ کے اقتضا سے اُسکا چندہ لینا جائز ہونا چاہیئے البتہ اگر اس مسلک کی تفسیر یہ ثابت ہو جائے کہ اُس کے مذہب کی رو سے وہ قربت ہو اور یہ بھی ثابت ہو جائے کہ اس طور پر یہ قربت نہین ہی تب البتہ عدم جواز کا حکم کیا جائے گا والظاہر ہو الاول اور مفسرین کا استنباط کرنا عدم جواز کو اس آیت سے فقہاء کے مقابلہ مین معتبر نہین کیونکہ لکل فن رجال اور آیت کے یہ معنے بھی نہین بلکہ سیاق و سباق و سبب نزول مین نظر کرنے سے مطلب آیت کا یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسمین رد ہے افتخار مشرکین کا عمارت مسجد حرام و سقایۃ حاج پر اسطور پر کہ مشرکین مین بوجہ فقدان ایمان کے کہ شرط ہے قبول عمل صالح کی اس عمل کی اہلیت شرعیہ نہین پس یہ عمل اُن کا مقبول نہین بلکہ کالعدم ہے اور عمل غیر مقبول پر فخر کرنا محض لغو ہے البتہ ایمان والون سے یہ عمل ضرور مقبول ہے پس اسمین جواز و عدم جواز سے تعرض ہی نہین اور للمشرکین مین لام جواز کا نہین بلکہ لام استحقاق و صلاحیت کا ہے وقد بسطتہ فی تفسیری القرآن اور تقریر ثانی کی یہ ہے کہ بوجہ احتمال منت علی المسلمین فی امر الدین کے اس سے بچنا چاہیئے جیسا سوال مین بھی نقل کیا ہے اور جو شیعی حد کفر تک نہ پہونچا ہو اُسکا حکم کافر کا سا نہین ہے واللہ اعلم ۲۲ رمضان شریف ۱۳۲۵ھ یوم پنجشنبہ۔

سوال- ایک مسجد مقام اکلترہ ضلع بلاسپور مین میرے بھائی حاجی الٰہی بخش صاحب نے پانچ چھ سال کا عرصہ ہوتا ہے طیار کی ہے مگر اب کچھ لوگ بالکل شہید کر کے دوبارہ پتھر کی بنوانا چاہتے ہین اور اسوقت مسجد مین صرف شکایت یہ ہے کہ ایام بارش مین کچھ پانی چھت کی وجہ سے آتا ہے اب حاجی صاحب شہید کرنے سے روکتے ہین اور

وہ لوگ نہین مانتے اس حالت مین اگر حاجی صاحب خرچ تعمیر مسجد کا اُن لوگون سے لینا چاہین تو اسکا کیا
ہے جو کچھ حکم حدیث فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مناسب ہو تحریر فرمائیے۔

الجواب ۔ اگر چھت کی شکایت ہے تو چھت کی مرمت کافی ہے بلا ضرورت پوری مسجد شہید کرنا درست نہین
اور چونکہ بانی مسجد متولی ہونے مین سب سے مقدم ہے لہذا بانی مسجد اس فعل سے لوگون کو روک سکتا ہے اور منہدم
کرنیوالون سے تاوان لاگت کا لے سکتا ہے لیکن اُسکو اپنے خرچ مین نہین لا سکتا بلکہ مسجد مین لگانا واجب
ہوگا۔ ۲۵۔ ذیقعدہ ۱۳۲۵ھ۔

کتاب الذبائح والاضحیۃ

قربانی از میت

سوال ۔ گائے یا اونٹ کی قربانی مین دو تین آدمی شریک ہون اُن مین سے ایک نے یا ایک سے زائد
نے یہ خیال کیا کہ جب سات آدمی تک گائے یا اونٹ کی قربانی مین شریک ہو سکتے ہین تو مین رسول اللہ صلعم
یا اور کسی بزرگ کیطرف سے یا اور کسی اپنے عزیز قریب دوست کی طرف سے خواہ وہ زندہ ہین یا اُن کا انتقال ہو چکا ہی
شریک ہو جاؤن اور سات حصے پورے کرون اور اُنکی طرف سے بقدر حصہ قیمت ادا کرون یہ جائز ہے یا نہین ؟۔

الجواب ۔ جائز ہے کیونکہ حی اور میت کی طرف سے قربانی کا یکسان حکم ہے فی الدر المختار وان مات احد
السبعۃ وقال الورثۃ اذبحوا عنہ وعنکم صح الی قولہ لقصد القربۃ من الکل اھ ۔ واللہ اعلم ۔ ۱۸ ۔ ذیقعدہ ۱۳۲۰ھ

انتفاع بجلد عقیقہ

سوال ۔ عقیقہ کی کھال سے بھی مثل قربانی کے عقیقہ کرنے والا خود منتفع ہو سکتا ہے کہ کوئی چیز بنوا کر اپنے
کام مین لاوے یا نہین اور بعد فروخت کرنے کے قیمت کا صدقہ کر دینا واجب ہی یا نہین۔

الجواب ۔ چونکہ شرائط واجبۃ فی الاضحیۃ عقیقہ مین محض مستحب ہین اس لئے تصدق بالقیمۃ بھی مستحب ہوگا
اور انتفاع بالجلد کے جواز مین کوئی شبہ نہین فقط واللہ اعلم۔

صرف چرم قربانی بموذن وغیرہ

سوال بعض جگہ دستور ہے کہ قربانی کی کھالین مسجد کے خادم یا سقّون کو دیدیتے ہین اگر نہ دی جائے
تو جھگڑا ہوتا ہے اس صورۃ مین قربانی مین تو کوئی فرق اور خرابی نہین آتی۔

الجواب ۔ قربانی مین تو کسی حال مین فرق نہین آتا مگر یہ امر کہ یہ فعل جائز ہے یا نہین سو اسکا حکم یہ ہی
کہ اگر یہ کھالین بعوض خدمت دی جاتی ہین اس طرح کہ مشروط یا معروف ہے تو جائز نہین کیونکہ یہ مبادلہ ہی
بمقابلہ منافع خدمت کے جس مین معنے بیع کے ہین اور بیع اسی غرض سے منہی عنہ ہے اور اگر تبرعاً دی جائے تو جائز

ہے مگر چونکہ تبرعات مین جبر حرام ہے اس لئے جھگڑنا جائز نہین۔ فقط۔ واللہ اعلم۔

سوال۔ عقدہ کے اوپر جانور ذبح ہو یا درمیان تو کھانا اُس جانور کا حلال ہے یا حرام؟۔

الجواب۔ اسمین علامہ شامی نے بہت سا اختلاف نقل کرکے یہ فیصلہ کیا ہے کہ تجربہ کارون سے دریافت کرنا چاہیے کہ فوق العقدہ ذبح کرنے سے تین رگین منجملہ چار رگ یعنی حلقوم و مری و دو ودجین کے قطع ہو جاتی ہیں یا نہین اگر قطع ہو جاتی ہون تو حلال ہے ورنہ حرام ۱۴۔ رمضان ۱۳۲۱ھ

سوال قیمت چرم قربانی حجاز ریلوے مین دینا کیسا ہے درست ہے یا نادرست؟۔

الجواب۔ چونکہ قیمت چرم قربانی مین تملیک واجب ہے اور چندہ ریلوے مین تملیک نہین ہوتی اس لئے اُسمین دینے سے ادا نہ ہوگا۔ ۶۔ ذی الحجہ ۱۳۲۱ھ

سوال۔ بکری کا بچہ جس نے سور کے دودھ سے پرورش پائی ہو حلال ہے یا نہین اور اُسکی قربانی جائز ہے یا نہیں

الجواب۔ فی الدر المختار کما حل اکل جدی غذی بلبن خنزیر لان لحمہ لا یتغیر وما غذی بہ یصیر مستهلکا لا یبقی لہ اثر وفی رد المحتار ان ابن المبارک قال معناہ اذا اعتلف ایاما بعد ذلک کالجلالۃ وفی شرح الوہبانیۃ انہ یحل اذا ذبح بعد ایام والا لا۔ ان روایات سے معلوم ہوا کہ وہ بچہ حلال ہے لیکن کئی روز تک اُسکو دوسرا چارہ دینا چاہیے اس طرح قربانی بھی درست ہے فقط واللہ اعلم ۱۷۔ رمضان ۱۳۲۲ھ

سوال۔ نیلام کانجی ہوس سے کوئی جانور خریدنا اور اُس کی قربانی کرنا۔ جانورونکا کانجی ہوس بھیجنا جائز ہے یا نہین

الجواب۔ فی الدر المختار وان غلبوا (ای اہل الحرب) علی اموالنا واحرزوها بدارہم ملکوہا اور عملہ کانجی ہوس نائب ہین مستولین کے پس اس استیلا و تملک سے وہ جانور ملک سرکار کی ہوجائے گا لہذا بیع کے وقت اُس کو خریدنا جائز ہے اور جب یہ بیع صحیح سے ملک مین داخل ہوگیا قربانی بھی اُس کی درست ہے البتہ عرفاً بدنامی کا موجب ہے اس لئے بلاضرورت بدنام ہونا بالخصوص مقتدا کے لئے زیبا نہین اور کانجی ہوس مین جانور کو داخل کرنا اسمین تفصیل یہ ہے کہ اگر کوئی جانور کھیت مین خود گھس گیا ہے اُس کا داخل کرنا تو بالکل جائز نہین کیونکہ اس مین مالک پر ضمان نہین تو اُس سے کچھ لینا یا لینے مین اعانت کرنا ظلم ہے اور اگر کسی نے قصداً جانور کو کھیت وغیرہ مین داخل کردیا ہے اُسپر بقدر اتلاف ضمان ہے اُس مقدار تک اگر کانجی ہوس مین یا ویسے ہی اُس سے وصول کیا ہے تو جائز ہے اور اُس سے زائد بطور جرمانہ کے ناجائز ہے کیونکہ یہ تعزیر بالمال ہے اور حنفیہ کے نزدیک منسوخ ہے کما صرحوا بہ فی الدر المختار آخر باب جنایۃ البہیمۃ ادخل غنما او ثورا او فرسا او حمارا فی زرع او کرم

قربانی گاوے کہ پوست شاخش دور شدہ باشد

ان ساقھا ضمن ما اتلف والا لا وقیل یضمن وقال الشامی مرجحا للقول الثانی اقول ویظہر ترجیحہ ہذا القول لموافقتہ لما اول الباب من انہ یضمن ما احدثتہ الدابۃ مطلقا اذا ادخلہا فی ملک غیرہ بلا اذنہ لتعدیہ بادخالہا لمیدخلہا فی الہدایۃ ولو ارسل بہیمۃ فافسدت زرعا علی فورھا ضمن المرسل وان مالت یمینا او شمالا ولہ طریق اٰخر لا یضمن لما مر اھ ۵ - محرم ۱۳۲۳ھ

سوال - جس گائے کی ایک سینگ کی خول اُتر جاوے اور گودی سینگ کی نہ ٹوٹے تو اُس کی قربانی درست ہو یا نہیں ؟ -

الجواب - ایسی گائے کی قربانی درست ہے کذا فی الدر المختار ورد المحتار واللہ تعالیٰ اعلم - ۱۵ - رمضان ۱۳۲۳ھ

دادن پوست قربانی بمدرسہ و بغنی

سوال - اسوقت مدرسہ کی یہ حالت ہو کہ اکثر لڑکے مسکین وغریب پڑھتے ہین اور کچھ طلباء باہر کے بھی ہین وہ بھی مدرسہ ہین پڑھتے ہین اور غنی کے بھی لڑکے پڑھتے ہین مگر بعض لوگ جو غنی ہین مدرسہ ہین چندہ بھی دیتے ہین مگر چندہ کافی نہین ہو سکتا زیادہ پائداری قربانی کی کھال ہی سے معلوم ہوتی ہو تو آیا قربانی کی کھال فروخت کر کے مدرس کی تنخواہ دینا جائز ہے یا نہین اور مدرسہ کے دوسرے مصرف مین خرچ کرنا جائز ہے یا نہین اور مدرسہ کے کس کس مصرف مین جائز ہے یا کسی مین جائز نہین جیسا آپ تحریر فرمائین ویسا کیا جائے اور غنی کو قربانی کی کھال دینا جائز ہے یا نہین -

الجواب - فی الدر المختار فان بیع الجلد او اللحم بہای بمستہلک او بدراہم تصدق بثمنہ فی رد المحتار وسکت عن بیع اللحم بہ ای بما تبقی عینہ للخلاف فیہ الی قولہ والصحیح انہما سواء الخ ان روایتون سے دو امر معلوم ہوئے ایک یہ کہ کھال کے دام کا تصدق واجب ہے پس غریب طلباء کی اعانت کے سوا دوسرے مصارف مین صرف کرنا جائز نہین دوسرا امر یہ کہ غنی کو کھال بعینہ دیدینا جائز ہے لیکن اگر اس سے یہ غرض حاصل کرنا ہو کہ اہل قربانی غنی کو دیدین پھر وہ غنی جیکہ جہان چاہے صرف کرے سو اس کی صحت کے لئے دو شرط ہین اول یہ کہ دینے والے اُسی کو مالک بنانے کی نیت سے دین ایسا نہو کہ ایکبار اس طریق کے مشتہر کرنے کو کافی سمجھا جاوے کیونکہ جب تک دینے والے لفظی تصریح نکرین کہ ہم خاص تم ہی کو دیتے ہین تم مالک ہو اُسوقت تک ظاہر اور غالب عوام کی حالت سے یہی ہو کہ وہ بہ نیت مدرسہ مین صرف کرنے کے دین گے اور اس صورت مین وہ غنی مالک نہو گا بلکہ وکیل ہو گا جس کی بیع بمنزلہ صاحب قربانی کے ہو اور پھر تصدق واجب ہو گا جس کی وجہ سے بجز طلباء غرباء کے دوسرے مصارف مندرجہ سوال مین صرف کرنا درست نہین دوسری شرط یہ ہو کہ مالک بھی حقیقۃً بنایا جائے صرف حیلہ نہو جس کی علامت اور امتحان یہ سہل ہے کہ اگر یہ غنی اُس کو بیع کر کے اپنے خاص حوائج مین خرچ کرلے تو اہل عطا کو ناگوار اور گران نہو اور

اُس کی شکایت و مذمت یا دل مین اُس سے کدورت و انقباض نکرین اور اگر ان دو شرطون مین سے ایک بھی مفقود ہوگی تو وہ غنی مالک ہی نہوگا بلکہ وکیل ہوگا جس کا حکم بضمن بیان شرط اول گذر چکا ہے خوب سمجھ لیا جائے اور مدرسہ چلانے کی ضرورت سے نامشروع افعال کسی طرح مشروع و مباح نہین ہوسکتے واللہ اعلم ۲- ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ

سوال - قربانی کی کھال کی قیمت سے مدرس مدرسہ کو تنخواہ دینا جائز ہے یا نہین اگر جائز ہی تو اُس کا ثبوت کیا ہے-

الجواب - فی الدر المختار ویتصدق بجلدھا الی قولہ فان بیع اللحم او الجلد بہ او بدراھم تصدق بثمنہ و نیۃ الصدقۃ کالھبۃ بجامع التبرع وحینئذ لا تصح غیر مقبوضۃ الخ ان روایات سے معلوم ہوا کہ قیمت چرم قربانی کا تصدق بطور تبرع کے واجب ہے اور ظاہر ہے کہ مدرسین کو تبرعاً نہین دیا جاتا لہٰذا تصدق واجب ادا نہ ہوگا اس لئے جائز نہین علی ہذا جس مین تملیک و قبض نہو جیسے مساجد وغیرہ مین خرچ کرنا یہ بھی جائز نہین جیسا دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم - ۲- ربیع الاول ۱۳۲۴ھ

سوال - ایک گاو واسطے قربانی کے ہے کہ جس کے سینگ دونون جڑ سے ٹوٹ گئے ہین اور اندر کے گودے یعنی ہڈی نہین ٹوٹی ہے تو ایسے جانور کی قربانی جائز ہے یا نہین-

الجواب - فی رد المختار ویضحی بالجماء ھی التی لا قرن لھا خلقۃ وکذا العظماء التی ذھب بعض قرنھا بالکسر او غیرہ فان بلغ الکسر الی المخ لم یجز قھستانی وفی البدائع ان بلغ الکسر المشاش لا یجزئ والمشاش رؤس العظام مثل الرکبتین والمرفقین اھ جب گائے کے سینگ جڑ سے ٹوٹ گئے تو اندر کی جو ہڈی جڑ کی ہے جس کے اندر مغز ہے وہان تک شکستگی پہونچ گئی پس بنا بر روایت مذکورہ اُس کی قربانی جائز نہین گو اندر کی ہڈی نہ ٹوٹی ہو واللہ اعلم ۱۳- ذی الحجہ ۱۳۲۴ھ

سوال - میت کی طرف سے اگر قربانی کی جائے تو اُس کے گوشت کی تقسیم کا کیا حکم ہے-

الجواب - فی الدر المختار فرع من ضحی عن المیت یصنع کما یصنع فی اضحیۃ نفسہ من التصدق والاکل والاجر للمیت والملک للذابح قال الصدر والمختار انہ ان بامر المیت لا یاکل منھا والا یاکل بزازیہ وسیذکرہ فی النظم اھ اس روایت سے معلوم ہوا کہ قربانی میت کی طرف سے دو طرح پر ہے ایک یہ کہ میت اپنے ترکہ سے قربانی کرنے کی وصیت کر مرا اس قربانی کا تمام گوشت مساکین کو دینا واجب ہے دوسرے یہ کہ کوئی شخص اپنے مال سے تبرعاً میت کی طرف سے قربانی کرے اسمین قربانی کرنے والے کو اختیار ہے جتنا چاہے کھائے جتنا چاہے دے خواہ کل خود کھالے فقط واللہ اعلم ۱۸- ذی الحجہ ۱۳۲۴ھ

عدم وجوب قربانی بر غیر صاحب نصاب بنیت قربانی در جانور معین

سوال - ایک شخص غیر صاحب نصاب نے موسم قربانی مین ایک جانور قربانی کیا اور ایک بزغالہ جو اُسکی ملک تھا اُس پر اشارہ کرکے کہا کہ بسال آئندہ انشاء اللہ اسے قربانی کرین گے آیا یہ نیت منعقد ہوگئی اور اس جانور کی قربانی واجب ہوگئی یا اس کے بدلے دوسرا بھی کرسکتا ہے -

الجواب - فی رد المحتار تحت قول الدر المختار وفقیر شراھا لہا مانصہ فلو کانت فی ملکہ فنوی ان یضحی بہا او اشتراھا ولم ینو الاضحیۃ وقت الشراء ثم نوی بعد ذلک لا یجب لان النیۃ لم تقارن الشراء فلا تعتبر بدائع بنا براس روایت کے صورت مسئولہ مین اس شخص پر اس بزغالہ کی قربانی واجب نہین فقط یکم جمادی الثانیہ ۱۳۳۵ھ

ذبیحہ کتابی

سوال - کیا فرماتے ہین علماے دین کہ ذبیحہ[1] کافر کتابی ذبیحہ مسلم تارک الصلوۃ اور فروختہ ہنود اور ذبیحہ جسکی ذکات ثابت نہو کیسا ہے - اور عروق[3] کون کون ہین - اور ذبیحہ[4] کی جگہ مقرر کرنا تبرک جانکر سوائے عیدگاہ کیسا ہے - اور ذبیحہ[5] کی جو کل عروق قطع نہ ہووین تو ذبیحہ درست ہے - کس کس[6] اشیاء سے ذبح جائز ہے - اور ذبیحہ[7] کے ذبح مین بسم اللہ اللہ اکبر معین کو بھی چاہیئے اگر نہ کہے تو کیسا ہے - اور چھری[8] کب تیز کرے اور ذبیحہ[9] عورت نابالغ کا جائز ہے یا نہین - اور[10] سوائے اسکے کون کون ذبیحہ جائز اور کون کون ناجائز ہے بینوا توجروا -

الجواب - ذبیحہ کتابی کا بنص قرآنی حلال ہے قال اللہ تعالی وطعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم ای ذبائح الیہود والنصاری جلالین مگر شرط یہ ہے کہ غیر خدا کے نام سے ذبح نکرے ورنہ حرام ہے فی الدر المختار الا اذا سمع منہ عند الذبح ذکر المسیح علیہ السلام اور بعض فقہا نے شرط لگائی ہے کہ کتابی یہودی معتقد الوہیۃ عزیر علیہ السلام ونصرانی معتقد الوہیۃ عیسی عم نہو مگر عامہ روایات مطلق ہین مگر احتیاط یہ ہے کہ موضع اختلاف سے تحرز کرین ہکذا حققہ العلامۃ الشامی فی رد المحتار ذبیحہ تارک الصلوۃ کا حلال ہے کیونکہ نماز شرائط جواز ذبح سے نہین فی الدر المختار وشرط کون الذابح مسلما الخ من غیر تقیید ہ بالمصلی ذبیحہ فروختہ ہنود حلال نہین اگرچہ وہ کہے کہ اسکو مسلمان نے ذبح کیا ہے واصلہ ان خبر الکافر مقبول بالاجماع فی المعاملات لا فی الدیانات درمختار وفی رد المحتار عن التاتارخانیۃ عن جامع الجوامع لابی یوسف من اشتری لحما فعلم انہ مجوسی واراد الرد فقال ذبحہ مسلم یکرہ اکلہ اھ ومفادہ ان مجرد کون البائع مجوسیا یثبت الحرمۃ اھ البتہ اگر وقت ذبح سے وقت اشترا تک کوئی مسلمان اسکو دیکھتا رہے اُسوقت حلال ہے نہین معلوم مراد سائل کی لفظ ذکات سے کیا ہے یہ لفظ بذال معجمہ تو بمعنے ذبح کے ہے سو بدون ذبح شرعی کے حقیقی ہو یا حکمی حلت ثابت نہین ہوتی اور اگر مراد زکوۃ دینا ہے سو جو شخص زکوۃ نہین دیتا ہے مگر فرض جانتا ہے اُسکا ذبیحہ حلال ہے ورنہ باوجود مسلمان ہونیکے فرض نہین جانتا

ذبیحہ تارک صلوۃ

ذبیحہ فروختہ ہنود

ذبیحہ غیر مزکی

فائدہ عروق ذبح

وہ مرتد ہے اُسکا ذبیحہ حرام ہے لا تحل ذبیحۃ وثنی ومجوسی ومرتد درمختار - اور عروق ذبح ایک حلقوم ہے یعنی سانس آنے جانے کی راہ جسکو نرخرا کہتے ہین دوسری مری یعنی طعام وشراب کی راہ - تیسرے چوتھے ودجین یعنی دونون شہرگ جو حلقوم اور مری کے چپ وراست ہین وعروقہ الحلقوم والمری والودجان درمختار

فائدہ تعیین مکان ذبح

اگر تعظیم غیر اللہ کی مقصود نہو تو تعیین مکان ذبح جائز ہے مگر ضروری نہ جانے فی المشکوۃ عن ثابت الضحاک قال نذر رجل علی عہد رسول اللہ صلعم ان ینحر ابلا ببوانۃ فاتی رسول اللہ صلعم فقال ھل فیھا وثن من اوثان اھل الجاھلیۃ یعبد قالوا لا قال فھل کان فیھا عید من اعیادھم قالوا لا قال رسول اللہ صلعم اوف بنذرك رواہ ابوداؤد - اور اگر کل عروق قطع نہون تو تین کا کٹ جانا کافی ہے وحل المذبوح بقطع ای ثلاث منھا درمختار - جس سے رگین کٹ جائین اور خون بہے ذبح جائز ہے وحل بکل ما فری الاوداج وانھر الدم ولو سنا وظفرا قائمین درمختار تسمیہ فقط واسطے ذابح کے ہے وشرط التسمیۃ فی الذابح درمختار

فائدہ وجوب تسمیہ بر ذابح — استحباب احداد سکین — ذبیحہ امرأۃ وصبی

جانور کے لٹانے سے پہلے تیز کرنا چھری کا مستحب ہے فی الدر المختار وندب احداد شفرۃ قبل الاضجاع اور ذبیحہ عورت اور نابالغ کا بشرطیکہ ذبح کرسکتا ہو اور بسم اللہ کہے جائز ہے او امرءۃ او صبیا یعقل التسمیۃ والذبح ویقدر درمختار - عہ سوال کی کوئی صورت معین کرنا چاہیئے تاکہ جواب دیا جائے یون بہت سے جائز بہت سے ناجائز ہین -

فائدہ حکم مذبوح فوق العقدہ

سوال - مذبوح فوق العقدہ کا کیا حکم ہے حلال یا حرام یا مکروہ -

الجواب - مذبوح فوق العقدہ مین فقہا کا اختلاف ہے بعض کے نزدیک مطلقا حرام ہے بعض کے نزدیک مطلقا حلال ہی چنانچہ طحطاوی نے یہ سب اختلاف نقل کئے ہین اور جانبین کے دلائل ذکر کیے ہین لیکن ترجیح حرمت کو دی ہے اور کہا ہے کہ احتیاط متفق علیہ مین ہے یعنی مذبوح تحت العقدہ بالاتفاق حلال ہے اُسکو حلال کہنا چاہیئے اور مختلف فیہ سے احتراز واجب ہے قال صاحب المواھب یتعین الذبح بین الحلق واللبۃ تحت العقدۃ وقیل مطلقا وکذا قال ابن کمال باشا المذبح فوق العقدۃ وافتی بعضھم بالجواز ومال الزیلعی الی تعین الذبح تحتھا وکذلك الشمنی وذکر نحوہ ملا علی وذکرہ الشرنبلالی عن الزیلعی واقرہ وقال الاتقانی عن الرستغفنی ویجوز اکلھا سواء بقیت العقدۃ مما یلی الراس او مما یلی الصدر وشنع علی من افتی بالحرمۃ فی ذلك - والذی ظھر لی ان الحق قول الزیلعی ومن معہ وعلی کل فالاحتیاط

عہ کتاب الذبائح والاضحیہ سے چوتھے سوال کے جواب مین اسکی تفصیل ملاحظہ کے قابل ہے ۱۲ منہ -

فی المتفق علیہ طحطاوی مختصر الکلکتی ج ۴ ص ۱۵۰- واللہ اعلم ۲۳- جمادی الاولی سنہ ۱۳۰۲ھ

دادن چرم اضحیہ در اجرت جزار

سوال- کیا حکم ہے شرع کا اسمین کہ کھال قربانی کی قصاب کو اجرت مین دینا یا قیمت جانور مین محسوب کرنا جیسا فی زماننا اکثر لوگ کرتے ہین اور جو لوگ بطمع نفع قلیل دیتے ہین یا لیتے ہین انکا کیا حکم ہے المستفتی جناب خانصاحب کانپور-

الجواب- قربانی کا کوئی جز کھال ہو یا گوشت اجرت قصاب مین دینا یا قیمت مین مجرا کرنا سخت ممنوع ہے فی الدر المختار ولا یعطی اجر الجزار منہا لانہ کبیع واستفیدت من قولہ علیہ السلام من باع جلد اضحیتہ فلا اضحیۃ لہ ہدایہ- اور جو لوگ ایسا کر کے دنیا کے نفع کو آخرت کے ثواب پر ترجیح دیتے ہین انکے عتاب کے لیئے یہ آیت بس ہے بل تؤثرون الحیوۃ الدنیا والاخرۃ خیر وابقی واللہ اعلم ۲۹- ذیقعدہ سنہ ۱۳۰۳ھ

ہبہ کردن شرکا چیزے از قربانی قبل تقسیم

سوال- قربانی کے بقرہ کا کلہ شرکا آپسمین راضی ہو کر قبل تقسیم گوشت کسی شخص کو للہ دیدین تو قربانی جائز ہے یا نہین-

الجواب- اگر سب نے کسی فقیر کو دیدیا یا غنی کو دیا لیکن شرکا مین سے کسی نے قربانی کی نذر نہ کی تھی تو جائز ہے کیونکہ تقسیم واجب نہین کہ ترک واجب کا کوئی محذور لازم آئے اور اگر اسمین کوئی ناذر تھا اور غنی کو دیا تو جائز نہین کیونکہ تقسیم کر کے ناذر کا حصہ فقرا پر تصدق کرنا واجب ہے پس قربانی تو جائز ہوجائے گی لیکن ناذر پر قیمت اپنے حصہ منجملہ کلے کے تصدق کرنا واجب ہے فی الطحطاوی انظر ھل ھذہ القسمۃ متعینۃ اولا حتی لو اشتری لنفسہ ولزوجتہ واولادہ الکبار بدنۃ ولم یقسموھا تجزیھم اولا والظاھر انہا لا تشترط لان المقصود منہا الاراقۃ وقد حصلت وفی فتاوی الخلاصۃ والفیض تعلیق القسمۃ علی ارادتھم وھو یؤید ما سبق غیر انہ اذا کان فیھم فقیر والباقی اغنیاء یتعین علیہ اخذ نصیبہ لیتصدق ۱۲ وفی الدر المختار ولا یاکل الناذر منہا فان اکل تصدق بقیمۃ ما اکل ۱۲- قلت اکل نفسہ واطعام الغنی سواء ۱۲ واللہ اعلم

استخوان شکستن عقیقہ

سوال- کیا فرماتے ہین علمائے دین کہ عقیقہ مین ہڈی توڑنا درست ہے یا نہین اور اوجھڑی کس کو دیجائے- بینوا توجروا-

الجواب- ہڈی توڑنا جانور عقیقہ کی درست ہے- فی رد المحتار وھی شاۃ تصلح للاضحیۃ تذبح للذکر والانثی سواء فرق لحمہا نیئا وطبخت بحموضۃ او بدونہا مع کسر عظمہا اولا واتخاذ دعوۃ اولا اھ ج ۵ ص ۲۱۳ اوجھڑی کا کوئی مصرف معین نہین جسکو چاہے دے جیسا قربانی مین اختیار ہے فی اشعۃ اللمعات دہر چہ

دراضحیہ معتبراست از شرائط واحکام درعقیقہ نیز معتبرست ج ۳ صفہ ۳۹۵ واللہ اعلم۔

کتاب الحظر والاباحۃ

سوال- پردہ کی نسبت کیا حکم ہے آیا پردہ فرض ہے یا واجب ہے یا کیا۔

الجواب- پردہ کے دو معنے ہین ایک ستر دوسرے حجاب ستر تو فرض ہے تفصیل اُسکی یہ ہے کہ مرد کو مرد کا سارا بدن دیکھنا جائز ہے مگر ناف سے زانو تک جائز نہین اور عورت کو عورت کا بھی اتنا ہی بدن دیکھنا جائز ہے اور اپنی مملوکہ[ع] حلال شرعی اور اپنی زوجہ کا سارا بدن دیکھنا جائز ہے اور اپنے محارم کا منہ اور سر اور سینہ اور پنڈلیان اور دونون بازو دیکھنا بشرط امن شہوت جائز ہے اور اُنکی پشت اور شکم دیکھنا جائز نہین اور غیر کی مملوکہ کا بھی اتنا ہی بدن دیکھنا جائز ہے اور اجنبی آزاد عورت کا کچھ دیکھنا جائز نہین مگر چہرہ اور ہتیلان دیکھنا بشرط امن شہوت جائز ہے اور اگر شہوت کا خوف ہو تو بغیر حاجت ضروری شرعی کے دیکھنا جائز نہین ہان اگر حاجت ہو جیسے حاکم کو حکم کرتے وقت اور گواہ کو شہادت کے وقت تو چہرہ دیکھنا جائز ہے اور طبیب کو مرض موضع دیکھنا جائز ہے اگرچہ لوگون کو خوف شہوت کا ہو باقی حتی الوسع شہوت کو دلسے دور کرے چنانچہ یہ روایت قدوری کی شاہد اس مضمون کی ہے ولا یجوز ان ینظر الرجل من الاجنبیۃ الا وجہہا وکفیہا فان کان لا یامن الشہوۃ لا ینظر الی وجہہا الا لحاجۃ ویجوز للقاضی اذا اراد ان یحکم علیہا وللشاہد اذا اراد الشہادۃ علیہا ان ینظر الی وجہہا وان خاف ان یشتہی ویجوز للطبیب ان ینظر الی موضع المرض منہا وینظر الرجل من الرجل الی جمیع بدنہ الا ما بین سرتہ الی رکبتیہ ویجوز للمرأۃ ان تنظر من الرجل الی ما ینظر الرجل الیہ منہ ویجوز ان تنظر المرأۃ من المرأۃ الی ما یجوز للرجل ان ینظر الیہ من الرجل وینظر الرجل من امتہ التی تحل لہ وطیہا ومن زوجتہ الی فرجہا وسائر جسدہا وینظر الرجل من ذوات المحارم الوجہ والرأس والصدر والساقین والعضدین اذا امن الشہوۃ ولا ینظر الی ظہرہا وبطنہا وینظر الرجل من مملوکۃ غیرہ الی ما یجوز ان ینظر الیہ من ذوات محارمہ۔ پس ستر اس تفصیل سے فرض ہے دوسرا حجاب ہے جو آجکل شرفا مین معمول ہے کہ عورت مرد اجنبی کو بالکل بدن نہین دکھاتی اور غالباً غرض سائل کی اُسی کا پوچھنا ہے پس یہ جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات پر تو فرض تھا لقولہ تعالے وقرن فی بیوتکن ولقولہ تعالے واذا سألتموہن متاعاً فسئلوہن من وراء حجاب الآیۃ اور مومنین اُمت کی

ع یعنی جس سے صحبت حلال ہو ۱۲ منہ۔

عورتوں پر فرض نہیں چنانچہ روایت بالا سے معلوم ہو چکا کہ اجنبی عورت کا چہرہ اور ہتھیلیاں دیکھنا بشرطِ امن شہوت
جائز ہے البتہ یہ حجاب سنت اور واجب استحسانی ہے اور بنظر مصلحت عـــہ و رفع شر و فتنہ ضروری ہے لقولہ تعالےٰ
یا ایہا النبی قل لازواجک وبناتک ونساء المومنین یدنین علیھن من جلابیبھن ذلک ادنیٰ ان یعرفن فلا
یوذین الاٰیۃ تفسیر حسینی میں ہے گویند در شان زانیان است کہ شبہا بر سر راہ بانشستندے و دست تعرض
بدامن کنیزان رسانیدندے۔ و سغدیؒ می فرماید کہ دران وقت حرائر را علامت آن بود کہ سر پوشیدہ در راہ افتند
و جواری سر برہنہ بودندے چون آن بدکاران از سر پوشیدگان تحاشی می نمودند لاجرم آیۃ آمد اے پیغمبر بگو مر زنان
خود را و دختران خود را و زنان مومنان را کہ بوقت بیرون رفتن از خانہ نزدیک گردانند و فرو گذارند بر رو ہائے
و بدنہائے خویش چادرہائے خود را یعنی وجوہ و ابدان بپوشند این پوشیدن سر و روئے و بدن نزدیکتر است
بآنکہ ایشان را بشناسند بصلاح و عفت یا متمیز شوند بآزادی پس ایذا کردہ نشوند یعنی آن زانیان تعرض کنند
ایشان را انتہی اس سے معلوم ہوا کہ یہ حکم فتنہ کے سبب سے ہوا و فی الدر المختار صفحہ ۲۷۲ من الجلد الاول و تمنع المرأۃ
الشابۃ من کشف الوجہ بین الرجال لا لانہ عورۃ بل لخوف الفتنۃ کمسہ وان امن الشہوۃ لانہ اغلظ ولذا ثبت
بہ حرمۃ المصاھرۃ کما یاتی فی الحظر انتہی حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کریمہ قل للمومنات یغضضن من ابصارھن
الاٰیۃ کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ مترجم گوید کہ حاصل این آیت آنست کہ مواضع زینت دو قسم است آنچہ در ستر آن
حرج است و آن وجہ و کفین بود و آنچہ در ستر آن حرج نیست مانند سر و گردن و عضد و ذراع و ساق پس ستر وجہ
و کفین از اجنبیان فرض نیست بلکہ سنت است و ستر غیر آن از اجنبیان فرض است نہ از محارم واللہ اعلم
فتح الرحمن اور حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ کریمہ واذا سألتموھن متاعا فسئلوھن من وراء حجاب الاٰیۃ
کی تفسیر میں فرماتے ہیں اور اس آیۃ میں حکم ہوا پردہ کا کہ مرد حضرت کی ازواج کے سامنے نہ جائیں سب مسلمانوں کی
عورتوں پر یہ حکم واجب نہیں اگر عورت سامنے ہو کسی مرد کے سب بدن کپڑوں میں ڈھکا تو گناہ نہیں اور اگر
نہ سامنے ہو تو بہتر ہے موضح القرآن پس خلاصہ جواب یہ ہوا کہ ستر فرض ہے اور حجاب بنظر مصلحت واجب عـــہ فقط
واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم ۲۸ شعبان یوم الاربعا ۱۳۰۰ھ

سوال برین فتوی - آپ کی تحریر سے ثابت ہوا کہ پردہ جائز عـــہ ہے اگر نہ کرے تو گناہ نہیں اور مصلحۃً واجب
کیسے کہتے ہیں اسکا مفصل حال لکھو۔

عـــہ حاصل اسکا وجوب لغیرہ ہے ۱۲ منہ عـــہ یعنے غیر واجب ۱۲ منہ۔

الجواب - میری تحریر سے جائز ہونا پردہ کا ثابت نہین ہوتا خود یہ عبارت اُسمین موجود ہے (پس ستر وجہ وکفین از اجنبیان فرض نیست بلکہ سنت ست) پس جائز ہونا کہین ثابت نہین ہوتا اور یہ جو لکھا ہے کہ اگر کوئی نہ کرے تو گناہ نہین یہ بھی ثابت نہین ہوتا کیونکہ یہ عبارت اُسمین موجود ہے (اس سے معلوم ہوا کہ یہ حکم فتنہ کے سبب سے ہوا) تو جو حکم کسی علت سے ہوتا ہے جب وہ علت پائی جائے گی حکم بھی ضرور پایا جایگا پس جب پردہ کا حکم بہ علت خوف فتنہ ہوا تو جہان خوف و اندیشہ فتنہ ہوگا جیسے جوان عورت مین اُسپر یہ حکم بھی ضرور واجب ہوگا اگر نہ کریگی تارک واجب اور گنہگار ہوگی البتہ جہان احتمال فتنہ کا نہو جیسے ساٹھ ستر برس کی بڑھیا تو اُسپر یہ حکم بھی واجب نہین اور اگر وہ پردہ نکرے تو گنہگار نہوگی ہان تارک سنت ہے اور واجب مصلحۃ کے یہ معنے نہین کہ لوگون نے مصلحت دیکھکر واجب کر دیا بلکہ یہ معنے ہین کہ شریعت نے اُسکا وجوب ایک مصلحت پر مبنی رکھا ہے جب وہ مصلحت ہوگی وجوب بھی رہے گا جب وہ مصلحت نہ ہوگی وجوب بھی نہ رہے گا جیسا پردے مین مصلحت دفع شر و فتنہ ہے وجودہ بوجودہا وعدمہ بعدمہا بخلاف دیگر واجبات مطلقہ کے کہ اُنمین حکم قائم مقام علت کے ہو جایا کرتا ہے کما لا یخفی علی من لہ ادنی مسکۃ فی الفقہ ہذا ما عندی واللہ اعلم

۵ - رمضان چہارشنبہ ۱۳۰۰ھ

سوال - ما قولکم رحمکم اللہ پنکھا لگانا مساجد مین بہ نیت ترویح مصلیان یا بارادہ تزیین مسجد درست ہے یا نہین اگر درست ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حر رمضا کی شکایت کیون نہ دفع کی اور نہین تو طرق مباحہ ملابس و مساکن و مطاعم وغیرہ و قنادیل و شامیانہ وغیرہ اشیاء تزین مین اور اسمین کیا فرق ہے حاصل یہ کہ یہ امر منجملہ بدعات قبیحہ ہے یا نہین نصوص و اشارات کتاب و سنت و روایات فقہیہ سے جواب عنایت ہو بینوا توجروا من عند اللہ -

الجواب مسجد حقیقت مین ایک دربار شاہنشاہی خداوندی ہے اور اُسمین نماز پڑھنی حاضری دربار شاہی ہے جیسے درباروں مین حاضر ہوکر بادشاہ کو آداب و مجرا بجالاتے ہین اور اظہار بندگی و پرستندگی کرتے ہین اسیطرح مسجد مین حاضر ہونے سے یہی مقصود ہے کہ خداوند عالم کے روبرو دست بستہ کھڑے ہوکر اپنی عبودیت کا اظہار کرین حقیقت نماز کی یہی ہے اور اسی وجہ سے اسمین خشوع و خضوع پر نظر ہے جسقدر خشوع و خضوع بجالایگا اُتنی ہی اُسکی بندگی پسند آئے گی جب یہ معلوم ہو چکا کہ مسجد ایک دربار ہے اور اُسکے حاضرین درباری ہین تو اب سمجھنا چاہیے کہ دربار کی رونق و علو کو کوئی مکروہ و غیر مستحسن نہین سمجھتا اور نہ درباریونکی زیب و زینت کو کوئی

مذموم و قبیح جانی مگر جو درباری صورت تکبر کی جو کہ منافی علت غائی حاضری یعنی بندگی کی ہے بنا کر آوین نیز بادشاہ
و نیز اہل عقل کو زشت و منکر معلوم ہوگا۔ اسی طرح جب مسجد دربار خداوندی ٹھہرا و حاضرین درباری قرار
دیے گئے تو مسجد و اہل مسجد کی رونق و زینت کو تو عقل و نقل جائز رکھتی ہے قال اللہ تعالی فی بیوت اذن اللہ
ان ترفع[عہ] الآیۃ وقال تعالی خذوا زینتکم[عہ] عند کل مسجد الآیۃ البتہ حاضران دربار اگر صورت فخر و تکبر کی بنا کر حاضر
ہوں بیشک مواخذ و معاتب ہونگے پس اب دیکھنا چاہیے کہ کونسی چیز زینت دربار و اہل دربار ہے وہ درست
ہوگی اور کونسی چیز فخر و تکبر کی ہے وہ قبیح ہوگی پس شامیانہ و قنادیل و فروش وغیرہا کہ مقصود ان سے زینت مسجد
ہے بر محل ہونگے اور مسجد میں پنکھا لگانا کہ بڑا مقصود اس سے ترویح مصلیان ہے بے موقع ہوگا کہ خود تو شاہنشاہ
مطلق کے روبرو دست بستہ کھڑے ہیں اور خادم پنکھا کر رہا ہے کیسی نازیبا صورت ہوگی ادھر تو ارشاد ہے و
قوموا للہ قانتین الآیۃ اور یہ صورت قنوت و تواضع سے کسقدر درجہ دور ہے ع ببین تفاوت رہ از کجاست
تا بکجا۔ اگر کوئی ادنے حاکم کے دربار میں جانے کیسے ہی زیب و زینت کرے اور عمدہ کپڑے پہنے ہو وہ ناخوش نہ ہوگا
اور جو ایک خادم ساتھ پنکھا کرتا جائے بیشک مورد عتاب حاکم ہوگا پھر کیا خداوند جلشانہ کا اتنا بھی لحاظ و خیال
نہیں صدق تعالے وما قدروا اللہ حق قدرہ الآیۃ پھر یہ کہ اُسوقت کون کھینچے گا اگر کسی مسلمان سے کھچوایا
تو اُسکی نماز نہ پڑھنے پر راضی ہوئے اور اُسکو ترک جماعت کا امر کیا اور جو کسی کافر سے کھچوایا تو بلا وجہ کافر کو مسجد[عہ]
میں داخل کرنا کیا ضرور[عہ] ہے اور اگر نماز میں پنکھا بھی کیا اور خارج نماز کیا تو کیا ہوا اول تو لگاتے اسی واسطے ہیں خارج
نماز کے دستی پنکھے سے بھی ضرورت دفع ہو سکتی ہے پھر اتنا تکلف کرنا سوائے وقت نماز کے اور کس وقت کیلئے
ہے دوسرے پھر بھی اسمیں صورت فخر و تکبر کی ہے یہی وجہ ہے کہ پہلے لوگوں نے مساجد میں سب کچھ تکلف کیے
مگر یہ کبھی نہیں سوجھی کیا وہ لوگ کر نہ سکتے تھے مگر یہی ہے کہ اسکی صورت ہی نہایت مکروہ ہے مساجد کیا دیوانخانے
ہو جائیں گے رہے اور تکلفات مثل شامیانہ و قنادیل و فروش کہ محض زینت مکان کے لئے ہیں یہ چنداں
قبیح نہیں اگرچہ زائد از حاجت یہ بھی فضول ہیں اور اسقدر تزین واہیات ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے

عہ استدل بعموم اللفظین ۱۲ منہ عہ کما فی الحاجۃ الیہ غالباً ۱۲ منہ عہ بلکہ فتاوی مجمع برکات میں لکھا ہے کہ اگر دوسرا
شخص نمازی کو پنکھا جھلتا اور یہ نمازی اُس سے راضی ہو تو نماز فاسد ہو جاویگی عبارت اُسکی یہ ہے فی الجامع لو روح غیر المصلی
مصلیا و رضی بروحہ تفسد صلوتہ عند مشائخنا وہو المختار لانہ یصیر مروحا فی الصلوۃ کذا فی الخزانۃ الجلالیۃ انتہی۔ انتہی الحکم
التراویح اگرچہ یہ روایت مرجوح ہے لیکن نہایت درجہ کی اسمیں قباحت و شناعت ہوگی جو بعض بزرگوں نے
اسکو مفسد سمجھا ۱۲ منہ عفی عنہ۔

ہین ما امرت بتشیید المساجد اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہین لتزخرفنہا کما زخرفت الیہود والنصاریٰ[1] ابو داؤد تو فی الواقع جسقدر تکلفات مساجد مین بڑھ گئے ہین جو زائد حاجت سے ہین سب فضول ہین مگر چونکہ اصل سبکی محتاج الیہ ہے اگرچہ لوگون نے اُسپر زیادتیان کرلی ہین اسوجہ سے کسیقدر جو کم بُری ہین مثلاً شامیانہ کہ حقیقت مین دہوپ سے بچنے کے لئے مثل چہت کے ہے اصل مین ایسی چیز محتاج الیہ ہے مگر اُسپر یہ تکلفات کہ کپڑا اُسکا رنگین منقش و بیش قیمت و مکلف ہو یہ فضول ہے فرش ہے اصل مین اسکی احتیاج ہے تاکہ کپڑے اور بدن خاک مٹی سے بچین مگر اسمین یہ افراط کہ بیش بہا شطرنجیان اور قالین اُسپر اقسام اقسام کی لغو قندیل ہے اصل مین اسکی حاجت ہے تاریکی مین مسجد مین روشنی ضرور ہے مسجد کی دیوارین تیل سے بچانے کے لئے اور نیز چراغ کو ہوا سے بچانے کے لئے اگر چراغ کسی قندیل مین رکھدیا کچھ حرج نہ تھا مگر اُسپر یہ زیادتی کہ ضرورت ایک کی وہان بیسون لٹک رہی ہین کہین چمنی کہین فانوس کہین گلاس کہین ہانڈی کہین جھاڑ کہین لالٹین پھر اُسمین موم اور چربی کی بتیان حاجت سے زائد یہ واہیات دیوارین مین پائداری کیلئے چونہ وگچ کافی ہین پھر اُسمین یہ تکلف کہ بیل بوٹے رنگ برنگ سرخ و زرد یہ سب فضول ہے اس لئے متولی کو فضولیات کا وقف سے بنانا جائز نہین اگر بناویگا ضمان آویگا اما المتولی یفعل من مال الوقف ما یرجع الی احکام البناء دون ما یرجع الی النقش حتی لو فعل یضمن واللہ اعلم بالصواب ہدایہ جلد ا صفحہ ۱۲۲ پس یہ سب تکلفات فضول اور واہیات ہین اور ترک انکا ضروری ہے مگر چونکہ اصل ان سب اشیا کی محتاج الیہ ہے اس لئے انمین چندان قباحت نہین بخلاف پنکھے کے کہ اصل مین اُسکی کوئی حاجت شدید نہین۔ ہوا سب جگہ آتی ہے مگر پھر بھی جسقدر تھوڑی بہت حاجت ہے اُسکے لئے دستی پنکھا کافی ہے اب اسپر قناعت نکرنا اور گرجا گھر کی طرح پنکھا باندھنا مسجد کی صورت اور اپنی سیرت خراب کرنا ہے پھر شاید اپنے خادمونکو ساتھ لاکر نماز مین پانون دبوانے لگین کہ یہ بھی ایک قسم کی راحت[2] ہے مگر جس شخص کو خدا عقل سے بہرہ ہوگا وہ اسبات کو بیشک قبیح و مستہجن سمجھے گا بندگی کرنے آیا ہے یا بندگی کرانے حضرت مولانا محمد اسحٰق محدث رحمۃ اللہ علیہ جب مسجد مین تشریف لاتے تھے جوتہ اپنے ہاتھ سے اُٹھاتے اور کسیکو نہ دیتے تھے خیر اسقدر تو احتیاط ہم ناکارون سے نہین ہوسکتی مگر

---

[1] فی صحیح البخاری امر عمر رضہ ببناء المسجد قال اکن الناس من المطر وایاک ان تحمر او تصفر فتفتن الناس قال انس یتباہون بہا ثم لا یعمرونہا الا قلیلا جلد اول صفحہ ۶۴ ہمنہ وایضا قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قوم فی الزمان الآتی مساجدہم عامرۃ وہی خراب ۱۲ وقال الشامی فی اقسام البدعۃ ناقلا عن الشرح الجامع الصغیر للمناوی عن تہذیب النووی وقال ومثلہ فی الطریقۃ المحمدیۃ للبرکلی ومکروہۃ کزخرفۃ المساجد انتہی جلد اول صفحہ ۳۹۳ فقط منہ۔

[2] یا سنت یکیے گئے لگین یا میز کرسی بچھنے لگین کہ اسمین بھی آسایش ہے ۱۲۔ منہ عفی عنہ۔

جتنی بے احتیاطی ہوچکی چاہیے تو اُسکی بھی درستی کرین جو یہ بھی نہو سکے تو ادنیٰ تو نہ تراشین نقل مشہور ہے گذشت
راصلوات آیندہ را احتیاط ہذا ما یحکم[1] بہ العقل الصحیح ومضمار البحث والاستدلال فسیح واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم ۱۲- ذیقعدہ ۱۳۰۰ھ

نخنث کا اجنبی عورتوں میں آنا

سوال - مین نے جب یہ حدیث مشکوٰة کی سنی ہے تب سے بدکار عورتونکا گھر مین آنا جانا بند کردیا ہے عن ام سلمة
ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان عندھا وفی البیت مخنث فقال لعبد اللہ بن ابی امیة اخی ام سلمة یا عبد اللہ
ان فتح اللہ لکم غدا الطائف فانی ادلک علی ابنة غیلان فانھا تقبل باربع وتدبر بثمان فقال النبی صلی اللہ علیہ
وسلم لا یدخلن ھؤلاء علیکم متفق علیہ اب عرض یہ ہو کہ اس حدیث سے یہ مطلب نکل سکتا ہی یا نہین -

الجواب - ممانعت اس قسم کی عورتون کے آنے کی اس آیت سے نکلتی ہے لا یبدین زینتھن الا لبعولتھن
الی قولہ تعالیٰ او نسائھن الآیة شاہ ولی اللہ صاحب رح تفسیر کرتے ہین با زنان خویش یعنی غیر اہل قیادہ او
دوسری جگہ لکھا ہے یعنی غیر قوادہ - وقواد بالفتح وتشدید واو ودال حملہ دلال وبمعنی مرد بے غیرت وقلتبان
از لطائف وغیرہ ۱۲ غیاث ۱۲ اور شاہ عبد القادر صاحب نے فرمایا اور اپنی عورتین جو نیک چال کی ہون اُنسے
بھی آنا ضرور ہے اور بدراہ عورتون سے کنارہ پکڑنا واللہ اعلم ۱۲-

ہنود کے میلوں میں بضرورت تجارت جانا

سوال - میلہ ہاے ہنودان مین مثل میلہ ہردوار یا گنگا واسطے تجارت کے جانا جائز ہے یا نہ اور جانے والا
مرتکب کبیرہ کا ہوتا ہے یا نہ -

الجواب - اگر کوئی چیز سوا اُس میلے کے کہین نہ بکتی ہو اُسکی خرید وفروخت کیواسطے جانا بضرورت جائز ہے
اور بلا ضرورت جانا بہتر نہین کہ ایسے مجمعون مین شان مغضوبیت کی ہوتی ہے اُنمین شریک ہونا غضب الٰہی کا
حصہ لینا ہے اگرچہ اُس مجمع والون کی برابر گناہ نہ ہو مگر خالی نرہے گا لا ینتھی الناس عن غزو ھذا البیت حتی
یغزو جیش حتی اذا کانوا بالبیداء او ببیداء من الارض خسف باولھم وآخرھم ولم ینج اوسطھم قلت یا
رسول اللہ فمن کرہ منھم قال یبعثھم اللہ علی ما فی انفسھم ترمذی جلد ۲ صہ ۲۴ توجب باوجود کراہت کے عذاب
مین شریک ہوگئے تو جو خوشی سے جائین وہ کیونکر بچین گے واللہ اعلم ۳۰- محرم ۱۳۰۱ھ

خضاب

سوال - خضاب لگانا کیسا ہے فقط -

الجواب - خضاب سرخ بالاتفاق جائز بلکہ مستحب ہے اور سیاہ خضاب جہاد مین ہیبت دشمن کیلیے
بھی جائز ہے اور محض زینت کیواسطے مختلف فیہ ہے عامہ مشائخ کا قول کراہت ہے اور امام ابو یوسف رح نے

[1] اس سب کا حاصل لزوم مفاسد بغیرہ ہے پس اگر بعض اکابر سے اسکی اجازت منقول ہو اُسکا حاصل اباحت فی نفسہ ہو فلا تعارض ۱۲

جائز لکھا ہے لیکن احتیاط اور راجح نکرنا ہے اتفق المشائخ ان الخضاب فی حق الرجال بالحمرۃ سنۃ وانہ من سیماء المسلمین وعلاماتھم واما الخضاب بالسواد فمن فعل ذلک من الغزاۃ لیکون اھیب فی عین العدو فھو محمود منہ اتفق علیہ المشائخ ومن فعل ذلک لیزین نفسہ للنساء او لیحبب نفسہ الیھن فذلک مکروہ وعلیہ عامۃ المشائخ وبعضھم جوز ذلک من غیر کراھۃ وروی عن ابی یوسف رح انہ قال کما یعجبنی ان تتزین لی یعجبھا ان اتزین لھا کذا فی الذخیرۃ عالمگیری جلد ۴ صـ ۱۳۹ واللہ اعلم فقط۔

سوال۔ ڈاڑھی کا قصر کسقدر جائز ہے؟۔

الجواب۔ مٹھی سے زیادہ داڑھی کتروانی جائز ہے والقصر سنۃ فیھا وھو ان یقبض الرجل لحیتہ فان زاد منھا علی قبضۃ قطعہ کذا ذکر محمد رح عالمگیری جلد ۴ صـ ۲۳۹ واللہ اعلم فقط۔

سوال۔ جو جانور حلال ہین اُنکی کونسی چیزین حرام ہین؟ فقط

الجواب۔ جانور مین سات چیزین حرام ہین۔ خون[1] جاری۔ ذکر[2]۔ خصیے[3]۔ شرمگاہ[4]۔ غدود[5]۔ پھکنا[6]۔ پتہ[7]۔ واما بیان ما یحرم اکلہ من اجزاء الحیوان سبعۃ الدم المسفوح والذکر والانثیان والقبل والغدۃ والمثانۃ والمرارۃ کذا فی البدائع ۱۲ عالمگیری جلد ۴ صـ ۱۶۰ واللہ اعلم ۹۔ ربیع الثانی ۱۳۰۱ھ۔

سوال۔ میلہ پرستشگاہ ہنودان مین مسلمان کا جانا خاصکر عالم واعظ کا جانا بطریق سیر کے اور اُسکو جائز سمجھنا اور استناد آیۂ قل سیروا فی الارض سے لانا کیسا ہے۔

الجواب میلہ پرستشگاہ ہنود مین عموماً مسلمانون کا جانا اور خصوصاً علماء کا جانا اور یہ بھی نہین کہ کوئی ضرورت شدیدہ دینیاوی ہو محض سیر وتماشے کے لئے سخت ممنوع وقبیح ہے اور اگر آیہ فسیروا فی الارض کے یہی معنے ہین جو مستند صاحب نے فرمائے ہین تو چاہیئے کہ فانکحوا ما طاب لکم من النساء سے جسکا ترجمہ یہ ہے کہ نکاح کرو اُن عورتون سے کہ تمکو خوش آئین ماں بہن بھی اگر خوش معلوم ہون اُن سے بھی نکاح درست ہوجائے کیونکہ ما طاب عام ہے اگر اسکے قائل ہین تو مبارک اور اگر یہ کہین کہ ماں بہن کی حرمت دوسری آیۃ سے ثابت ہے حرمت علیکم امھاتکم وبناتکم واخواتکم الخ تو ہماری طرف سے بھی اپنے استناد کا ایسا ہی جواب سمجھ لین کہ ممانعت ایسی جگہ جانے سے دوسری آیۃ سے ثابت ہے فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین یعنی بعد نصیحت کے قوم ظالمین کے پاس مت بیٹھ یعنی کفار سے اختلاط مت کر فی الحدیث من کثر سواد قوم فھو منھم اور حدیث صحیح مین آیا ہے کہ قرب قیامت مین ایک لشکر کعبہ معظمہ پر چڑھنے کے ارادہ چلیگا

جب قریب پہونچین گے سب زمین مین دھس جائین گے ازواج مطہرات مین سے ایک بی بی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اُسمین تو بازاری دوکاندار لوگ بھی ہونگے کہ ارادہ لڑنے کا نہ رکھتے ہونگے اُنکا کیا قصور آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب عام آتا ہے اُسوقت سب دھس جائین گے پھر قیامت کے روز اپنی اپنی نیت کے موافق محشور ہونگے انتہی پس جب یہ لوگ باوجود ضرورت تجارت کے بسبب اُنکے ساتھ شامل ہونگے عذاب الٰہی سے نہ بچین گے تو جسکو یہ بھی ضرورت نہو وہ کیونکر اُس غضب و عتاب سے جو مجمع کفار مین من اللہ نازل ہوا کرتا ہے محفوظ رہیگا اللھم قنا فتنۃ لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ واللہ اعلم ۱۵ جمادی الثانی

اسبال ازار و پہننا لہنگا و منع بیوہ از نکاح و رفتن زنان در بازار [illegible]

سوال - کیا فرماتے ہین علماء دین ان مسائل مین یعنی مردون کو پاجامہ ٹخنون کے نیچے پہننا اور مسلمان عورتون کو لہنگا پہننا - اور بیوہ عورتون کو نکاح ثانی سے روکنا اور مسلمان عورتون کو بازار مین جانا - اور دیگر مسلمانونکو داڑھی کترانا یا مونڈانا - اور مونچھین بڑھانا اور سر مین پٹھے رکھانا یا خط بنوانا اور چوٹی رکھانا یہ شرع شریف مین حلال ہے یا حرام یا مکروہ مع دلیل شرع کے بیان فرمایئے - بینوا توجروا - فقط -

الجواب - یہ سب امور معصیت ہین بعض صغیرہ بعض کبیرہ - اور وقت اصرار سب کبیرہ ہو جاتے ہین اما الاول فلما روی عن ابی ھریرۃ رض قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما اسفل من الکعبین من الازار فی النار رواہ البخاری وغیر ذلک من الاحادیث - اما الثانی فما روی عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص قال رای رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ثوبین معصفرین فقال ان ھذہ ثیاب الکفار فلا تلبسھا رواہ مسلم اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ نے معصفر سے ممانعت کی علت یہ ارشاد فرمائی کہ یہ لباس کفار مین سے ہے اُن کے ساتھ تشبیہ جائز نہین پس لہنگا بھی مخصوص لباس زنان ہنود کا ہے اس لئے بُرا ہے اما الثالث - فما قال اللہ تعالیٰ فلا تعضلوھن ان ینکحن ازواجھن اذا تراضوا بینھم بالمعروف ذلک یوعظ بہ من کان منکم یؤمن باللہ والیوم الاخر ذلکم ازکی لکم واطھر الآیۃ وقال اللہ تعالیٰ وانکحوا الایامی منکم الآیۃ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا علی لا تؤخر ثلثا وعد منھا الایم اذا وجدت لھا کفوا الحدیث اور اگر اسکو عار و عیب و ننگ سمجھتا ہے تو خوف کفر ہے لقولہ تعالیٰ فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما الآیۃ ولقولہ علیہ السلام لا یؤمن احدکم حتی یکون ھواہ تبعا لما جئت بہ الحدیث اما الرابع فلقولہ تعالیٰ ولا تبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولی الآیۃ ولقولہ تعالیٰ غیر متبرجات بزینۃ الآیۃ ولقولہ تعالیٰ ولا یبدین زینتھن الآیۃ پس معلوم ہوا کہ زینت کے ساتھ عورت کو بازار یا مجمع مین نکلنا یا کسی غیر محرم

کے سامنے آنا قطعاً حرام ہے البتہ اگر کوئی ضروری حاجت ہو اور بہیئت رثہ اور ثیاب بذلہ یعنی میلے کچیلے کپڑے پہن
مین پردہ کر کے نکلے تو جائز ہے لقولہ تعالی یدنین علیہن من جلابیبھن ولقولہ تعالے الا ما ظہر منھا
وفی الدر المختار وتمنع المرأۃ الشابۃ من کشف الوجہ بین الرجال لا لانہ عورۃ بل لخوف الفتنۃ۔
واللہ اعلم۔ اما الخامس والسادس فلما روی عن ابن عمر رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
خالفوا المشرکین اوفروا اللحی واحفوا الشوارب وفی روایۃ انھکوا الشوارب واعفوا اللحی متفق علیہ البتہ
مقدار قبضہ یعنی ایک مٹھی سے اگر داڑھی زائد ہو جائے اُسوقت کتروانا درست ہے۔ چنانچہ عالمگیری مین
تصریح کیگئی ہے اما السابع فلما روی عن ابن عمر ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم رای صبیاً قد حلق بعض راسہ
وترک بعضہ فنہاھم عن ذلک وقال احلقوا کلہ او اترکوا کلہ رواہ مسلم۔ اما الثامن فلما روی عن الحجاج
ابن حسان قال دخلنا علے انس بن مالک فحدثتنی اختی المغیرۃ قالت یومئذ انت غلام ولک قرنان
او قصتان فمسح راسک وبرک علیک وقال احلقوا ھذین او قصوھما فان ھذا زی الیہود رواہ
ابوداؤد وہ زی یہود تھا یہ زی ہنود ہے اور خصوصاً اگر کسی پیر فقیر کے نام پر رکھی جاوے تو شرک ہے واللہ اعلم
۲۱۔ شعبان روز چہارشنبہ ۱۳۰۲ھ

سوال۔ پارچہ مین کس کس قسم کا رنگ ناجائز ہے؟۔

الجواب۔ عورتون کے لئے ہر قسم کا رنگ جائز ہے اور مردون کے لئے کسم اور زعفران کا اتفاقاً ممنوع
ہے اور سرخ مین اختلاف ہے بعض کے نزدیک حرام بعض کے نزدیک مباح بعض کے نزدیک
مستحب بعض کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے اور قول اخیر مفتی بہ ہے اور باقی سب رنگ جائز ہین وکرہ
لبس المعصفر والمزعفر الاحمر والاصفر للرجال مفادہ انہ لا یکرہ للنساء ولا باس بسائر الالوان
وفی المجتبی والقہستانی وشرح النقایۃ لابی المکارم لا باس بلبس الثوب الاحمر اھ ومفادہ ان الکراھۃ
تنزیہیۃ لکن صرح فی التحفۃ بالحرمۃ فافاد انھا تحریمیۃ وھی المحمل عند الاطلاق قالہ المصنف
قلت وللشرنبلالی فیہ رسالۃ نقل فیھا ثمانیۃ اقوال منھا انہ مستحب در مختار فی الشامی ولکن جل الکتب
علی الکراھۃ کالسراج والاختیار والملتقی والذخیرۃ وغیرھا وبہ افتی العلامۃ قاسم جلد ۵ صفحہ ۲۲۸
۲۵۔ ربیع الاول ۱۳۰۲ھ۔

سوال۔ ذبیحہ رافضی کے ہاتھ کا جائز ہے یا نہین؟۔

الجواب ۔ شیعہ کے ذبیحہ کے حلت میں علماء اہل سنت کا اختلاف ہے راجح اور صحیح یہ ہے کہ حلال ہے قال الشامی وکیف ینبغی القول بعدم حل ذبیحتہ مع قولنا بحل ذبیحۃ الیہود والنصارے جلد ۵ صـــ ۱۸۹ واللہ اعلم ۲۵ ۔ ربیع الاول سنہ ۱۳۰۴ھ

سوال ۔ چہ میفرمایند علمائے دین متین اندرین مسئلہ کہ استعمال ادویہ انگریزیہ کہ دران امتزاج خمر وغیرہ اشیاء محرمہ یقیناً است وہمچنین استعمال معاجین وغیرہ کہ درآن اشیاء محرمہ ممزوج اند بکیسے نوع وبکدامی حالت جائزست یانہ ؟ ۔

الجواب ۔ اگر امتزاج اینچنین اشیاء مشکوک ست اعتبارے ندارد لقولہ تعالے ولا تقف ما لیس لک بہ علم الاٰیۃ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان احدکم فی الصلوۃ فوجد حرکۃ فی دبرہ احدث اولم یحدث فاشکل فلا ینصرف حتی یسمع صوتاً او یجد ریحاً رواہ ابوداؤد وقال الفقہاء ان الیقین لا یزول بالشک والاصل الحل والطہارۃ واگر مظنون یا متیقن ست پس خالی از دو حال نیست یا اشیاء محرمہ نجس اند چون خمر وبول وغیرہما یا طاہر چون عود سک وخراطین ونحوہما واستعمال ہر یکے دو نوع ست داخلی چون اکل وشرب و خارجی چون طلاء وضماد ۔ پس استعمال اشیاء محرمہ طاہرہ اگر خارجاً باشد بالاجماع مطلقاً جائز ست لقولہ تعالے فتیمموا صعیداً طیباً الاٰیۃ ۔ اباح التلطخ بالتراب الطاہر المحرم واگر استعمال ہمین اشیاء محرمہ طاہرہ داخلاً باشد یا استعمال اشیاء محرمہ نجسہ داخلاً یا خارجاً باشد پس درحالۃ اکراہ واضطرار اتفاقاً مباح ست لقولہ تعالی وقد فصل لکم ما حرم علیکم الا ما اضطررتم الیہ ودرحالۃ اختیار وقت عدم غلبہ ظن بحصول شفاء بالاتفاق حرام ۔ لقولہ تعالے قل فیہما اثم کبیر ومنافع للناس واثمہما اکبر من نفعہما الاٰیۃ ودرحالت اختیار ہنگام غلبہ ظن بحصول شفاء وعدم وجدان دوا دیگر علماء را اختلاف است بعضے جائز داشتہ اند لاجازۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العرنیین لشرب ابوال الابل وبعضے منع فرمودہ اند لقولہ علیہ السلام ان اللہ لم یجعل شفاءکم فی حرام رواہ البخاری وقالوا حدیث العرنیین منسوخ وبعض متاخرین فتوی بر جواز دادہ اند ۔ فی الدر المختار اختلف فی التداوی بالمحرم و ظاہر المذہب المنع کما فی رضاع البحر لکن نقل المصنف ثمہ وہنا عن الحاوی وقیل یرخص اذا علم فیہ الشفاء ولم یعلم دواء اٰخر کما خص الخمر للعطشان وعلیہ الفتوی پس امتناع تقوی ست وانتفاع فتوے واللہ اعلم ۔ ۱۹ ۔ ذیقعدہ سنہ ۱۳۰۴ھ

ع واگر دواء دیگر نیز میسر شود پس استعمال دوائے حرام حرام است واین بحث دیگر ست کہ دوا ہائے انگریزی چیزے حرام می باشد یانہ واگر می باشد حرمتش اتفاقی است یا اختلافی ودر اختلافی عموم بلوے موثر است یانہ ۱۲ منہ ۔

حکم استعمال ادویہ انگریزیہ

کتابت قرآن مجید بنجاست

سوال۔ لکھنا قرآن شریف کا ساتھ پیشاب کے۔

الجواب۔ معاذ اللہ قرآن مجید کا نجاست سے لکھنا اگر بدون اکراہ و اضطرار کے قصد و اختیار سے ہو تو کفر ہے کما لو سجد لصنم او وضع مصحفا فی قاذورۃ فانہ یکفر وان کان مصدقا لان ذلک فی حکم التکذیب کما افادہ فی شرح العقائد اھ رد المختار جلد ۳ صفحہ ۲۸۴ اور اگر کوئی اکراہ کرے کہ اگر تو نجاست سے نہ لکھے گا تو تجھکو قتل کر ڈالونگا یا ہاتھ پاؤن وغیرہ کاٹ ڈالونگا اور وہ اکراہ کرنے والا قادر بھی ہو اسوقت اُسکا ارتکاب جائز ہی لیکن مرتکب نہونا اور صبر کرنا بہتر ہے کہ اگر مارا گیا شہید ہوگا اور اگر وہ شخص قادر نہو یا سوائے قتل و قطع کے کسی اور امر سے ڈراتا ہو اُسوقت ارتکاب جائز نہین وان اکرہ علی الکفر بقطع او قتل رخص لہ ان یظہر ما امر بہ ویوجر لو صبر ولم یرخص بغیرہما در مختار جلد ۵ صفحہ ۹۴ اور اگر ضرورت دوا کی ہو یعنی کسی مرض مہلک مین گرفتار ہوا اور کسی عامل کامل مسلمان نیک بخت تجربہ کار نے کہا کہ اس امر سے تجھکو شفا ہو جائے گی اور کوئی دوا یا تدبیر بجز اسکے باقی نہ رہے اسکا نام حالت اضطرار ہے اس صورت مین فقہا کا اختلاف ہے اور یہ اختلاف فرع ہے اختلاف تداوی بالمحرم کی ایسی حالت مین جس نے اُسکو جائز رکھا اسکو بھی جائز رکھا جس نے اُسکو حرام کہا اسکو بھی حرام کہا اور ترجیح اور اختیار مین اختلاف ہے بعض نے جواز کو اختیار کیا بعض نے منع کو اختلف فی التداوی بالمحرم وظاہر المذہب المنع کما فی رضاع البحر لکن نقل المصنف ثمہ وہنا عن الحاوی وقیل یرخص اذا علم فیہ الشفاء ولم یعلم دواء اٰخر کما رخص الخمر للعطشان وعلیہ الفتوی۔ در مختار۔ وفی الخانیۃ فی معنی قولہ علیہ السلام ان اللہ لم یجعل شفاءکم فیما حرم علیکم کما رواہ البخاری ان فیہ شفاء لا باس بہ کما یحل الخمر للعطشان فی الضرورۃ وکذا اختارہ صاحب النہایۃ فی التجنیس وقال لو رعف فکتب الفاتحۃ بالدم علی جبہتہ وانفہ جاز للاستشفاء وبالبول ایضا ان علم فیہ شفاء لا باس بہ لکن لم ینقل رد المختار وفیہ بعد اسطر ونص ما فی الحاوی القدسی اذا سال الدم من انف انسان ولم ینقطع حتی یخشی علیہ الموت وقد علم انہ لو کتب فاتحۃ الکتاب او الاخلاص بذلک الدم علی جبہتہ فلا یرخص لہ فیہ وقیل یرخص کما رخص فی الخمر للعطشان واکل المیتۃ فی المخمصۃ وعلیہ الفتوی رد المختار جلد ۱ صفحہ ۱۴۰ یہ عبارت مشعر اختلاف کی ہے اور اگر نوبت ہلاکی کی نہین پہونچی یا دوسری دوا یا تدبیر عمل وغیرہ مباحات مین سے ممکن النفع ہے یا کوئی کافر یا مسلمان فاسق یا ناتجربہ کار اسکو نافع کہے اُسوقت کسی کے نزدیک جائز نہین لما مر من الحاوی ولا ینقطع حتی یخشی علیہ الموت ولما ذکر فی الدر المختار ولم یعلم دواء اٰخر ولما فی الدر المختار او باخبار طبیب حاذق مسلم مستور وافاد فی النہر

تبعا للبحر جواز التطبب بالکافر فیما لیس فیہ ابطال عبادۃ قلت وفیہ کلام جلد ۲ صفحہ ۱۱۶ اور درصورت پائے جانے کل شرائط مذکورہ کے ہرچند کہ اس فعل کے جواز و عدم جواز مین کلام و اختلاف لیکن جواز ترک متفق علیہ ہے یعنی اگر نہ کیا تو کسی کے نزدیک گنہگار نہوگا کیونکہ دوا کرنا واجب نہین اگر دوا ئی مباح بھی نہ کرے تب بھی جائز ہے فالحرام بالاولی (قولہ ولا علیہ) اقول فیہ نظر لان اساغۃ اللقمۃ بالخمر وشرب الماء لازالۃ العطش احیاء لنفسہ متحقق النفع فلذا یاثم بترکہ الاکل مع القدرۃ علیہ حتی یموت بخلاف التداوی ولو بغیر محرم فانہ لو ترکہ حتی مات لا یاثم کما نصوا علیہ لانہ مظنون کما قدمناہ تامل رد المحتار جلد ۵ صفحہ ۲۴۹ پس جس حالت مین کہ ترک مین کسی کے نزدیک گناہ نہین اور فعل مین بعض کے نزدیک گناہ ہے بہرحال ترک احوط ہوا۔ لقول اللہ تعالے فبشر عبادی الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ ولقولہ علیہ السلام دع ما یریبک الی ما لا یریبک ولقول الفقہاء رحمہم اللہ ما اجتمع الحلال والحرام الا غلب الحرام وقد امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مثل ھذا اذا تعارضت الدلائل وتشتتت الاقاویل استفت قلبک ولو افتاک المفتون فلما رجعنا الی قلبنا افتانا بالمنع ای منع لاسیما والمقام مقام الہیبۃ والتعظیم وقد قال اللہ تعالے فی حق ھذا الکلام رفیع المقام فلا اقسم بمواقع النجوم وانہ لقسم لو تعلمون عظیم انہ لقرآن کریم فی کتاب مکنون لا یمسہ الا المطہرون وقال تعالی کلا انہا تذکرۃ فمن شاء ذکرہ فی صحف مکرمۃ مرفوعۃ مطہرۃ بایدی سفرۃ کرام بررۃ۔ وقال تعالے ومن یعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب ولا ریب انہ من اعظم الشعائر فتعظیمہ عین تعظیم المتکلم بہ سبحانہ وتعالی شانہ وقد نہانا الشرع عن قراءتہ وکتابتہ ومسہ وانا جنب وعن الاخیرین وانا محدثون وامرنا بتعظیمہ وتفخیمہ وتحسینہ وتزیینہ فالادب الادب تنح عن الکلاب ولنعم ما قیل بالفارسیۃ۔ ~~۵~~ چیست قرآن ای کلام حق شناس

رونمائے رب ناس آمد بہ ناس ✣ حرف حرفش راست در بر معنیے ✣ معنیے در معنیے در معنیے

لعبت بازیچہ اش فہمیدۂ ✣ باخزف گنجینہ سنجیدۂ ✣ این نہ ایمان است و دین است ای اضل

اقتضائے کفر و مصحف در بغل ✣ از سر درس ملاہی باز آ ✣ در دبستان الٰہی باز آ

بس کن ای نادان بس کن این خروش ✣ انچہ میگوئی بگو با عقل و ہوش ✣ واللہ اعلم ۲۷۔ ذیحجہ ۱۳۰۲ھ

سوال۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ مین جو کہ مدارس دختران

عہ لیس المراد انہ داخل فی الاجتماع بل المراد ان الاحتیاط ھو مبنی ھذہ القاعدۃ فثبت مقصودیۃ الاحتیاط ۱۲ منہ۔

ازجانب مشن عیسائیان برائے انجیل خوانی اس دیار میں مقرر ہیں اور اُسمیں لڑکیاں اہل اسلام کی بھی تعلیم پاتی ہیں اور انجیل پڑھتی ہیں اور معلم انجیل بھی ان مدارس کے اکثر اہل اسلام ہوتے ہیں اور دیگر مذہب کے لوگ بھی نوکر ہوتے ہیں پس یہ تعلیم جو دختران نابالغہ کو ابتداءً ہوگی تو زیادہ موثر ہوگی اس صورت میں کہ وہ تعلیم نقش کالحجر رہے گی پس اہل اسلام کو انجیل پڑھوانا ایسی لڑکیوں نابالغہ کو بموجب شرع شریف جائز ہے یا نہیں اور معلمی ان مدارس کی یعنی نوکری کرنا اہل اسلام کو جائز ہے یا نہیں اور نیز بعض معلم جو اہل اسلام سے ہوتے ہیں خفیہ لڑکیوں کو قرآن شریف پڑھاتے ہیں مگر انجیل پڑھانے کے واسطے نوکر ہوتے ہیں یہ تعلیم قرآنی بطور خود جنکے نوکر ہوتے ہیں اُن سے خفیہ کرتے ہیں لہذا ایسا معلم خواہ خفیہ قرآن مجید پڑھائے یا انجیل قابل امامت ہے یا نہیں اور یہ پیشہ بموجب شرع شریف کیسا ہے؟-

الجواب- نہ تو ایسی لڑکیوں کو جو اپنے دین سے محض ناواقف ہیں انجیل جسمیں اکثر تحریفات و تکذیبات احکام الٰہی ہیں پڑھنا جائز- قال اللہ تعالیٰ ویتعلمون ما یضرھم ولا ینفعھم الآیہ وعن ابی ھریرۃ قال کان اھل الکتاب یقرؤن التوراۃ بالعبرانیۃ ویفسرونھا بالعربیۃ لاھل الاسلام فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تصدقوا اھل الکتاب ولا تکذبوھم وقولوا اٰمنا باللہ وما انزل الینا رواہ البخاری وعن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین اتاہ عمر فقال انا نسمع احادیث من یھود تعجبنا افتری ان نکتب بعضھا فقال امتھوکون انتم کما تھوکت الیھود والنصاریٰ لقد جئتکم بھا بیضاء نقیۃ ولو کان موسیٰ حیا ما وسعہ الا اتباعی رواہ احمد والبیہقی فی شعب الایمان وعن جابر ان عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ اتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنسخۃ من التوراۃ فقال یارسول اللہ ھذہ نسخۃ من التوراۃ فسکت فجعل یقرء ووجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتغیر فقال ابوبکر ثکلتک الثواکل ما تریٰ ما بوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فنظر عمر الی وجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال اعوذ باللہ من غضب اللہ وغضب رسولہ رضینا باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد نبیا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفس محمد بیدہ لو بدا لکم موسیٰ فاتبعتموہ وترکتمونی لضللتم عن سواء السبیل ولو کان حیا وادرک نبوتی لاتبعنی رواہ الدارمی- اور نہ اُسکی تعلیم کے لئے نوکری کرنا جائز کیونکہ اضلال خلق پر اجرت لینا حرام ہے ونزل فی مثل ھؤلاء قولہ تعالےٰ فویل للذین یکتبون

الکتاب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عند اللہ لیشتروا بہ ثمنا قلیلا فویل لھم مما کتبت ایدیھم وویل لھم مما یکسبون الآیہ اور یہ فساق ہین فاسق کی امامت مکروہ ہے والفاسق لانہ لایھتم لامر دینہ ھدایہ۔ اور قرآن مجید پڑھانا انکا کچھ کام نہ آئیگا جب تک اس عمل سے تائب ہونگے ؏ ہم خدا خواہی وہم دنیاء دون این خیال ست و محال ست و جنون ؛ این چہ ایمان ست و دین ست ای اضل ؛ اقتدا ے کفر مصحف در بغل از سر درس ملاہی باز آ ؛ در دبستان النہی باز آ ۔ واللہ الموفق۔

سوال۔ ڈاڑھی رکھنی کون سی سنت ہے اُسکے تارک پر کیا حکم شرعاً جاری ہوگا وے جو کہتے ہین کہ اگر ساری ڈاڑھی صاف کرے کچھ گناہ نہین یہ کیا بات ہو سیاستہً اُسپر کیا حکم دیا جاے گا ؟۔

الجواب۔ ڈاڑھی رکھنا واجب اور قبضہ ؏ سے زائد کٹانا حرام ہے لقولہ علیہ السلام خالفوا المشرکین اوفروا اللحی متفق علیہ فی الدر المختار یحرم علی الرجل قطع لحیتہ۔ وفیہ والسنۃ فیھا القبضۃ اھ اور کوئی سیاست خاص اُسکے بارہ مین منصوص نہین دیکھی مگر مقتضی قواعد کا یہ ہو کہ تعزیر دیا جاے۔ قال فی الھدایہ فیمن وطی اجنبیۃ فیما دون الفرج یعزر لانہ منکر لیس فیہ شئ مقدر ۔ اقول العلۃ مشترکۃ فالمعلول مثلہ واللہ اعلم۔

سوال۔ پردہ عورت کا کس کس شے سے یعنی آواز سنانا اور آوازدار زیور پہننا کیسا ہے اور باہر مکان سے عورت کو کس طور سے کسی کے ملنے کو کس کس کے ساتھ جانا چاہیئے اور نابالغ لڑکون اغیار سے پردہ کس عمر کے لڑکے سے چاہیئے اور زیارت قبور مستورات کو حرمین شریفین مین کیون اجازت ہوئی حالانکہ لعن اللہ علی زائرات القبور وارد ہے کسی صورت مین عجم مین عجمیہ مستورات کو جواز ہوگا یا نہین۔ توجروا۔

الجواب۔ عورت حرہ کو تمام اعضا کا پردہ فرض ہے بجز چہرہ اور کفین اور قدمین کے اور آواز مین اختلاف ہے مگر صحیح یہ ہو کہ وہ عورت نہین ہے مگر جوان عورت کو بے ضرورت اعضاے غیر مستورہ کا اجنبی کو دکھانا اور بدون حاجت اُس سے کلام کرنا منع ہے نہ اس وجہ سے کہ ستر ہے بلکہ بخوف فتنہ۔ وللحرۃ جمیع بدنھا خلا الوجہ والکفین والقدمین علی المعتمد وصوتھا علی الراجح وتمنع المرأۃ الشابۃ من کشف الوجہ بین رجال لا لانہ عورۃ بل لخوف الفتنۃ در مختار وفی رد المختار فانا نجیز الکلام مع النساء للاجانب ومحاورتھن

؏ یعنے جب کٹا کر بقدر قبضہ رہ جاے پھر اور کٹانا جس سے قبضہ سے کم رہ جاے حرام ہے اور یہ مطلب نہین کہ اگر ڈاڑھی قبضہ سے زائد ہو تو زائد کا کٹانا حرام نہین بلکہ یہ تو جائز ہے ۱۲ منہ۔

منع کشف وجوہ و رفع صوت و زیور آواز دار مرد زنان را و خروج بے ضرورت و زیارت قبور زنان را

عند الحاجۃ الی ذلک ولا یخبزلھن رفع اصواتھن ولا تمطیطھا ولا تلیینھا وتقطیعھا لما فی ذلک من استمالۃ الرجال الیھن وتحریک الشھوات منھم اھ اور باجہ دار زیور پہننا منع ہے عن ابن الزبیر ان مولاۃ لھم ذھبت بابنۃ الزبیر الی عمر بن الخطاب وفی رجلھا اجراس فقطعھم عمرؓ وقال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول مع کل جرس شیطان رواہ ابوداؤد وعن بنانۃ مولاۃ عبد الرحمن بن حبان الانصاری کانت عند عائشۃ اذ دخلت علیھا بجاریۃ وعلیھا جلاجل فقالت لا تدخلنھا علی الا ان تقطعن جلاجلھا سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تدخل الملائکۃ بیتا فیہ جرس رواہ ابوداؤد البتہ جسمین خود باجہ نہو اگرچہ لگ کر بجتا ہو اُسکا پہننا جائز ہے مگر اسطرح چلنا کہ اجنبی اُس کی آواز سنے ممنوع ہے قال اللہ تعالی ولا یضربن بارجلھن لیعلم ما یخفین من زینتھن واللہ اعلم۔

(۲) عورت کو وقت ضرورت کے مونھ ڈھانک کر خواہ تنہا یا کسی محرم یا ثقہ عورت کے ساتھ واسطے ملنے محارم اور دیگر حوائج ضروریہ کے گھر سے نکلنا جائز ہے مگر سفر کرنا بدون محرم کے جائز نہیں اما تغطیۃ الوجہ فلقولہ تعالے یدنین علیھن من جلابیبھن قال ابن عباس وابو عبیدۃ امرت نساء المومنین ان یغطین رؤسھن ووجوھھن بالجلابیب الا عینا واحدا لیعلم انھن حرائر تفسیر مظہری والتقیید بالضرورۃ فلقولہ علیہ السلام المرءۃ عورۃ فاذا خرجت استشرفھا الشیطان رواہ الترمذی اما التقیید بالمحرم او المرءۃ فلقولہ علیہ السلام لا یخلون رجل بامرءۃ الا کان ثالثھما الشیطان رواہ الترمذی اما منع السفر بلا محرم فلقولہ علیہ السلام لا تسافر المرءۃ الا ومعھا محرم اوکما قال واللہ اعلم۔

(۳) نابالغ لڑکے تین قسم کے ہین ایک تو بالکل نادان جنکو بالکل کسی چیز کی تمیز نہین انکے روبرو تو برہنہ ہونا بھی جائز ہے مثل جمادات کے ہین۔ دوسرا ذرا ہوشیار کہ تمیز تو رکھتا ہے مگر حد شہوت کو نہین پہونچا اُس کے روبرو ناف سے زانو تک کھولنا جائز نہین باقی جائز ہے تیسرا وہ جو قریب بلوغ کے پہونچگیا ہو اُسکا حکم مثل بالغین کے ہے تمام ستر ڈھانکنا اُس سے فرض ہے قال اللہ تعالی او الطفل الذین لم یظھروا علی عورات النساء الآیہ فان الطفل ان کان ممیزا لکنہ لم یبلغ حد الشھوۃ جاز للنساء الانکشاف عندہ الا من السرۃ الی الرکبۃ ولا یجوز لھا بحضرتہ کشف ما تحت السرۃ وان کان طفلا غیر ممیز بالکلیۃ فھو کالجمادات والبھائم لا باس لو کشفت عندہ ما تحت الازار ایضا وان کان مراھقا یشتھی فحکمہ حکم الرجال لانہ استعد للظھور علی عوراتھن تفسیر مظہری واللہ اعلم

(۴) عورتون کے لیئے زیارت قبور مین تین قول ہین ایک منع مطلقا لقولہ علیہ السلام لعن اللہ زوارات القبور

دوسرا جواز مطلقاً لقولہ علیہ السلام کنت نھیتکم عن زیارۃ القبور فزوروھا فانھا تزھد فی الدنیا وتذکر الآخرۃ الحدیث قالوا المانسخ النھی بلغ الرخصۃ الرجال والنساء جمیعاً تیسرا قول تفصیل اسطرح کہ اگر مقصود زیارت سے ندبہ ونوحہ وغیرہ کرنا ہو تب تو حرام وھو محمل قولہ علیہ السلام الاول اور اگر عبرت اور برکت کے لئے ہو تو بڈھیون کو جائز وھو محمل قولہ علیہ السلام الثانی۔ اور جوانون کو نا جائز جیسا مساجد مین آنا۔ لقول عائشۃ رضی اللہ عنہا لو ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رأی ما احدث النساء بعدہ لمنعہن کما منعت نساء بنی اسرائیل یہ تفصیل ردالمحتار مین خیر رملی سے نقل کر کے کہا ہے وھو توفیق حسن اھ اور اس حکم مین عربیات وعجمیات سب برابر ہین ہماری شریعت سب اسود واحمر کے لئے یکسان ہے واللہ اعلم۔

سوال۔ جو سات مقام پر عورت کو زیور پہننا مشہور ہے تو وہ مقام کون کون ہین ہ۔

الجواب۔ یہ وہ مواضع ہین جنکو اللہ تعالے نے آیۃ ولا یبدین زینتھن مین مواضع زینت فرمایا ہی حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے اس آیۃ کی تفسیر ان مواضع کے ساتھ کی ہے۔ سر گردن۔ عضد۔ ذراع۔ ساق کہ مواضع تاج وگردن بند وبازو بند۔ واستوانہ۔ وخلخال کے ہین پس انہین سے اگر اعضائے مزدوجہ کو ایک ایک شمار کیا جائے تو پانچ جگہ اور اگر دو دو گنے جائین تو آٹھ جگہ ہوتی ہین البتہ اگر تقدیر اول پر سینہ اور ہر دو گوش کہ موضع قلادہ اور قرط کا ہے لیا جائے تو سات پورے ہو جاتے ہین۔ واللہ اعلم۔

سوال۔ خاص ظروف تانبہ وجستہ وپیتل وپھول ولوہا مین خواہ قلعی دار تانبہ ہو یا بغیر اسکے کھانا پینا کیسا ہے۔ پاندان وغیرہ یعنی کٹورہ وپلنگ واوگالدان ظروف بدری مین استعمال کیسا ہے اور لاٹھی مین شام لوہا وپیتل وچاندی وغیرہ کی لگانا کیا حکم ہے جوتہ مین نعل آہنی لگانا کیا حکم ہے۔

الجواب۔ چاندی سونے کے سوا جس چیز کا برتن ہو اسکا استعمال جائز ہے وفی الجوھرۃ واما الآنیۃ من غیر الفضۃ والذھب فلا باس بالاکل والشرب فیھا والانتفاع بھا کالحدید والصفر والنحاس والرصاص والخشب والطین اھ درالمختار لیکن صاحب درمختار نے تانبہ اور پیتل مین کھانے کو مکروہ کہا ہے۔ حیث قال ویکرہ الاکل فی نحاس او صفر اھ مگر علامہ شامی نے اسکو مقید کیا ہے بے قلعی کے ساتھ حیث قال ثم قید النحاس بالغیر المطلی بالرصاص الخ پس اس حمل پر کلام صاحب جوہرہ ودرمختار مین تطبیق ہوگئی کہ جواز مخصوص ہے قلعی دار کے ساتھ اور کراہتہ بے قلعی کے ساتھ فتنبہ وتفقہ واللہ اعلم۔

شرعاً اعتبار غالب کا ہے پس اگر بدری مین چاندی یا سونا غالب ہے تو اسکا استعمال نا جائز ہے اور اگر مغلوب ہے

استعمال ظروف بدری

تو جائز اور اگر دونون مساوی ہین تو احتیاطاً عدم جواز مین ہے وغلب الفضۃ والذہب فضۃ وذہب وما غلب عنہ یقوم واختلف فی الغش المساوی والمختار لزوجہا احتیاطاً اھ قالہ صاحب الدر المختار فی احکام الزکوٰۃ قلت لما جعل الحکم للغالب واوجبت الزکوٰۃ فیہ فلا بد من ان یکون الحکم لہ فی کل الاحکام وکذا المغلوب والمساوی واللہ اعلم۔

سوا ے چاندی سونے کے تو ہر جگہ خواہ اوپر ہو یا نیچے جائز ہے اور چاندی سونے کی اگر پکڑنے کی جگہ ہو تو جائز نہین اگر نیچے ہو تو جائز ہے کما لو جعلہ ای التفضیض فی نصل سیف وسکین او فی قبضتہما او لجام او رکاب ولم یضع یدہ موضع الذہب والفضۃ در مختار واللہ اعلم۔

نعل لگانا جائز ہے فی رد المحتار فی مفسدات الصلوٰۃ قال ہشام رأیت علی ابی یوسف نعلین مخصوفین بمسامیر نقلت اتری بہذا الحدید باساً قال لا الخ واللہ اعلم۔

حرمت حیوان قماری

سوال۔ ماقولکم رحمکم اللہ اس بارہ مین کہ اگر کوئی دو شخص مرغ کی یا بکرے کی لڑائی باہم کرا دین اور پھر جب اُنہین سے کسی ایک نے بازی جیت لی اور بازی مین جیتے ہوئے مرغ کو یا بکرے کو دوسرے کسی کے ہاتھ بیچدے تو اب اس دوسرے کے ہاتھ مین سے کیسکو اُس کا خریدنا جائز ہے یا ناجائز فرض کرو کہ اُس نے اُس بکرے کو قصاب کے ہاتھ بیچ دیا تو اب اس قصاب کے پاس سے گوشت اسکا خرید کرکے کھانا جائز ہے یا نہین جواب مفصل تحریر فرمائین فقط۔

الجواب۔ بازی بدنا قمار ہے اور جو جانور قمار مین حاصل ہوا ہو وہ حرام ہے نہ اُسکا ذبح کرنا جائز نہ اُسکا گوشت بیچنا جائز نہ خریدنا جائز نہ کھانا جائز۔ قال اللہ تعالےٰ وان تستقسموا بالازلام الآیۃ شاہ عبد القادر صاحب مفسر دہلوی رحمہ اللہ ترجمہ مین فرماتے ہین اور یہ کہ بانٹا کرو پانسہ ڈالکر اور بانٹا کرنا پانسون سے یہ کافرون کا ایک جوا تھا کہ شرط بدکر ایک جانور دس شخص نے خریدا اور ذبح کیا اور دس پانسے تھے کسی پر لکھا آدھا کسی پر پاؤ کم زیادہ کوئی خالی پھر بانٹنے لگے تو ہر ایک کے نام پر جو پانسہ آیا وہی حصہ اُسکو ملا یا خالی نکل گیا شرط بدنی تمام حرام ہے یہ بھی اُسمین داخل ہے موضح القرآن ۱۲ وہکذا فی بعض التفاسیر واللہ اعلم۔ ۲۵۔ ذی الحجہ ۱۳۰۸ھ ہجری۔

سوال۔ کیا فرماتے ہین علماء شریعت دربارہ چاندی سونے کے بٹنون کے آیا مردون کو قمیص وغیرہ مین اُنکا لگانا جائز ہے یا نہین مع سند لکھین اللہ اسکا اجر دے فقط۔

الجواب۔ چاندی سونے کے بٹن لگانا مردون کو جائز ہے لما فی الدر المختار فی المجلد الخامس فے

کتاب الکراھۃ فی فصل اللبس وفی التتارخانیۃ عن السیر الکبیر لا باس بازرار الدیباج والذھب ترجمہ لفظی اسکا یہ ہوا کہ کچھ ڈر نہین ریشم اور سونے کی گھنڈیون کا فقط پس گھنڈی اور بٹن اول تو صورۃً متقارب ہین دوسرے اس قسم کی اشیاء کے جواز کی دلیل تابعیت لکھی ہے یہ علت دونون مین مشترک ہے غرض بٹن اور گھنڈی صورۃً ومعنیً ای علۃً مساوی ہین جب ایک جائز دوسرا بھی جائز اور جب سونے کی تصریح موجود ہے چاندی بدرجہ اولے جائز ہے لانہا اکثر منہ رخصۃ واللہ اعلم۔

سوال کیا فرماتے ہین علماء دین ومفتیان شرع متین اندرین صورت کہ نزد ہائے شطرنج معنی آیہ کریمہ یا ایھا الذین اٰمنوا انما الخمر والمیسر والانصاب الآیۃ مین داخل ہے یا صرف لہو ولعب فعل عبث ہے اور بحالت فرصت کوئی شخص تفنن کی راہ سے اوقات بیکاری مین مشغلہ شطرنج کا کرے تو مرتکب گناہ کبیرہ مثل خمر ومیسر کے ہے یا فعل عبث وبیہودہ ہے اور معنی انصاب کے محققانہ تحریر فرمایئے اور صاحب مذہب شافعی کا کھیلے تو از روے مذہب شافعی مرتکب کبیرہ کا ہوگا اور شطرنج زمانہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم مین تھی یا نہین اور مسئلہ شطرنج قیاسی ہے یا منصوص کتب احادیث وتفسیر وفقہ سے بحوالۂ کتب جواب تحریر فرمایئے۔ بینوا توجروا۔

الجواب - اگرچہ شطرنج انصاب مین جو بمعنی بت کے ہے داخل نہین مگر دوسرے دلائل سے حرام ہے اگر مع القمار ہے تو بالاجماع لقولہ تعالےٰ انما الخمر والمیسر الآیہ اور اگر بدون قمار کے ہے تو مع الاختلاف یعنی ہمارے نزدیک اُسوقت بھی حرام ہے لاطلاق ما روی صاحب الھدایۃ لقولہ علیہ السلام من لعب بالشطرنج والنردشیر فکانما غمس یدہ فی دم الخنزیر ولقول علی رض حین مر بقوم یلعبون بالشطرنج فقال ما ھذہ التماثیل التی انتم لھا عاکفون - وقد روی مثل ھذا عن عمر رض ایضا حین مر بقوم یلعبون بالشطرنج وقد تشبہ عملھم بعبادۃ الاوثان اھ غایۃ البیان ۱۲ وعن عبد اللہ بن عمر رض انہ قال للقاسم بن محمد ھذا النرد ذکرتھا فما بال الشطرنج قال ما الھی عن ذکر اللہ وعن الصلوۃ فھو المیسر - تخریج زیلعی ۱۲ ولما فی رد المحتار والشطرنج معرب شدرنج وانما کرہ لان من اشتغل بہ ذھب عناءہ الدنیوی وجاءہ العناء الاخروی فھو حرام وکبیرۃ عندنا وفی اباحتہ اعانۃ الشیطان علی الاسلام والمسلمین کما فی الکافی قہستانی ۱۲ ولما فی تفسیر الاحمدی وان کان بدون القمار فالنرد حرام بالاجماع والشطرنج حرام عندنا اھ اور جو کہ بعض کتب حنفیہ مین اسکی نسبت مکروہ لکھا ہے مراد اُس سے مکروہ تحریمی ہے جو عملاً مثل حرام کے ہے استحقاق عقوبت ناری ہین اگرچہ علماً فرق ہے کہ منکر اُسکا کافر نہین کما صرح بہ فی رد المحتار پس ہمارے نزدیک

ارتکاب اس فعل حرام کا موجب استحقاق عذاب جہنم ہے اعاذنا اللہ منہ اور امام شافعی رح کے نزدیک
اس صورت مین حرام نہین لیکن مکروہ ہی چنانچہ امام نووی شافعی نے شرح مسلم مین تصریح فرمائی ہے
واما الشطرنج فمذھبنا مکروہ لیس بحرام اھ اور بعض کتب مین جو اُنکی طرف نسبت اباحۃ کی ہی وہ اباحۃ مقابل حرمت
کے ہی جو شامل ہے کراہیۃ کو لما مر آنفا اور یہ کراہت بھی مقید چند شرائط کے ساتھ ہے کہ نماز وجواب سلام سے
غافل نہ کرے اور قمار نہ ہو اور بہت نہ کھیلے ورنہ اُنکے نزدیک بھی حرام ہے۔ لما فی التفسیر الاحمدی ومباح
عند الشافعی بشرط کونہ غیر مانع من الصلوٰۃ ورد السلام وکونہ غیر مقمر ومکثر منہ اقول قولہ مباح ای
مکروھا کما مر ۱۲ اور امام مالک رح اور امام احمد بن حنبل رح بھی ہمارے ساتھ متفق ہین بلکہ امام مالک رح فرماتے
ہین کہ یہ نرد سے بھی بدتر اور قمار سے زیادہ غفلت مین ڈالنے والی ہے جسکی حرمت متفق علیہ بین الجمہور ہے
وقال النووی وقال مالک واحمد حرام قال مالک ھو اشر من النرد والھیٰ عن الخیر اھ بہر حال اول تو ائمہ ثلٰثہ
رحمہم اللہ کے نزدیک حرمت اوسکی متفق علیہ ہے اور اگر شافعی کے نزدیک مکروہ بھی ہے تو چند شرائط سے کہ وہ
شرائط غالباً اس زمانے مین مفقود ہین کما ھو مشاھد غیر خفی اور اگر مفقود نہ بھی ہون تب بھی استخفاف^ع و دوام
سے مکروہ حرام ہو جاتا ہے اور اگر نہ بھی ہو تو ایک مجتہد کے مقلد کو دوسرے امام کی تقلید کرنا محض واسطے اتباع
ہوی کے حرام ہے اور داخل ہوتا ہے وعید یقولون ان اوتیتم ھذا فخذوہ وان لم توتوہ فاحذروا قولہ
تعالٰی اتخذوا دینھم لعبا ولھوا الآیۃ پس تقریر بالا سے واضح ہوا کہ شطرنج آیہ انما الخمر مین مفہوماً تو داخل نہین
مگر حکماً وتحریماً داخل ہے لما مر من قول علی رض ما ھذہ التماثیل الخ اور حالت فرصت مین بھی کھیلنا ائمہ ثلٰثہ
کے نزدیک باعتبار مذہب کے اور شافعی کے نزدیک باعتبار فقدان شرائط اباحۃ اور اتباع ہوی کے حرام ہے
اور نفس حرمت مین مثل خمر ومیسر کے ہے اگرچہ بعض وجوہ سے تفاوت ہے یون تو خود محرمات منصوصہ مین
بھی من کل الوجوہ مساوات نہین بعض اشد ہے بعض سے کما جاء ان الغیبۃ اشد من الزنا اور بیان محض
عبثیۃ ولہویۃ علۃ حرمت نہین اگرچہ وہ بھی کافی ہو سکتی ہے لقولہ علیہ السلام ما الھاک عن ذکر اللہ فھو میسر
ھدایہ ای حکما ۱۲۔ اور جو اصل سے شافعی المذہب ہو اور کھیلے تو وقت فقدان شرائط حرام ہے ورنہ مکروہ
مگر استخفاف ضرور حرام ہے اور ظاہرا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے زمانہ مین شطرنج تھی کما مر من الحدیث المروی
عن الھدایۃ اور اگر نہ بھی ہو تو آپکو وحی سے اسکا رواج مکشوف ہو گیا ہو اس لیے اُسکا حکم ارشاد فرمایا۔ اور

ع کیونکہ مکروہ بھی قسم مذموم کی ہے اور استخفاف مذموم کا ظاہر ہے کہ اشد ہے ۱۲ منہ۔

مسئلہ شطرنج بقول صاحب ہدایہ تو منصوص رسول ہے اور صحابہ کی تصریح مین تو کلام ہی نہین جنمین دو خلیفہ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی داخل ہین جنکا اتباع ماموربہ ہو حیث قال علیہ السلام علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین وعضوا علیہا بالنواجذ تب بھی مثل منصوص کے ہوگا اور اگر قیاسی ہی سہی تو قیاس بھی تو ادلہ شرعیہ سے ہے بلکہ اکثر مدار فقہ ودین کا یہی ہے اسپر بھی عمل واجب ہوگا۔ غرض حیلہ سے جواز ثابت ہونا ممکن نہین اور معصیۃ کو تاویل رکیک سے جائز کرنا اشد ہے اس سے معصیۃ جائز کرے حافظ علیہ الرحمۃ فرماتے ہین ؎ ترسم کہ صرفہ نبرد روز بازخواست ✤ نان حلال شیخ ز آب حرام ما ✤ اگرچہ تاویل باطل کرکے عوام خلائق سے عقب گذاری ممکن ہو مگر خدا تعالے کہ عالم السر والخفی ہے اُس سے کیونکر بچ سکتا ہے مولانا رومی علیہ الرحمۃ فرماتے ہین ؎

خلق را گیرم کہ بفریبی تمام ✤ در غلط اندازی تا ہر خاص وعام ✤ کارہا با خلق آری جملہ راست ✤ با خدا تزویر وحیلہ کے رواست ✤ کار با او راست باید داشتن ✤ رایت اخلاص وصدق افراشتن

اللہم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ والباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

سوال۔ ہنود کے ہاتھ سے پانی پینا کوئی شے پختہ کھانی درست ہے یا نادرست ہے نزدیک امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اگر درست ہے تو کس صورت سے درست ہے کافر نجس العین ہے یا کچھ کم؟۔

الجواب۔ انسان نجس العین نہین اگرچہ کافر ومشرک ہو بعضے لوگون کو آیہ کریمہ انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام سے شبہ ہوجاتا ہے کہ مشرک نجس العین ہے اور اسی وجہ سے مسجد حرام مین آنا درست نہین مگر انصاف یہ ہے کہ اس آیۃ سے ہرگز اس مطلب پر استدلال نہین ہوسکتا لفظ نجس مشترک ہے درمیان نجاسۃ اصلی وعارضی وظاہری وباطنی وحقیقی وحکمی وخفیفہ وغلیظہ کے پس بلا دلیل ایک معنی کو معین کرنا تحکم ہے بلکہ لفظ محتمل سب معانی کو ہے جب محتمل ہوا قابل استدلال نرہا اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال پھر دوسری جگہ فرماتے ہین انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس پھر کیا میسر الانصاب وازلام کو نجس العین کہین گے اور ممانعت دخول مسجد حرام کی کچھ نجس العین ہونے کیوجہ سے نہین اگر یہ وجہ ہوتی تو مسجد حرام کی کیا تخصیص تھی سب مساجد کے لیے یہی فرماتے پس خاص مسجد حرام کے حکم بیان فرمانے سے معلوم ہوا کہ مراد اس سے ممانعت حج وعمرہ کی ہے جو خاص مسجد حرام کے ساتھ مخصوص ہے اور مساجد مین داخل ہونا مشرک کا جائز ہے خود رسول اللہ صلے اللہ

علیہ وسلم نے وفد بنی ثقیف کو جو کہ مشرکین تھے مسجد مین اوتارا اور ثمامہ بن اثال کو جو کہ حالت شرک مین گرفتار ہوکر آئے تھے مسجد کے ستون سے باندھا دونون روایتین مرقوم ہین روی ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم انزل وفد بنی ثقیف فی المسجد وکانوا مشرکین انتہیٰ عنایہ شرح ھدایہ وفی البخاری بعث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خیلا قبل نجد فجاءت برجل من بنی حنیفۃ یقال لہ ثمامۃ ابن اثال سید اھل الیمامۃ فربطوہ بساریۃ من سواری المسجد جلد اول صہ۶۷ باب دخول المشرک فی المسجد پس اگر مشرک نجس العین ہوتا تو آپ کیون مسجد مین داخل ہونے دیتے اور اسیطرح صحابہ و تابعین واتباع تابعین وغیرہم امت کا تعامل رہا پس معلوم ہوا کہ مراد نجس سے آیۃ مین نجس العین نہین بلکہ مراد نجس الباطن وخبیث الاعتقاد ہے کیونکہ شرک نجاست قلب کی ہے۔ جیسے ایمان طہارۃ قلب کی ہے جب مراد نجاست باطنی ہوئی تو باطنی نجاست طہارۃ ظاہری کے منافی نہین ہوسکتی پس جو احکام متعلق طہارۃ ظاہری کے ہین سب ثابت ہون گے اُس کے ہاتھ کا دباغۃ ہوا چمڑا پاک ہوگا یا وہ پانی پلائے یا احتیاط سے کوئی حلال کھانا پکا کر کھلائے کھانا پینا جائز و حلال ہوگا ہان اگر کوئی یون سمجھے کہ ہندو یا وجودیکہ اہل باطل ہین ہم سے کہ اہل حق ہین ذلیل و ناپاک سمجھکر پرہیز کرتے ہین تو انکی پاداش مین ہم بھی ان سے احتراز رکھین اس احتیاط کا کچھ مضائقہ نہین کہ الحق یعلو ولا یعلے وجزاء سیئۃ سیئۃ مثلہا واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

سوال۔ حقہ پینا کیسا ہے اور اصل مین وہ کیا ہے فقط ؟

الجواب۔ یہ حقہ قریب تین سو برس کے ہوئے کہ کفار نے نکالا ہے پھر سب مین شائع ہوگیا اور اصل مین یہ ایک دوا ہے بعض امراض کو نافع بھی ہے اور کثرت اسکی مضر ہے کما یعلم من کتب الطب اب پینے والون کی مختلف غرضین ہین مختلف مزاج ہین مختلف طور ہین اور مختلف خیال اور مختلف عادتین ہین کوئی مرض کے لیے پیتا ہے کوئی شوقیہ پیتا ہے کسی کو کچھ نافع ہے کسیکو مضر ہے کوئی پیکر منہ صاف کرتا ہے کوئی مڑا لیتا ہے کوئی احتیاط سے پیتا ہے۔ کوئی بے احتیاطی سے کوئی برا سمجھ کر پیتا ہے کوئی اچھا جانکر پیتا ہے یہانتک کہ بعض روزہ مین پیتے ہین اور کہتے ہین کہ روزہ نہین ٹوٹتا کوئی بہت کثرۃ سے پیتا ہے کوئی کبھی کبھی پی لیتا ہے بعض کو اگر ایک گھنٹہ نہ ملے بے چین ہوجاتے ہین بعضو نکو کئی کئی روز تک خیال نہین ہوتا پھر تمباکو مین بھی بعض اقسام بہت تیز اور مضر ہین بعضے کم درجے مین

ہین کسی مین بو زیادہ ہے کسی مین کم ہے کسی مین نوبت نشہ یا فتور کی ہے کسی مین نہین کوئی ایسی چیز کے ساتھ مرکب ہے جس سے اُسکی خباثت کم ہو جاتی ہے کوئی نہین ہے اسی طرح حقہ اور نیچہ مین بھی بعضے نیچہ کے کپڑے پاک ہین کسی کے ناپاک کسی کے مشتبہ کوئی پیچوان ہے اسمین اثر قلیل آتا ہے کسی مین زیادہ آتا ہے کوئی جلد جلد تازہ کیا جاتا ہے کوئی کئی کئی دن تک سڑتا رہتا ہے کوئی عام ہے سب کا منہ لگتا ہے جیسے تکیون کے حقہ کوئی خاص ہے غرض نہ سب پینے والے برابر نہ سب تمباکو ایک طرح کی نہ سب حقے و نیچہ ایک قسم کے سب متفاوت اور مختلف ہر ایک کا حکم جدا پس اگر کسی نے ضرورت شدید مین کسی مرض دشوار کے علاج کے لیے احتیاط سے بطور دوا کے کبھی ایک آدھ بار پی لیا چندان جرم نہین اور جو بعد ازالہ بغیر ضرورت شوقیہ پیوے جیسا آج کل شائع ہے کہ یہی محفل کی زیب و زینت ہو گئی اور اسی کی خاطر و تواضع رہگئی اسکے نہ ملنے کی شکایتین ہوتی ہین کہ فلانے نے حقہ بھی نہ دیا اور زبان سے چاہے بُرا کہتے ہون اور شاید دل مین بھی جانتے ہون مگر ظاہر مین بے باکانہ اُسکو پیتے ہین اور ذرا محجوب و منقبض نہین ہوتے اور آخر مین مضر بھی ہوتا ہے اور منہ مین برابر بدبو آتی ہے اور ہر دم منھ مین گھسا رہتا ہے اور حواس مین بھی کدورت آجاتی ہے اور تشبہ اہل نار کے ساتھ ہے کہ منہ اور ناک مین سے دھوان نکلتا ہے اور خود دھوان اور آگ بھی آلہ عذاب کا ہے اُسکے ساتھ متلبس رہتی ہین اسطور اُسکا عادی ہو جانا بسبب اجتماع ان امور کے بیشک بُرا اور سخت مکروہ ہے پھر امور مذکورہ سابق کے تفاوت سے کراہت مین بھی تفاوت ہوگا اور بعضے پینے والے جو بد احتیاط ہین اور سڑے ہوئے حقے ناپاک نیچے تیز تمباکو کہ پیتے پیتے نشہ ہو جاتا ہے اور شراب کی سی مدہوشی ہوتی ہے اسکی حرمت مین کچھ شبہ نہین حاصل یہ کہ کوئی حقہ زیادہ مکروہ کوئی کم مکروہ کوئی حرام۔ کوئی ضرورت شدیدہ مین بطور دوا کے ایک آدھ بار روا اور اس تقریر پر ممکن ہے تطبیق درمیان اقوال علماء و فقہاء کے جو مختلف ہین اسکے اباحۃ و کراہت و حرمت مین پس جیسا موقع کسی نے دیکھا ہوگا ویسا کہدیا ہوگا بہر حال پینے والا اسکا گناہ سے خالی نہین اور اصرار گناہ پر سخت گناہ ہے اور اکثر اہل کشف و رویا صادقہ کے اقوال سے معلوم ہوا کہ اسکا پینے والا محفل مبارک نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مین دخل نہین پاتا اور بعضون نے اسکے پینے والون کو معذب بھی دیکھا ہے اعاذنا اللہ منہ

ع۵ یعنی اکثر حالتون سے نہ کہ کُل حالتون مین اور نیز یہ امر بھی قابل تحقیق ہے کہ اس سے جو مزاج مین تغیر ہوتا ہے وہ اثر تفتیر کا ہے مثل افیون کے یا حدت کا مثل مرچ کے ۱۲ منہ۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے **شعر**- تماکو نوش را سینہ سیاہ است ٭ اگر باور نداری نے گواہ است

ھذا ما عندی واللہ تعالےٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم-

سوال- ناصیہ کے بال لینا اعنی حجامت بنانا اور گردن مونڈانا اور سینہ کے بال کترانا یا مونڈانا علےٰ ہذا ران وہاتھ کے کیسا ہے-

الجواب- ناصیہ یعنی مقدم راس کے بال لینا باقی چھوڑنا قزع مین داخل ہے اور ممنوع گردن کے[1] بال مونڈانا فقہار نے مکروہ سمجھا ہے سینہ اور ران کا مونڈانا درست ہے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم-

اسقاط حمل

سوال- کیا فرماتے ہین علماء دین اس مسئلہ میں جب بھینس کا بچہ مرجاتا ہے اسکو گدی گوڑتے ہین یعنی اگلے پاون باندھ کر فرج مین مع اُسکی دُم کے ہاتھ ڈالتے اور آہستہ آہستہ اُس کی پیٹھ پر ہاتھ مارتے ہین بعدہ ہاتھ کو پاک کر کے دودھ نکالتے ہین اس طریقہ سے جو دودھ حاصل کرتے ہین اُس دودھ کا کھانا شرعاً جائز ہے یا نہین- بینوا توجروا-

الجواب- چونکہ کوئی وجہ دودھ کی حرمت کی نہین اس لئے دودھ کا کھانا حلال وجائز ہے واللہ اعلم[2]-

سوال- نطفہ جبتک علقہ مضغہ رہے اسوقت اسکا اسقاط کسی وجہ سے کردینا جائز ہے یا نہین- اگر جائز نہین تو قتل نفس کا گناہ ہوگا یا کچھ کم؟

الجواب- جبتک روح نہ آوے اسقاط حکم قتل نفس مین نہین لیکن بلاضرورت مکروہ ہے اور بعذر جائز اور بعد نفخ روح حرام وکبیرہ وقتل نفس زکیہ فی الدر المختار ویکرہ ان تسقی لاسقاط حملہا وجاز لعذر حیث لا یتصور- فقط-

(ایک مہتمم مدرسہ نے جلسہ انعام طلبہ مین شرکت کی درخواست کی تھی اُسپر یہ تحریر فرمایا)

مخدومی مکرمی دامت برکاتہم- السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اسکے قبل کے عریضہ مین حاضری جلسہ سے جو مانع طبعی تھا اُسکی اطلاع کی تھی جس کا مشاہدہ مکرمی مولوی .... صاحب نے بچشم خود فرمایا ہے اور ممکن ہے کہ وقت جلسہ تک یہ مانع مرتفع ہوجائے اب بعض موانع شرعیہ کو محض استشارۃً پیش کرنا چاہتا ہون ہرچند کہ علماء کی خدمت مین ایسی جرأت کرنا خالی از سوءِ ادب نہین مگر ایک طرف خیرخواہی کا جزو دین وما مور بہ ہونا پیش نظر دوسری طرف

---

[1] مراد گدی ہے جسکو قفا کہتے ہین اور رقبہ کا مضائقہ نہین ۱۲- [2] اور یہ فعل بھی جائز ہے جیساکہ خصی کرنا بعلۃ منافع للناس جائز ہے وہ علت یہان بھی موجود ہے کذا قال الاستاذ العلام مدظلہ ۱۲-

آپ کی عنایات والطاف پر اعتماد پھر اُسکے ساتھ ہی اپنی رائے کی غلطی کے نکل جانے کی امید ان سب امور نے اجازت دی کہ بے تکلف اپنے خیالات ظاہر کردون اگر واقعی میری رائے غلط ہے تو مین دل سے خواہان ہون کہ اُسکی اصلاح فرما دیجائے - حاصل اُن موانع شرعیہ کا یہ ہے کہ جہان تک غور کرکے اور تجربہ کی شہادۃ سے دیکھا جاتا ہے بڑی غرض ان جلسون کے انعقاد کی دو امر معلوم ہوتے ہین فراہمی چندہ - اور اپنی کارگذاری کی شہرت یا یون کہیئے مدرسہ کی وقعت و رفعت جسکا حاصل حب مال اور حب جاہ نکلتا ہی جس سے نصوص کثیرہ مین نہی فرمائی گئی ہے ہرچند کہ مال وجاہ اگر دین کے لئے مقصود ہون تو مذموم نہین مگر کلام اسی مین ہو کہ ایسے مواقع پر یہ امور دین کے لیے مقصود ہین یا دنیا کے لئے سو گو نفس تاویل کرکے دین ہی کے لیے بتلاتا ہو مگر اللہ تعالے نے ہر قصد کے لئے ایک خاص معیار بنایا ہے جس سے صحت یا فساد قصد معلوم ہو جاتا ہے سو ان واقع مین جہانتک غور کیا جاتا ہے علامت طلب دُنیا کی غالب ع معلوم ہوتی ہین تفصیل اُسکی یہ ہے کہ اگر دین مقصود ہوتا تو اُسکے اسباب و طرق مین کبھی کوئی امر خلاف رضا حق تعالے اختیار نہ کیا جاتا اور جب ایسے امور اختیار کیے جاتے ہین اس سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ دُنیا مقصود ہی اور ان امور مین سے بعضے بطور انموذج یہ ہین - (۱) چندہ کے حاصل کرنے مین قواعد شرعیہ کی رعایت نہین کیجاتی کیونکہ حکم شرعی ہے کہ لا یحل مال امرئ الا بطیب نفسہ چندہ مین سوچ سوچ کر وہ طرق اختیار کیے جاتے ہین جس سے مخاطب کے قلب پر اثر پڑے گو وہ اثر دباؤ یا شرم و لحاظ کیون نہو ایسے لوگون کو واسطہ بنایا جاتا ہے مجمع مین اُنکے روبرو فہرست بھی پیش کیجاتی ہے شرکت جلسہ مین اصرار کیا جاتا ہے اور یقیناً معلوم ہے کہ بڑے آدمیون کو خالی ہاتھ آنے مین سُبکی و کم وقعتی کا اندیشہ ہوتا ہے - بقایا کو مشتہر کرتے ہین جس سے اُنکو اپنی بدنامی کا خوف ہوتا ہے (۲) حکم شرعی ہے کہ ریا حرام ہے اور اکثر ایسے مواقع پر دینے والون کے دل مین ریا ہوتی ہے اور ریا کا سبب بن جانا بھی معصیت ہے، (۳) اکثر اوقات علماء کا اُمراء کے دروازون پر جانا اور اُن سے تملق کی باتین کرنا - (۴) جن اموال کو حلال نہین کہتے اگر وہ بھی حاصل ہون ہرگز انکار نہین کیا جاتا کیا ممکن ہے یا واقع ہے کہ کسی غالب سود یا رشوت والے نے کچھ دیا ہو اور اُسکو جلوہ مین یا خلوہ مین واپس کردیا گیا ہو - (۵) اپنے مدرسہ کو اصلی حالت سے اکثر زیادہ ظاہر کیا جاتا ہے تصریحاً یا ایہاماً جسکا حاصل کذب و خداع ہی (۶) اگر کوئی شخص مدرسہ پر کسی قسم کا اعتراض کرے اور وہ حق بھی ہو تو ہرگز اُسکو قبول نہین کیا جاتا بلکہ اُس کے درپے ہو کر رد کرنے کی کوشش ہوتی ہے گو دل مین اُسکو حق سمجھتے ہین جسکا حاصل بطر حق ہی (۷) اگر اور کوئی مدرسہ

ع یعنی اکثر ۱۲ منہ -

مقابلہ مین ہو جائے اور گو اُسکی حالت واقع مین اچھی ہو مگر ہمیشہ وہ مثل خار نظر آتا ہے اور دل سے اُس کے انہدام وانعدام کے متمنی رہتے ہین ورنہ خوش ہونے کی بات تھی کہ دین کا کام کئی جگہ ہو رہا ہے لیکن محض اسوجہ سے کہ اُسکی شہرت نہ ہو جائے اُسمین چندہ کی بیشی اور اسمین کمی نہ ہو جائے ناگواری ہوتی ہے (۸) کارروائی مین اپنی کارگذاری کا اظہار اپنی مدح اپنے مدرسہ کی ترجیح اپنے کام کی خوبی وکثرت دکھلانا اور اُسکی وجہ سے تعلیم کی کمیت کا کیفیت سے زیادہ اہتمام کرنا اور کتابین بلا استعداد گھسیٹنا کہ کارروائی دکھلا سکین خواہ طالب علمون کو آئے یا نہ آئے ان علامات مین سے اوّل کی چار حب مال لغیر الدین کی علامتین ہین اور موخر کی چار حب جاہ لغیر الدین کی علامات ہین اور فساد منشار کی وجہ سے آثار بھی ایسے ہی مرتب ہوتے ہین۔ (۹) اکثر ایسے جلسون مین اسراف ہوتا ہے جن لوگون کو بلانے کی کوئی ضرورت نہین اُنکے اور اُنکے رفقا و خدام کے کرایہ مین بہت سے روپیہ جاتے ہین بعض اوقات طعام وغیرہ کا بھی مدرسہ سے اہتمام ہوتا ہے جسمین تکلف ہوتے ہین اور ساتھ مین غیر اضیاف بھی کھاتے ہین اور غالباً بلکہ یقیناً روپیہ والون سے اذن نہین لیا جاتا اور دلالت اذن کا بھی دعویٰ مشکل ہے کیونکہ اہل عطا خود ایسے مصارف کی مذمت کیا کرتے ہین۔ (۱۰) بعض جگہ مسجد مین ایسے جلسے ہوتے ہین اور مسجد کے ساتھ بیٹھک کا سا برتاؤ ہوتا ہے شور و شغب دُنیا کی باتین اشعار مذمومہ اور بہت سے منکرات جو مشاہدہ سے متعلق ہین جب مسجد مین وہ امور مباحہ بھی ناجائز ہین جنکے لیے مسجد موضوع نہین تا بہ منکرات چہ رسد (۱۱) ایسی کارروائیون سے بجائے وقعت وعزت مقصودہ کے اہل علم کی ذلت وحقارت اہل دنیا کی نظر مین ہوتی ہے کیونکہ اصل عزت استغنا ہے اور اس تحقیر کا ثمرہ یہ ہوتا ہے کہ اپنی اولاد کے لئے علم دین کو پسند نہین کرتے کہ یہی انجام ان کا ہوگا گویا یہ حالت مناعیت للخیر کا ایک شعبہ ہے۔ (۱۲) تکثیر سواد طلبہ و محصلین کیے دکھلانے کو نا اہلون کو اہل دکھلایا جاتا ہے وقس علی ہذا اگر یہ خیالات قابل اصلاح ہون تو اصلاح فرما دیجئے ورنہ مین عمل اور قبول کرنے پر جبر نہین کرتا مگر اقل درجہ میری غیر حاضری کے لئے انکو وجہ وجیہ قرار دیا جائے اور معاف فرمایا جائے۔ فقط والسلام

(جواب از مہتمم صاحب)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ حضرت اقدس کا والا نامہ پہونچا مضمون سے آگاہی ہو کر بہت بڑا اطمینان اور خوشی ہوئی۔ اللہ کا شکر ہے کہ مدرسہ ہذا کی بنیاد ابتدا سے کچھ ایسی پڑی ہے کہ جو امور آپ تحریر فرماتے ہین اُنسے نفرت ہے بناوٹ کو یہان کوئی پسند نہین کرتا محض توکل کے اوپر بنیاد ہے چندہ والون کی خدمت مین زیادہ اصرار کر کے جبر نہین کیا جاتا جسکی طبیعت چاہے شریک ہو جسکا جی چاہے نہ شریک ہو جو کام خدا واسطے مدنظر ہو اُسمین ان

امور کا خیال ہرگز نہین ہوتا خداوند کریم کے اختیار ہے جو چاہے سو کرے اہل دُنیا کی خوشامد کرنی فضول ہے یہی وجہ ہے کہ مدرسہ ہذا مین وہ ہی لوگ چند شرکا رچندہ ہین جو اخلاص سے دیتے ہین اور بار بار اُن سے تقاضا کی نوبت نہین آتی نہ بندہ کی اس قسم کی عادۃ ہے یہ فعل میرے نزدیک معیوب ہے مدرسہ مین جلسہ کرنے سے صرف غرض میری اتنی ہی ہوتی ہے کہ جو لوگ شریک چندہ ہین اُنکو واقعی کیفیت بلا زیادتی اور کمی کے سُنائی جائے اور انعام تقسیم کرکے جو طلبہ قابل ہین اُنکو خوش کرنا منظور ہوتا ہے تاکہ اُنکی دل شکنی نہ ہو اور نیز چند علماء جمع ہو کر وعظ و نصیحت کرین تاکہ لوگون کو ہدایت ہو اور مخلوق کو فائدہ پہونچے خاص جلسہ کے واسطے اور علماء کی آمد و رفت کے کرایہ مین صرف کرنے کے واسطے اور جو لوگ شریک جلسہ ہین جنکو مدرسہ کی طرف سے دعوۃ ہوتی ہے اس ہی غرض سے اسی نام سے اجازت لیکر آج تک کارروائی ہو رہی ہے۔ مدرسہ کے چندہ مین اور اس چندہ مین کوئی تعلق نہین یہ بات خداوند کریم نے میرے قلب مین اول ہی پیدا کردی تھی جلسہ مین شریک ہونے کیواسطے کیسی کی خوشامد و رئیس کے پاس ہرگز کوئی نہین جاتا بلکہ خاص طور پر غربا کی طرف زیادہ توجہ کی جاتی ہے چونکہ یہ بات مشاہدہ سے معلوم ہے کہ امرا لوگ جلسہ مین شریک شرم کی وجہ سے نہین ہوتے اس واسطے اُنکو بلایا بھی نہین جاتا اور نہ سعی کی جاتی ہے خود دعوت دیتے ہوئے نفرت معلوم ہوتی ہے اگر کوئی مدرسہ مقابلہ مین ہو جائے تو اُسکی تخریب کے درپے ہونا یہ محض نادانی اور بیوقوفی ہے اللہ کا شکر ہے کہ یہان کسی مدرسہ مین تقابل نہین کسی کی مخالفت سے غرض نہین بلکہ اور مدارس جو ہین اُنکی ترقی کے خواہان ہین اس کے خلاف کرنا خدا اور رسول کا چور ہونا ہے اور دین کا بدخواہ چونکہ دستار بندی ایک شیوہ اور فخر ہو گیا ہے اور اسکو اچھا سمجھ کر اختیار مدارس نے کیا ہے اس وجہ سے اس امر کو بندے نے اچھا نہین سمجھا اور مدرسہ ہذا مین اس کا سلسلہ موقوف رکھا اس مختصر عرضداشت سے جناب والا معلوم کرسکتے ہین کہ میری غرض مدرسہ کرنے سے کیا ہے آیا حب دنیا یا اور کوئی علاوہ اسکے اور جو کوئی امر خلاف مرضی اللہ اور شرع ہو بلا تامل نصیحت فرمائین بخدا مین اس مین آپکا نہایت شکرگذار ہونگا اور آپ کو محسن تصور کرونگا۔ چونکہ مدرسہ ہذا مین جلسہ کے واسطے اور کوئی جگہ نہین ہے اس واسطے صحن مسجد اختیار کیا ہے مگر حتی الامکان امور منہیہ کی رعایت اپنی طرف سے کی جاتی ہے اور لوگونکو تاکید بہت کیجاتی ہے یہ بات صرف مجبوری کی وجہ سے ہے جلسہ کرنے سے میری یہ غرض ہرگز نہین ہے کہ چندہ جمع ہو اور رفعت منظور ہو رہا امر خواندگی سو خدا کے فضل سے یہ بات نہین بلکہ مدرسون کو حتی الوسع تاکید ہے کہ طالب علمون کو خوب اطمینان سے پڑھائین اگرچہ کتابین سال مین کم ہون اور نیز طلبہ کی کمیت جسقدر ہوتی ہے اُسیقدر ظاہر کی جاتی ہے۔ اُمید کہ جواب باصواب سے مطلع فرما کر ممنون فرمائین۔

(جواب الجواب از حضرت مولانا مدظلہم العالی)

مخدومی دامت فیوضہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ الطاف نامہ نے مسرور فرمایا اللہ تعالی آپ کے مقاصد حسنہ اور اخلاص نیت مین زیادہ برکت فرماوین اور آپ کے مدرسہ کو اور اسیطرح جمیع مدارس اسلامیہ دینیہ کے فیوض وبرکات سے ہم محتاجون کو مستفید فرماوین آپ کی تحریر سے اطمینان ہوگیا کہ ماشاءاللہ آپ کو ایسے امور پر نظر اور اُس کا اہتمام ہے مگر سب کا حال صرف اس قدر ہو کہ جلسہ مین کوئی امر قبیح بالذات نہین ہوتا ہو لیکن یہ خلجان اب تک باقی ہو اور باقی رہنے والا معلوم ہوتا ہے کہ وجوب ترک کے لئے صرف قبیح بالذات شرط نہین بلکہ قبیح بالغیر کافی ہے سو یہ امر تو مسلم ہو چکا ہو کہ بہت سے بلکہ کل جلسے مفاسد معروضہ سابقہ سے خالی نہین ہوتے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اُسکا انسداد حتی الامکان ضروری ہے اور اُنکی ترویج مباشرۃً یا تسبیباً منہی عنہ ایسی حالت مین اگر کوئی مہتمم مدرسہ نہایت احتیاط کے ساتھ جلسہ کرے تو مباشر مفاسد تو نہ ہوگا مگر اس مین کوئی شبہہ نہین کہ دوسرے غیر احتیاطی جلسون کی ترویج کا سبب تو بنے گا فقہاء نے بہت مواقع مین بعض مباحات کو محض سداً للذرائع وحسماً لمادۃ الفساد تاکید سے روکا ہو چنانچہ علماء محققین اس زمانہ مین رسوم مروجہ مولد وفاتحہ واعراس کو گو بانی اعتقاداً وعملاً محتاط ہی کیون نہ ہو اسی بنا پر روکتے ہین کہ دوسرے بے احتیاطون کے لیے سند ہوگی اور بے احتیاطون کے لیے سبب ترویج کا ہوگا اس حکم مین مجالس بدعیہ ومجالس مدرسیہ متماثل ومتساوی ہین چنانچہ مشاہدہ کے بعد تامل کرنا کافی ہے اور جو مصلحتین ان جلسون مین ارشاد ہوئی ہین اُنکے مصلحت ہونے مین کلام نہین مگر مصالح اور مفاسد مین جب تعارض ہوتا ہو مفاسد کے اثر کو ترجیح ہوتی ہے جب کہ مصالح حد ضرورت شرعی تک نہ پہونچے ہون اور ما نحن فیہ مین ظاہر ہے کہ ضرورت[1] شرعی نہین ہے بلکہ مصلحۃ بھی اسی صورۃ مین منحصر نہین ہے معینین کو بذریعہ روئداد تحریری حالت مدرسہ کی معلوم ہوسکتی ہے اور طلبہ کا ویسے بھی انعام پاکر دل خوش ہوسکتا ہے اور وعظ وہدایت اول تو ایسے مواقع پر شرکاء جلسہ کو صاف صاف کرنا مشکل ہو اُنکے تکدر کا خیال ہوتا ہے پھر اس مقصود کا اہتمام مستقل طور پر بھی ہوسکتا ہے اس لئے اب تک بھی حاضری سے معافی کا خواستگار ہون۔ والسلام۔

سوال۔ جرس ممنوع کی کیا تعریف ہے مع کل جرس شیطان سے کیا مراد ہے بجتی ہوئی گھڑی امد گھنٹہ جرس مین کیون شامل نہین علامہ محدثین کی توجیہ (یعنی بوجہ اعلام دشمن سفر مین ممنوع ہونا) سے تو لازم آتا ہے کہ اب غلبہ اسلام کے وقت سفر مین بھی جائز ہو اگر ضرورت کو سبب اباحۃ قرار دیا جائے تو اول تو کچھ زیادہ

---

[1] پس مواقع ضرورت بشرط رعایت احتیاط مستثنے ہون گے اور گو یہ قلیل ہو مگر معدوم نہین ۱۲ منہ۔

ضرورت بھی نہین بغیر بجے بھی وقت معلوم ہوسکتا ہی نیز لازم آتا ہے کہ بیل گھوڑے کی گردن مین گھنٹی اور گھنگرو بھی پہنانے جائز ہون کہ لوگ آواز سنکر رستہ سے ہٹ جاوین اگر ہر جرس کی ممانعت عام رکھی جائے تو لوٹا کٹورہ گلاس کا ایک دوسرے سے لگ کر بجنا بھی حرام ہوگا غرضکہ کچھ سمجھ مین نہین آتا۔

الجواب۔ جرس کی حرمت لعینہ نہین ہے لغیرہ ہے جہان کوئی غرض صحیح ہو گو وہ حد اضطرار تک نہ ہو جواز کا فتوے دین گے تو گھڑی گھڑیال مین غرض صحیح ہونا یقینی ہے البتہ جہان صرف تلہی یا تفاخر و مثل اسکے غرض فاسد ہو وہان ناجائز کہین گے روایۃ عالمگیری اسکی کافی دلیل ہے فی العالمگیریۃ فی الباب السابع عشر من کتاب الکراہۃ۔ قال محمد فی السیر الکبیر انما یکرہ اتخاذ الجرس للغزاۃ فی دار الحرب وھو المذھب عند علمائنا الی ان قال قال محمد فی السیر فاما ما کان فی دار الاسلام وفیہ منفعۃ لصاحب الراحلۃ فلا باس بہ قال وفی الجرس منفعۃ جمۃ منہا اذا ضل واحد من القافلۃ یلحق بہا بصوت الجرس ومنہا ان صوت الجرس یبعد ھوام اللیل عن القافلۃ کالذئب وغیرہ ومنہا ان صوت الجرس یزید فی نشاط الدواب فھو نظیر الحدی کذا فی المحیط۔ اور چونکہ گھوڑے کے گلے مین محض تفاخر وتلہی کے لئے باندھتے ہین اور کوئی ضرورۃ نہین ہی لہذا جائز نہین ہوسکتا۔ واللہ اعلم۔ ۲۱۔ ذیقعدہ ۱۳۲۰ھ

سوال۔ سانڈہ کا کھانا حلال ہے یا حرام چونکہ اس مین مقلدین وغیر مقلدین مین اختلاف ہی لہذا مفصل تحریر فرمائیے اور نیز تفسیر احمدی مُلّا جیون رح ملاحظہ فرمالیجیے اور ماجعل اللہ من بحیرۃ ولا سائبۃ الخ کا کیا مطلب ہے۔

الجواب۔ اسمین تفصیل ہے ایک صورت یہ ہی کہ کسی شخص نے غیر اللہ کے نامزد کوئی جانور کر دیا اور اُسی نیت سے اُسکو ذبح کیا گو وقت الذبح بسم اللہ بھی کہے یہ تو حرام ہے قرآن مجید مین اسکی حرمت منصوص ہی اور کتب فقہ در مختار وغیرہ مین تصریحاً مذکور ہے دوسری صورت یہ ہے کہ غیر اللہ کا نام محض تعبیر وعنوان مین ہی نیت مین اُسکا تقرب وترضی مقصود نہین جیسے حدیث مین عقیقہ کے وقت یہ کہنا وارد ہے ھذا عقیقۃ فلان یہ بلا شبہ حلال ہی اور صاحب تفسیر احمدی اسی کو حلال کہتے ہین چنانچہ اُن کا منہیہ اس کا شاہد ہے۔ تیسری صورت یہ ہی کہ کسی شخص نے بہ نیت وعقیدہ فاسدہ اُسکو چھوڑا اور حاکم وقت نے کسی وجہ سے اُسکو پکڑ کر نیلام کر دیا اور کسی نے خرید کر اُسکو ذبح کیا یہ حلال ہے کیونکہ استیلاء موجب ملک ہے جب مالک وہ پہلا شخص نہ رہا اُس کا فساد نیت قابلِ اعتبار نہین۔ چوتھی صورت یہ ہے کہ کسی شخص نے اُسے نیت بد سے چھوڑ دیا تھا دوسرے شخص نے چرا چھپا کر

حکم سانڈہ یعنی جانور

ذبح کیا یہ حرام ہے دو وجہ سے اوّل فساد نیت مالک کے کیونکہ سائبہ کرنے سے خارج عن الملک نہین ہوتا دوسرے غصب و سرقہ کی وجہ سے پانچوین صورت یہ ہو کہ مالک نے اپنی نیت فاسد سے توبہ کر لی اور اس حیوان کو ذبح کیا یہ حلال ہی لارتفاع علۃ النہی اور ماجعل اللہ الخ کا مطلب اُس فعل کی نفی ہے جو مزعوم کفار تھا یعنی حرمۃ انتفاع بوجہ تعظیم واحترام واللہ اعلم۔

سوال۔ مین ایک ٹھاکر کے یہان ملازم ہون کھانا بھی اُنکے یہان سے آتا ہے گوشت اُنکے یہان پکتا ہی جسکے متعلق مجھے تردد ہے گوشت یا تو وہ شہر سے منگاتے ہین یا مجھسے بکرا ذبح کراتے ہین میرے خیال مین جب کبھی گوشت اُنکے یہان پکتا ہے میرا ہی ذبح کیا ہوا پکتا ہے لیکن چونکہ وہ گوشت نظرون سے غائب ہو جاتا ہے اور گھر کے اندر سے پک کر آتا ہے اس لئے مین نہین کھاتا بعض لوگ کہتے ہین کہ اُنکا یہ کہنا کہ "وہ اُسی گوشت مین سے ہی" دیانت مین داخل نہین اور اُس کا کھانا جائز ہے۔ پکا ہوا کھانا دیتے وقت وہ کچھ بھی نہین کہتے دریافت کرنے پر بھی کہتے ہین کہ آپ کا ذبح کیا ہوا گوشت ہے یا مثل اسکے اور کوئی بات بہر حال مجھکو کیا کرنا چاہیئے آیا گمان غالب پر کھا لینا چاہیئے کیونکہ معلوم ہوتا ہے کہ میرے ہی ہاتھ کا ذبیحہ گھر مین سے پک کر آتا ہے قاضیخان وغیرہ نے تو ان شبہات کو رفع کیا ہے یعنے اگر وہ یہ کہین کہ یہ گوشت اُسی مین کا ہے تو معاملہ ہی اور اگر کہین کہ یہ تمہارا یا کسی مسلمان کا ذبیحہ ہے تو دیانت ہے لیکن مجھکو ابھی اطمینان نہین ہوا ہی لہذا مفصل جواب مرحمت فرماین۔

الجواب۔ فی الدر المختار ویقبل قول کافر ولو مجوسیا قال اشتریت اللحم من کتابی فیحل او قال اشتریته من مجوسی فیحرم ولا یردہ بقول الواحد واصلہ ان خبر الکافر مقبول بالاجماع فی المعاملات لا فی الدیانات اھ پس کافر کا یہ کہنا کہ یہ اُسی ذبیحہ کا گوشت ہے منجملہ دیانات متعلقہ حل وحرمت ہے لہذا حسب روایات بالا اُس کا قول مقبول نہین جیسا ظاہر ہے قلت ہذا ہو القول المشہور فیہ سلامۃ العوام لکن ثانت فیہ دقیقۃ وہی ان ہذا اذا لم یقم علے کونہ ذبیحۃ المسلم دلیل الا قول الکافر فیصح فیہ الحکم اما اذا حفت بہ قرائن قویۃ تفید الطمانینۃ بکونہ ہو فہو حلال بلا تلعثم لان العلم فی ہذہ الصورۃ یکون بالدلیل غیر قول الکافر نظیرہ ما ورد فی الاحادیث ان بعض من صلے مع النبی صلے اللہ علیہ وسلم لما حولت القبلۃ شہد قباء وقت الفجر وشہد ان القبلۃ تحولت فتحولوا عن اخرہم مع ان خبر الواحد ظنی والقبلۃ السابقۃ کانت قطعیۃ فکیف راوا الظنی معارضا للقطعی فذلک الذی ذکرت ہو الوجہ فی ہذا الحدیث فان اکلتم فی الصورۃ المسئولۃ لا باس بہ بشرط شہادۃ القلب انہ ہو فقط۔ واللہ اعلم۔

ادویہ انگریزی

سوال - آجکل خواص وعوام بلاتکلف انگریزی ادویہ کو استعمال کرتے ہین جنکی ساخت مین اکثر روح الخمر اور رکٹی فائی اسپرٹ اور سیری وائن پڑتی ہے ٹنکچر - ایتھر - وائن اکسٹراکٹ اسی کی لاگ سے بنائے جاتے ہین مگر کہا جاتا ہے کہ ان کا نشہ کم ہے سمیت بڑھی ہوئی ہے زیادہ مقدار مین دین تو نشہ کرین مگر زیادہ مین دینے سے آدمی مر بھی جاتا ہے مگر سب دوائین ایسی نہین کہ زیادہ مقدار مین دینے سے آدمی مرہی جائے - اب فرمائیے کہ انگریزی ادویہ کا استعمال جائز ہوا یا ناجائز -

الجواب - روح الخمر وجوہر شراب چونکہ یقیناً اجزائے خمر سے ہے اُسکی حرمت سکر پر موقوف نہین فی الدر المختار وکرہ شرب دردی الخمر الی قولہ ولکن لایحد شاربہ بلا سکر اھ وقد صحوا بحرمۃ تناول الخبز الذی عجن دقیقہ بالخمر اور جبکہ اُسمین سکر بھی ہو تب تو شبہہ کی کوئی وجہ ہی نہین سو جواہر متعارفہ زمانتا مین سکر بھی ہے اور مقدار قلیل سے بالفعل سکر نہونا منافی وجود سکر نہین کیونکہ سکر سے مراد عام ہے بالقوہ ہو یا بالفعل فی الدر المختار وحرمہا محمد مطلقاً وبہ یفتی الی قولہ ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام اھ اور اسیطرح سم ہونا بھی منافی سکر نہین بلکہ اُسکا مؤید وموکد ہے کیونکہ منتہی سکر کا اہلاک اور سمیت ہے کما لایخفی علی ماہری الطبیعات اس تحقیق سے ادویۂ مسئولہ کا حکم معلوم ہوگیا کہ استعمال جائز[1] نہین لیکن جبکہ بالیقین ان اشیاء سے خالی ہو - واللہ اعلم - ۲۱ - ذیقعدہ ۱۳۳۲ھ

اثبات پردہ متعارف

سوال - آزاد اور مومنہ عورت کا پردہ اجنبیون اور نامحرمون کے سامنے آنے مین از روئے فقہ وحدیث کیا ہے برقع اوڑھنا واجب ہے یا چہرہ اور ہاتھ کھول کے باہر نکلنا جائز ہے اور اگر جائز ہے تو اُس شخص کی نسبت کیا حکم ہے جو عورتون کو گھر مین بیٹھ رہنے پر مجبور کرے چاردیواری سے نکلنے نہ دے یا بغیر برقع کے آنے جانے سے روکے -

الجواب - قال اللہ تبارک وتعالیٰ وقرن فی بیوتکن پارہ من یقنت شروع وقال اللہ تعالیٰ - یاایہا النبی قل لازواجک وبناتک ونساء المؤمنین یدنین علیہن من جلابیبہن الیٰ پارہ ومن یقنت قریب ربع وقال اللہ تعالیٰ واذا سألتموہن متاعاً فاسئلوہن من وراء حجاب الیٰ پارہ ومن یقنت رکوع ۳ وقال اللہ تعالیٰ والقواعد من النساء اللاتی لایرجون نکاحا فلیس علیہن جناح ان یضعن ثیابہن غیر متبرجات بزینۃ وان یستعففن خیر لہن پارہ قد افلح بعد ثلث اربع وقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم المرأۃ عورۃ فاذا خرجت استشرفہا الشیطان رواہ الترمذی وعن ام سلمۃ انہا کانت عند رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ومیمونۃ اذ اقبل ابن مکتوم فدخل علیہ فقال رسول اللہ

---

[1] اور اضطرار علاجی کی حالت مین اختلاف ہے اور احوط منع ہے ۱۲ منہ -

صلے اللہ علیہ وسلم احتجبا منہ فقلت یا رسول اللہ الیس ھو اعمی لا یبصرنا فقال صلے اللہ علیہ وسلم أفعمیاوان انتما وفی الدر المختار تمنع الشابۃ وجوبا من کشف الوجہ بین الرجال لا لانہ عورۃ بل لخوف الفتنۃ اھ (اس کا صفحہ اس وقت یاد نہین مگر عبارۃ دیکھی ہوئی یاد ہے) ان احادیث وآیات و روایات فقہیہ کا ترجمہ کسی ذی علم سے دریافت کرکے غور درکار ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عورت کے لئے حکم اصلی احتجاب واستتار بجمیع اعضائہا اور کا نہا ثابت ہے البتہ جہان ضرورت شدیدہ ہو یا بسبب کبر سن کے مطلق احتمال فتنہ واشتہاء کا باقی نہین وہان وجہ وکفین کا کشف جائز ہے اور یہی مطلب ہے ان کے ستر نہ ہونے کا اس سے جواب سوال کا واضح ہوگیا کہ مشتہاۃ عورت کا اجنبی کے روبرو آنا ازروئے قرآن وحدیث وفقہ ناجائز ہے اور ضرورت مین برقع اوڑھ کر نکلے البتہ جہان ضیق ہو یا معمر زیادہ ہو وہان جائز ہے پس جو عورتون کو گھرون مین بیٹھے رہنے پر مجبور کرے اور چار دیواری سے نکلنے نہ دے اور بغیر برقع کہین آنے جانے سے روکے وہ بالکل قرآن وحدیث وفقہ پر عامل ہے اور اُس شخص کو مفاسد وفتن سے روکنے کا اجر عظیم ملیگا اور مغلاق الشر ومفتاح الخیر کا مصداق ہو گا فقط واللہ تعالے اعلم۔ ۱۶- رمضان ۱۳۱۹ھ

فتاوائے تجارت در مجمع کفار

سوال۔ ایک شخص رائے دیتے ہین کہ دربار انگریزی کی نمائش مین جو بماہ جنوری آیندہ دہلی مین ہونیوالا ہے کوئی دوکان مرادآبادی برتنون کی یا اور کسی مال کی کھولی جائے یا دربار کے کسی کام کا ٹھیکہ لیا جائے۔ احقرنے جواب مین کہا کہ دربار کے کام کا ٹھیکہ اعانت مجمع کفار ہے اور نمائش بھی ایسی ہی ہے اسکے جواب مین وہ کہتے ہین کہ دربار کا ٹھیکہ اعانت ہے نمائش ایسی نہین کیونکہ نمائش بعد ختم دربار ہوگی اُس سے غرض دربار کی آرائش نہین ہے بلکہ مُلک کی صنعت وحرفت کی جانچ منظور ہے جسطرح دیگر اوقات مین مختلف مقامات مین نمائشین ہوا کرتی ہین اس مین حضور کا کیا ارشاد ہے اگر شرکت ایسے مجمعون کی ناجائز ہے تو اپنے دواخانہ کے اشتہارات تقسیم کرانا درست ہین یا نہین۔

الجواب کفار کا مجمع مطلقاً معصیت نہین ہے بلکہ صرف جو کسی معصیت یا کفر کی غرض سے منعقد کیا جائے ایسے مجمع کی شرکت واعانت سب حرام ہے اور جو کسی غرض مباح سے ہو جیسے مجمع مسئول عنہ کہ محض تزاید سرور واستحکام امر حکومت کے لئے ہوگا میرے نزدیک اس کا یہ حکم نہین ہان اگر کسی مقتدا کی شرکت سے یہ احتمال ہو کہ عوام الناس میری سندپکڑ کر دوسرے ناجائز مجامع کو اسپر قیاس کرکے بد احتیاطی کرنے لگینگے وہان اس عارض کی وجہ سے سداً للذرائع خاص ایسے شخص کو بچنا واجب ہوگا اور اشتہار تقسیم کرانا تو ہر حال مین جائز ہے اُسکو تکثیر سواد

سے کچھ مس نہین ۔ واللہ اعلم ۔

حلت خاکستر عقرب

سوال ۔ خاکستر عقرب کا استعمال اکلاً جائز ہے یا نہین جب وہ جلکر خاک ہوگیا تو بوجہ قلب ماہیتہ جائز ہوجانا چاہیئے کالخمر المتخلل وغیرہا ۔

الجواب جائز ہے لما ذکر فی السوال فقط واللہ اعلم ۱۸ ۔ ربیع الاول ۱۳۲۱ھ

قبول دعوت سودخوار وپابند رسوم

سوال ۱؎ اس مقام پر اکثر لوگ سود لیتے ہین اور وہ لوگ کاشت بھی کرتے ہین بعض کے یہان نصف آمدنی حلال ہے اور نصف حرام اور کہین نصف سے زیادہ حلال ہے اور نصف سے کم حرام اور بعض جگہ اسکا عکس ان لوگون کے مکان مین پردہ بھی نہین اور مولود شریف کی محفلین بھی کرتے ہین پس ایسے لوگونکی دعوت قبول کرنا درست ہے یا نہین لیکن اکثر ایسی محافل مین جانے سے بعض لوگون کی اصلاح بھی ہوتی ہے ۔

الجواب ۔ بے پردگی ومجلس مع لہ ہیئت متعارفہ اور جمیع معاصی اور بدعات کو اموال کی حلت اور حرمت مین کچھ دخل نہین پس اس بنا پر تو رد دعوت بے اصل ہے البتہ اگر رد سے قصد زجر واصلاح کا ہو تو رد کرین اور اگر قبول کرنے مین تالیف قلب اور امید قبول نصیحت ہو تو قبول کرنا اولی ہے البتہ سود کے اختلاط کو حرمۃ مین اثر ہے پس اگر نصف یا زائد سود ہے تو سب حرام ہے اور اگر نصف سے کم ہے تو حلال ہے فقط واللہ اعلم ۔

تحقیق متعلق جر ازار

سوال ۔ زید کا خیال ہے کہ ازار تحت الکعبین ممنوع اس وقت ہو جبکہ براہ تکبر وخیلاء ہو جیسا کہ عرب کا دستور تھا کہ اسپر فخر کیا کرتے تھے اور جبکہ تکبر نہ ہو بلکہ محض خوبصورتی اور زینت کے لئے ایسا کرے تو جائز ہے اور زینت محض امر ذوقی ہے ایک ہی امر ایک کو پسند ہوتا ہے دوسرا ناپسند کرتا ہے اختلاف ملک اختلاف رواج کی وجہ سے بہت فرق ہوجاتا ہے جسطرح نصف ساق تک پائجامہ اور اس سے بھی اونچا بُرا لگتا ہے اسیطرح ما فوق الکعبین بہ نسبت ماتحت الکعبین کے ابناء زمان کی نظر مین بدنما لگتا ہے صرف اس بدنما لگنے کی وجہ سے نیچا پہنتے ہین ریا کبر اور تفاخر سو دو چار انگل کے گھٹنے بڑھنے سے ہرگز نہین ہوسکتا بلکہ زینت وپسندیدگی اسکی باعث ہے چنانچہ احادیث مین اکثر یہ قید مذکور ہے من جر ازارہ خیلاء وغیرہ مین خیلاء کی قید ضرور ہے اور جو حدیثین مطلق ہین جیسے ما اسفل من الکعبین ففی النار وغیرہ وہ بھی حسب دستور عرب اسی مقید پر محمول ہین اور مطلق کا مقید پر محمول نہ ہونا اس وقت ہے جبکہ مطلق ومقید دونون دو واقعہ پر آئے ہون جیسے کفارہ قتل وکفارہ ظہار اور اتحاد واقعہ کے وقت حسب اصول حنفیہ مطلق مقید پر محمول ہوجاتا ہے جیسے کفارہ قسم کا قراءۃ ابن مسعود متتابعات کے ساتھ مقید ہوجانا نیز اسکی مؤید وہ حدیث ہے کہ حضرت نے ما اسفل من الکعبین

کی وعید بیان کی اور فرمایا من جر ثوبہ خیلاء لن ینظر اللہ الیہ یوم القیمۃ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یا رسول اللہ میری ازار لٹک پڑتی ہے الا ان اتعاہد تو حضرت نے فرمایا انک لست ممن تفعلہ خیلاء رواہ البخاری کذا فی المشکوٰۃ پس اگر مطلقاً جرازار ممنوع ہوتا تو آپ اجازت نہ دیتے تو معلوم ہوا کہ یہ وعید خیلاء ہی کی صورت میں ہے اور بلا اسکے جائز ہے۔ اس شبہ کا حل مطلوب ہے۔

الجواب - فی نور الانوار بحث حمل المطلق علی المقید فی حکم واحد ما نصہ وفی صدقۃ الفطر ورد نصان فی السبب ولا مزاحمۃ فی الاسباب فوجب الجمع بینھما یعنی ان ما قلنا انہ یحمل المطلق علی المقید فی الحادثۃ الواحدۃ والحکم الواحد انما ھو اذا ورد فی الحکم للتضاد واما اذا ورد فی الاسباب او الشروط فلا مضایقۃ فیہ ولا تضاد فیمکن ان یکون المطلق سببا باطلاقہ والمقید سببا بتقییدہ اھ اور ما نحن فیہ مین حکم معصیت ہے اور مطلق جر اور جر للخیلاء اسباب اُسکے ہین یہان مطلق مقید پر محمول کرنے کی کوئی وجہ نہین پس مطلق جر کو بھی حرام کہین گے اور جر للخیلاء کو بھی البتہ دونون حرمتون مین اگر کسیقدر تفاوت مانا جائے تو گنجائش ہے کیونکہ ایک جگہ ایک منہی عنہ کا ارتکاب ہے یعنی جر کا اور دوسری جگہ دو منہی عنہ کا ارتکاب ہے یعنی جر کا اور خیلاء کا پس یہ کہنا کہ چونکہ عرب کا دستور یہی تھا کہ فخراً ایسا کرتے تھے اس لئے حرمت اسی کی ہوگی بلا دلیل ہے کیونکہ خصوص مورد سے خصوص حکم لازم نہین آتا جبکہ الفاظ مین عموم ہو ویتفرع علیہ کثیر من الاحکام الفقہیۃ رہا قصہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا میرے نزدیک اُس حدیث کے معنی یہ ہین کہ انک لست تفعلہ بالاختیار والقصد چنانچہ الا ان اتعاہد اسکی دلیل ہے کہ بلا قصد ایسا ہو جاتا تھا اور اُسی کا حضور نے جواب دیا ہے رہا للخیلاء کی قید یہ اس بناء پر ہے کہ اکثر جو لوگ اس فعل کو باختیار کرتے ہین وہ براہ خیلاء کرتے ہین پس حدیث مین اطلاق سبب (یعنی فعلہ بالخیلاء) کا مسبب (یعنی فعل بالاختیار) پر ہوا ہے وھو شائع فی الکلام ای شیوع فقط واللہ اعلم ۱۸ ربیع الاول ۱۳۲۱ھ

سوال - چاندی کا پلنگ جو اکثر جہیز مین دیا جاتا ہے جسکے پایہ پتلی پتلی چاندی سے منڈھے ہوئے ہوتے ہین اس کا استعمال جائز ہے یا نہین بوقت استعمال بدن سے تو چاندی الگ رہتی ہے البتہ پایہ پر اگر کوئی بیٹھے تو جائز نہونا چاہیئے۔

الجواب - مفضض ومذہب یا مضبب کو جو امام صاحب نے بشرط اتقاء موضع ذہب وفضہ جائز فرمایا ہے مراد اُس سے وہ ہے جسمین فضہ یا ذہب متفرق مواضع مین لگا ہو دلیل اُسکی شرط مذکور ہے ورنہ اگر ذہب وفضہ بالکل محیط ہو تو اسمین کوئی جز ایسا نہو گا جسکے استعمال کے وقت اتقاء فضہ وذہب ممکن ہو چنانچہ ظاہر ہے

لہذا چاندی کے پائے جو متعارف ہین کسی طرح جائز نہین - فقط واللہ اعلم ۱۸ - ربیع الاول ۱۳۲۱ھ

سوال چوڑی دار پائجامہ جو شائقین اوباشون مین رائج ہے جبکہ بو تام لگا کر ٹخنے سے اوپر رکھا جائے جائز ہونا چاہیے عدم جواز کی کیا دلیل ہے اسراف تو کہہ نہین سکتے کیونکہ بغرض زینت اگر کچھ کپڑا زائد لگ جاوے تو اسراف مین داخل نہین ورنہ لکھنؤ کا زنانہ پائجامہ بھی ناجائز ہونا چاہیے حالانکہ اُس مین اگر قباحت ہے تو صرف اتنی کہ تستر کلی طور پر نہین ہوتا چلنے مین ران اور ساق کھُل جاتی ہے کپڑا زیادہ لگنا وجہ ممانعت نہین ہے ورنہ کابلیون کا پائجامہ بھی ممنوع ہونا چاہیے اور مردون کو لنبا کرتہ اچکن بھی ممنوع ہو کہ اُس سے کم لنبا چوڑا بن سکتا ہے

الجواب - چونکہ اس مین تشبہ بالفساق ہے اس لئے مکروہ ہے جیسا ایک حدیث مین ہے کہ ایک بزرگ نے ایک امیر پر خطبہ مین انکار کیا تھا یلبس ثیاب الفساق حالانکہ وہ صرف باریک کپڑا پہنے تھا جو فی نفسہ مباح ہے مگر اُس وقت ثیاب رقیقہ شعار فساق کا تھا کذا ہذا فقط واللہ اعلم -

سوال - مردانہ چڑھوان جوتہ عورتون کو پہننا کیسا ہے بعض دیار مین علی العموم رواج ہے کہ عورتین بھی مثل مردون کے وہی جوتہ پہنتی ہین جو ایڑی کی طرف زیر پائی کی طرح بیٹھا ہے اور چپٹا نہین ہوتا بلکہ جیسا مردون کا جوتہ ویسا ہی وہ بھی اوّل تو مجھے ناجائز ہی ہونے کا خیال ہوا کیونکہ عورتون کو لباس وغیرہ مین مردونکی مشابہت پیدا کرنے کی حدیث شریف مین وعید آئی ہے لیکن جب سے یہ معلوم ہوا ہے کہ جناب فلانے صاحب مرحوم مغفور کے یہان سب یا اکثر عورتین اور لڑکیان بھی مردانہ جوتہ پہنتی ہین اور مولانا مرحوم نے کبھی منع نہین فرمایا اُس وقت سے یہ رائے سُست ہو گئی لیکن ابھی تک کچھ اطمینان نہین ہوا مین نے جو ایک آدھ کو منع کیا تو یہ کہا گیا کہ اس مین پیر کو آرام زیادہ ملتا ہے اور چلنے مین نکل نہین جاتا اور اس مین چلتے وقت خاک اور چھینٹین بھی نہین اڑتین اس لئے ایسا پہنا جاتا ہے اور زیر پائی مین ایڑی کو تکلیف ہوتی ہے -

الجواب - اسکے رواج مین ایسا عموم نہین ہوا کہ دیکھنے والون کو منکر اور موجب تشبہ نہ معلوم ہوتا ہو اسلیے تشبہ اس مین ضرور ہے کسی بزرگ کا منع نہ کرنا حجۃ شرعیہ نہین - رہا تکلیف ہونا سو اسکی اصلاح و ترمیم ممکن ہے کہ بنانے والا اس کی رعایت کرے رہا چھینٹ وغیرہ کا پڑنا سو اسکی احتیاط بھی دشوار نہین - فقط -

سوال - زید کہتا ہے کہ سارے سر مین بال رکھنا سُنّت ہے اور بلا حج سر منڈوانا خلاف سُنّت ہے اور خشخشی بال رکھانے والے کو سخت مخالف سُنّت خیال کر کے قابلِ ملامت کہتا ہے - عمرو کہتا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سر منڈاتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکو اس فعل سے کبھی منع نہ فرمایا اس سے

معلوم ہوا کہ سر منڈانا بھی غیر ایام حج مین سُنت ہے اور خشخشے بال رکھنے کی ممانعت نہین اس لئے وہ اپنی اصل پر رہین گے اور اصل اباحت وجواز ہے۔ خشخشے بال رکھنا قرون ثلاثہ سے ثابت ہین یا نہین اور انکو جو زید بدعۃ کہتا ہے وہ صحیح ہے یا نہین اور ایسے بال رکھانے والا شرعًا قابل ملامت ہے یا نہین۔

الجواب۔ سُنّت مطلقہ وہ ہے جسکو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے بطور عبادت کے کیا ہو ورنہ سُنن زوائد سے ہوگا تو بال رکھنا حضور کا بطور عادۃ کے ہے نہ بطور عبادت کے اس لئے اولیٰ ہونے مین تو شبہہ نہین مگر اسکے خلاف کو خلاف سُنّت نہ کہین گے اگرچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی نہ ہوتی چہ جائیکہ وہ حدیث بھی ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا انکار نہ فرمانا یقینی دلیل ہے بال نہ رکھنے کی جواز بلا کراہت کے اور خلاف سُنّت نہونے کے پس جس حالت مین بالکل منڈا دینا جائز ہین تو قصر کرانے مین کیا حرج ہو للاجماع علی تساوی حکم القصر والحلق لشعر الراس فی مثل ہذا الحکم والی التساوی اشیر بقولہ تعالے محلقین رؤسکم ومقصرین۔ واللہ اعلم۔ ۱۸۔ ربیع الاول ۱۳۲۱ھ

سوال۔ جو عورتین کھانا پکاتی ہین وہ اکثر گھر مین بے احتیاطی سے رہتی ہین سر کھلا رکھتی ہین اور بعض اوقات آٹا گوندھنے مین کہنیان کھلی رہتی ہین تو اُن کے بارہ مین سَتر کا کیا حکم ہے آیا بوجہ ضرورت کے یہ امور اُن کے لیے درست ہوسکتے ہین یا نہین اور مالک مکان کو کسطور سے احتیاط کرنی چاہیئے۔

الجواب۔ سر کھولنے کی تو کوئی ضرورت نہین البتہ ذراعین مین امام ابو یوسف رحمہ اجازت دیتے ہین کما فی کتاب الکراہیۃ من الہدایۃ اور مواضع غیر مباحہ کو اگر عورت نہ ڈھانکے تو مرد کو غض بصر واجب ہو اور نظر فجاءۃ معصیت نہین۔ یکم جمادی الاخرے ۱۳۲۱ھ

سوال۔ سرکار قدسیہ بیگم مرحومہ نے کچھ روپیہ گورنمنٹ انگریزی کو دیا تھا جسکے سود مین تمام پانی شہر مین آتا ہے مسجد و نیز حوض مین بڑے بڑے قاضی مفتی پیتے ہین وضو کرتے ہین آیا ایسا پانی جائز ہے یا نہین ہم لوگ سب مبتلا ہین مگر اسمین شک نہین ہے کہ اُسکے سود ہی سے یہ پانی کے نل جاری کیے گئے ہین یا عموم بلوی کے لئے جائز ہوگا غرضکہ اس مسئلہ کے جواز وعدم جواز سے ضرور مطلع فرمایئے۔

الجواب۔ جس شے مین خبث ہو اُسکا استعمال حرام ہے نہ کہ اُس سے مَس کی ہوئی چیز کا بھی کیونکہ مَس بالخبیث اسباب خبث سے شرع مین نہین ہے ورنہ مَس بالکافر سے تلوث لازم ہونا چاہیئے پس نل مین اگرچہ خبث ہو مگر وہ رعایا کے استعمال مین نہین ہے کیونکہ وہ اہل حکم کے تصرف مین ہے پس وہی اُسکے مستعمل

ہین اور جو پانی استعمال مین ہے وہ مباح ہے گو نل سے مس کئے ہوئے ہو اور مس بالخبیث کا اسباب خبث

مین سے نہ ہونا اوپر ثابت ہو چکا - واللہ اعلم - ۲۰ - جمادی الاخری سنہ ۱۳۲۱ھ

سوال - جس شخص کی زوجہ یا دختر یا والدہ اور خواہر بلا حجاب و نقاب بازار مین جاتی ہین آیا ایسے شخصون کے ساتھ مشاربت و مواکلۃ کرنا اور اُنکے پیچھے نماز پڑھنا شرعاً بلا کراہت جائز ہے یا نہین اور حجاب عامہ مومنات کے حق مین بھی واجب ہے یا سنت ہے یا مستحب ہے فقط -

الجواب - کتب فقہیہ مین مصرح ہے کہ حرہ کا تمام بدن بجز وجہ اور کفین اور قدمین کے فی نفسہ اور وجہ وغیرہ بعارض فتنہ واجب الستر ہے اور ترک واجب معصیت ہے اور معصیت پر باوجود قدرت منع کے سکوت وتسامح فسق ہے اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ ہے تحریماً علی الارجح پس جس شخص کو اپنے جن اقارب پر اسقدر قدرت ہو اور وہ منع نہ کرے تو وہ اس حکم مین داخل ہو جائے گا اور اگر قدرت نہین یا اُسکی زوجہ و خواہر وغیرہ سن رسیدہ ہین کہ کشف وجہ سے خوف فتنہ نہین یا کپڑا چہرہ پر لٹکا کر نکلتی ہین تو چونکہ اسطرح نکلنا حوائج کیلیے جائز ہے اس لیے منع واجب نہین اور ترک منع فسق نہین اس لیے امامت مین کچھ حرج نہین اور یاد رکھنا چاہیے کہ جو صورتین فسق کی اوپر مرقوم ہوئی ہین کچھ باہر نکلنے والیون کے ساتھ خاص نہین بلکہ اُن پردہ نشینون کے حق مین بھی عام ہین جو اپنے نامحرم اقارب کے روبرو بیحجاب سامنے آتی ہین وہذا کلہ ظاہر فقط - ۲۶ - جمادی الاخری سنہ ۱۳۲۱ھ

سوال - شخصے با گاؤمیش حاملہ قیمتی تخمیناً صد روپیہ زنا کرد آن گاؤمیش را چہ کردہ شود و اگر چارپایہ دیگر باشد و انزال نہ کردہ است کہ او را اسیر کردند آن چارپایہ را چہ کردہ شود حکم کشتن و بعد کشتن سوختن بعلت عار و حمل میدہند وجائے کہ این ہر دو علت نباشد حکم چیست وجائے کہ باشند و مالک چارپایہ نکشد برائے شیر نوشی دارد گنہگار است یا نے ؟

الجواب - فی الدر المختار ولا یحد بوطی بھیمۃ بل یعزر وتذبح ثم تحرق ویکرہ الانتفاع بھا حیۃ و میتۃ مجتبی وفی النھر الظاھر انہ یطالب ندباً اھ فی الشامیۃ قولہ وتذبح ثم تحرق ای لتقطع امتداد التحدث بہ کلما رؤیت ولیس بواجب کما فی الھدایۃ وغیرھا وھذا اذا کانت مما لا یوکل فان کانت توکل جاز اکلھا عندہ وقالا تحرق ایضاً فان کانت الدابۃ لغیر الواطی یطالب صاحبھا ان یدفعھا الیہ بالقیمۃ ثم تذبح وفیھا قولہ الظاھر انہ یطالب ندباً الخ ای قولھم یطالب صاحبھا ان یدفعھا الی الواطی لیس علی طریق الجبر الخ

ازین روایت ظاہر گشت کہ این ذبح واحراق علی سبیل الوجوب نیست واخذ مال کسے بلا طیب خاطر او یا اتلاف

اوبلا رضایش حرام است وارتکاب حرام برائے اقامت مندوب پر ظاہر ست کہ ناجائز ست وہم ظاہر شد کہ عند الامام اکل او وشرب لبن او ہمہ جائز بلا کراہت ہست پس در صورۃ مسئولہ از شان ہیچ چیزے تعرض نکردہ شود چون مالک او گوارا نمی کند ۱۔ ۱۱۔ رجب ۱۳۲۱ھ

سوال۔ اول روز ہا لیان میت جو طعام کرتے ہین اوسکی کوئی سند شرعی صحیح موجود ہے یا نہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میت کے گھر کا طعام کھایا ہے یا نہین ؟

الجواب۔ فی رد المحتار عن الفتح ویکرہ اتخاذ الضیافۃ من الطعام من اہل المیت لانہ شرع فی السرور لا فی الشرور وھی بدعۃ مستقبحۃ روی الامام احمد وابن ماجۃ باسناد صحیح عن جریر بن عبد اللہ قال کنا نعد الاجتماع الی اہل المیت وصنعہم الطعام من النیاحۃ اھ وفی البزازیۃ ویکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع الخ اس روایت حدیثیہ وفقہیہ سے اس طعام کی کراہت ثابت ہوتی ہی بعض لوگون نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے میت کے گھر سے کھانے پر ابو داؤد کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے عن رجل من الانصار قال خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی جنازۃ فرأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو علی القبر یوصی الحافر اوسع من قبل رجلیہ اوسع من قبل راسہ فلما رجع استقبلہ داعی امرأۃ فجاء وجیئ بالطعام فوضع یدہ ثم وضع القوم فاکلوا الحدیث سوا سکے تین جواب تو رد المحتار مین ہین اول وفیہ نظر فانہ واقعۃ حال لا عموم لہا مع احتمال سبب خاص علی انہ بحث فی المنقول فی مذہبنا ومذہب غیرنا کالشافعیۃ والحنابلۃ استدلالا لحدیث جریر المذکور علی الکراہۃ ولا سیما اذا کان فی الورثۃ صغار الی اخر ما قال واطال جواب اول کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ ایک واقعہ خاص ہی ممکن ہے کہ کسی سبب خاص سے آپنے کھانا تناول فرمایا ہو اس سے دلیل نہی مین جو عام ہے قدح نہین لازم آتا دوسرے جواب کا حاصل یہ ہی کہ جو امر مذہب مین متقرر و منقول ہے اور خود مبنی بھی ہے دلیل صحیح پر اسمین بحث اور شبہہ نکالنا ہی جو مقلد کا حق نہین ہے تیسرے جواب کا ملخص یہ ہے کہ اب طعام میت کے ساتھ بہت سے مفاسد کا اقتران ہو گیا ہے سو اسکی اجازت مین سب مفاسد کی اجازت لازم آتی ہے پس مضمون حدیث پر اس امر منکر کو قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے اور چوتھا جواب اس احقر کے نزدیک یہ ہی کہ اس حدیث مین یہی امر کہین مذکور نہین کہ طعام میت کے گھر تھا گو شرح مینہ مین دعوے کیا ہے دعتہ امرأۃ رجل میت لما رجع من دفنہ الخ لیکن کسی حدیث کی کتاب کا حوالہ ضروری ہی واذ لیس فلیس پانچوان جواب یہ ہے اذا تعارض المحرم والمبیح ترجح المحرم بہرحال جسطرح اسوقت

تا نا و اوقات اللٰا ل ۔۔۔ ۱۵۵ کے طعام بیت ... اسلامی

رسم ہے وہ بے شبہہ ممنوع ہے اور وہ شارع علیہ السلام سے قولاً وفعلاً منقول نہیں فقط - یکم شعبان ۱۳۲۱ھ

بناء علی القبور

سوال - روضہ مقابر مشایخ پر بنانا درست ہے یا نہیں ؟

الجواب - فی تیسیر الوصول عن جابرؓ قال نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یجصص القبور وان یبنی علیہ وان یکتب علیہ وان یقعد علیہ وان یوطأ اخرجہ الخمسۃ الا البخاری وفیہ عن ابن عمر رضی اللہ عنہ انہ رای فسطاطا علی قبر عبد الرحمن فقال یا غلام انزعہ فانما یظلہ عملہ اخرجہ البخاری وفی رد المحتار واما البناء علیہ فلم ار من اختار جوازہ الی قولہ وعن ابی حنیفۃ یکرہ ان یبنی علیہ بناء من بیت اوقبۃ اونحو ذلک لما روی جابر وذکر الحدیث المذکور آنفا اھ ان روایات حدیثیہ وفقہیہ اور خود صاحب مذہب کی تصریح سے اس بناء کی کراہت وممانعت ثابت ہوگئی فقط یکم شعبان ۱۳۲۱ھ

موے بر سر داشتن

سوال - چہ میفرمایند علماء دین رحمہم اللہ در داشتن موے سر وترک آن آیا سنت است یا مستحب یا مکروہ اگر سنت باشد وفعل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہم است پس مکروہ گفتن اوراچہ حکم دارد وقائل کراہت راچہ حکم ؟

الجواب - سنت دو قسم ست سنت عبادۃ وسنت عادۃ مطلق لفظ سنت بر قسم اول اطلاق کردہ میشود واستحقاق ووعدہ ثواب وترغیب ہا ہمین قسم منوط است وقسم ثانی ہم خالی از برکت ودلیل محبت بودن نیست لیکن مقصود وجزو دین نباشد واگر این قسم مخل امرے از مقاصد دین در حق شخصے شود او را از ان باز داشتہ شود پس باید دانست موے داشتن بر سر سنت از قسم ثانیست بلا سبب حکم بکراہتش کردن سوء ادب وموجب معصیت ست واگر بوجہے معتد بہ چنانکہ کسے را از موے بر سر داشتن انہماک در تزیین پیش آید یا وسوسہ در وصول آب درحالت غسل از جنابت دغدغہ کند در حق این کس لاشک کہ ترکش اولے گفتہ شود وداشتن را مکروہ بمعنی خلاف اولے گفتن صحیح باشد چنانکہ حضرت علیؓ کہ از خلفاء راشدین ہستند کہ باتباع ایشان ما را امر فرمودہ شدہ خود میفرمایند کہ ہرگاہ وعید آب نرسیدن در جنابت شنیدم سر خود را دشمن داشتم خلاصہ جواب آنکہ این موے داشتن فی نفسہ اولی ست مگر جزو دین نیست وبعارض خلاف اولے واللہ اعلم ۱۰ شعبان ۱۳۲۱ھ

اسقاط حمل

سوال - یہین جن صاحب کے ہان معالج ہون وہ لاولد ہین جب پہلی بیوی سے کچھ اولاد نہوئی تو باصرار والدین دوسری شادی کی لیکن طبیعت اُس سے مانوس نہین اب اس دوسری بیوی کو دو ماہ کا حمل ہے ان صاحب کی فرمائش ہے کہ ایسی کوئی ترکیب ہو کہ اُسکا حمل گرجائے اگر ہو تو اولاد پہلی سے ہو بندہ نے ابتک کچھ

جواب اُنکو نہین دیا حضور ارشاد فرمائین کہ دو ماہ کا حمل گرانا جائز ہے یا نہین یا آیندہ کے لئے کوئی ایسی تدبیر کر دینا کہ مانع حمل ہو جائز ہے یا نہین یہ بھی ارشاد ہو کہ بعض عورتین جسم کی کمزور ہوتی ہین اور بچے بہت جلد جلد ہوتے ہین اس سے اُنکی بھی تندرستی خراب ہوجاتی ہے اور بچے بھی دودھ خراب ہونے سے دائم المرض ہوجاتے ہین اس صورت مین دوائے مانع حمل کھانا جائز ہے یا نہین ؟

الجواب- فی الدر المختار ویکرہ ان تسعی لاسقاط حملھا وجاز لعذر حیث لا یتصور فی رد المحتار قولہ ویکرہ الخ ای مطلقا قبل التصور وبعدہ علی ما اختارہ فی الخانیۃ کما قدمناہ قبیل الاستبراء وقال الا انھا لا تاثم اثم القتل قولہ وجاز لعذر کالمرضعۃ اذا ظہر بھا الحبل وانقطع لبنھا ولیس لابی الصبی ما یستاجر الظئر ویخاف ھلاک الولد قالوا یباح لھا ان تعالج فی استنزال الدم مادام الحمل مضغۃ او علقۃ ولم یخلق لہ عضو وقدروا تلک المدۃ بمائۃ وعشرین یوما وجاز لانہ لیس بآدمی وفیہ صیانۃ الآدمی خانیۃ قولہ حیث لا یتصور قید بقولہ وجاز لعذر والتصور کما فی القنیۃ ان یظھر لہ شعر او اصبع او رجل او نحو ذلک اھ روایات مرقومہ سے معلوم ہوا کہ صورۃ مسئولہ مین اگر تحقیق فن سے حمل مین جان پڑنا محتمل ہو تب تو مطلقاً حمل گرانا حرام اور موجب قتل نفس زکیہ ہے اور اگر جان نہین پڑی سو اگر کوئی عذر صحیح ہوتا تو اسقاط جائز تھا لیکن چونکہ کوئی عذر نہین ہے اور یہ امر کہ نفس نہین گوارا کرتا کہ پہلی کے اولاد ہو اور دوسری کے ہو جائے یہ شرعاً عذر مقبول نہین لہذا یہ فعل ناجائز ہوگا گو قتل کا سا گناہ نہو مگر خود یہ فعل بھی معصیت ہی اور آیندہ کے لئے حمل قرار نہ پانے کی تدبیر کرنا بھی بلا عذر مذموم ہے مگر وہ ملامت مین اس سے کم ہے خلاصہ یہ کہ سب مین اشد حمل حی کا اسقاط اور اُس سے کم حمل غیر حی کا اسقاط اور اُس سے کم مانع حمل کا استعمال البتہ عذر مقبول سے دو امر اخیر کے جائز ہین اور امر اول ہر حال مین حرام اور مسئلہ ثانیہ مین چونکہ عذر صحیح ہی اس لئے دوا مانع حمل کھانا جائز ہے فقط واللہ تعالے اعلم ۱۲- شعبان ۱۳۲۱ھ

سوال- خصی بنانا بکرون کا جائز ہے یا ناجائز بر تقدیر ناجائز ہونے کے قربانی کیونکر جائز ہے ؟-

الجواب- فی الدر المختار اول فصل البیع من کتاب الکراھیۃ وجاز خصاء البھائم روایت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ خصی بنانا بکرونکا جائز ہے واللہ اعلم ۲۳- ذی الحجہ ۱۳۲۱ھ

سوال- مرقع حضرت سیدنا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم و حضرت غوث الاعظم محمد عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ و دیگر بزرگان کا رکھنا اور اُن پر فاتحہ و درود بھیجنا و پھول چڑھانا یا مکانون مین مثل وصلی لگانا

نا خصی کردن حیوان

اور تعظیم کرنا درست ہے یا نہین امید کہ اس کے جواب سے مطلع فرمائین - یکم جمادی الاولی ۱۳۲۱ھ

الجواب - تصویر جس کو اس زمانہ کی اصطلاح مین مرقع کہتے ہین احادیث صحیحہ کی رو سے اُس کا بنانا رکھنا سب حرام ہے اور اُسکا ازالہ اور محو کرنا واجب ہے اس لئے اُسکے یہ معاملات سخت گناہ ہین واللہ اعلم - یکم جمادی الاولی ۱۳۲۲ھ

سوال - کیا فرماتے ہین علماء دین اور مفتیان شرع متین کہ جس اناج یا آٹے مین کیڑے پیدا ہو جائین اُس کا کھانا اور جس گوڑ مین بھنگے ہون یا جس شربت اور تر چیز مین ڈبے چینٹے گر کر مرجائین اُسکا کھانا پینا شرعاً حرام ہے یا حلال

الجواب - اُن کو نکالکر پھر کھانا پینا حلال ہے - یکم جمادی الاولی ۱۳۲۲ھ

سوال - شرع شریف نے خلاف حکم احکام کرنے کو حرام لکھا ہے اور خلاف حکم احکام کرنیوالیکو قرآن شریف مین کافر - ظالم - فاسق فرمایا ہے چنانچہ سورہ مائدہ مین ہے و من لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الکفرون ؕ ایضاً ھم الظالمون ایضاً ھم الفاسقون اور فرمایا ہے کہ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان لہذا آجکل عہد انگریزی کی ملازمت تحصیل داری ڈپٹی گری منصفی و صدر صدوری اور وکالت و مختار کاری و بیرسٹری وغیرہ کہ ان مین خلاف حکم احکام جاری کرنا لازم ہے شرعاً حلال ہے یا حرام -

الجواب - حرام ہے - واللہ تعالٰی اعلم یکم جمادی الاولی ۱۳۲۲ھ

سوال - چور چوری کے لئے مکان مین گھسا اور ایک آدمی کو زخمی کیا لیکن بغیر مال لئے چلا آیا اب وہ شخص شبہ مین گرفتار ہے تو آیا اُسکے چھڑانے کے لئے کوشش کرنا اور تفتیش کنندہ کو کچھ دے دلا کر راضی کر دینا کیسا ہے اگر یہ خیال کیا جائے کہ اُس نے مال تو لیا نہین اس لئے شرعی قاعدہ سے اُس پر صرف تعزیر ہے اور اُس کی ذلت اور خرچ مال تعزیر کے لیے کافی ہے تو گنجائش معلوم ہوتی ہے لیکن اُس نے ایک آدمی کو زخمی کیا ہے اور شرعی قاعدہ سے اگر زخم ایسا ہے جس کا قصاص لیا جا سکتا ہے تو قصاص لیا جائے دیت یا حکومت عدل ہے اور یہ قانون انگریزی کے بالکل مغائر ہے وہان صرف جرمانہ ہوگا یا جیل جس سے زخمی شدہ کو کچھ نہین ملسکتا ہان وہ توبہ کرتا ہے اور اقرار کرتا ہے کہ آیندہ کبھی ایسا نہو گا اس کا جواب ارشاد ہو سمجھ مین نہین آتا -

الجواب - میرے نزدیک اس کا جواب ظاہر ہے کہ یہ زخم ہر حال مین حق العبد ہے اور وہ اپنے حق کا مطالبہ کرتا ہے گو اُس کو اصل حق نہ ملے مگر وہ شفائے غیظ پر جو کہ اصل حق اور قانون حال مین امر مشترک ہے قناعت کرتا ہے پس اصل حق کا نہ ملنا اسوقت منسوب حکام کیطرف ہے اور تفتیش کنندہ کو دے دلا کر راضی کر دینا یہ حیلولۃ ہے درمیان صاحب حق اور اُس کے شفاء غیظ کے جس کو وہ مجبوری بدل سمجھ رہا ہے اصل حق کا

پس یہ صریح نصرت ہے ظالم کی اور حدیث مین کلیا وجزئیا لقولہ علیہ السلام من حال الخ اس پر وعید آئی ہے اس لئے یہ نصرت حرام ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۷- جمادی الاولی ۱۳۲۲ھ-

سوال- فرزند پیدا ہو کے ناف بریدہ کے پیشتر مرجائے تب مرنے کے بعد اس مردہ کی ناف بریدہ یعنی قطع کرنا جائز ہے یا نہ-

الجواب- اب قطع کرنا فضول ہے قطع اس لئے کیجاتی ہے کہ ایک زائد چیز ہے اس کے اتصال سے حی کو ایذا ہوگی جس طرح ناخن وغیرہ کاٹے جاتے ہین بعد موت کوئی ضرورت باقی نہین بلکہ بمقتضائے قواعد مکروہ و ممنوع ہوگا- واللہ تعالیٰ اعلم ۱۶- جمادی الاول ۱۳۲۲ھ-

سوال- کاشتکارون سے کسی بے امنی بے قاعدگی نقصان رسانی پر علاوہ اس رقم کے جو نقصان رسیدہ کا معاوضہ ہوسکے زمیندار کو کچھ لینا جائز ہے یا ناجائز-

الجواب- جرمانہ ہمارے امام صاحب کے مذہب مین حرام ہے اس لئے یہ رقم جائز نہین البتہ اگر سیاست کی ضرورت ہو تو اس کی اجازت ہے کہ اُس سے کوئی مقدار مال کی لی جائے اور چند روز تک اُس کو اپنے پاس رکھکر جب وہ خوب دق ہوجائے اُس وقت اس کو واپس کردیجائے یہ بھی اُس شخص کو جائز ہے جس مین دو وصف ہون ایک حکومت واختیار رکھتا ہو تاکہ فتنہ نہو دوسرے معتمد و متدین ہو کہ بعد چندے واپسی پر اطمینان ہو ورنہ یہ بھی جائز نہین واللہ اعلم ۲۴- جمادی الاولی ۱۳۲۲ھ

سوال متعلق جواب بالا- ۱ جرمانہ اور امامون کے نزدیک کیا درجہ رکھتا ہے ۲ نقصان رسیدہ کا معاوضہ دلوانا جائز ہے یا نہین ۳ جرمانہ کی رقم کسی مدت کے بعد پھر اُسے واپس کرنا سیاست کا خوف زائل کرتا ہے ایسی حالت مین انتظام مین عجیب بے ترتیبی واقع ہوگی اور اس سے بہتر ایسا جرمانہ نکرنا ہوگا اس لئے سیاست کا جس سے اثر بھی پڑے اور جائز بھی ہو آپ کوئی عمدہ طریقہ بتلائیے-

جوابات- ۱ علامہ شامی نے حاشیہ درمختار کی جلد ثالث باب التعزیر مین تصریح کی ہے کہ صرف امام ابو یوسفؒ سے جرمانہ کے جواز کی روایت منقول ہے اور وہ بھی ضعیف باقی اور علماء اور ائمہ کے نزدیک جائز نہین اور جب روایت ضعیف ہے قابل عمل نہین ہوسکتی اس کے علاوہ اُس روایت مین بھی صرف صاحب سلطنت یا نائب سلطنت کو اجازت ہے زمیندار بحیثیت زمینداری حاکم نہین ہے اُس مین اور کاشتکار یا رعایا مین تعلق اجارہ و استیجار کا ہے اور پھر حاکم کے لیے بھی اس لیے جواز کا فتویٰ دینے کو منع کیا گیا ہے کہ لوگون کو ظلم کرنے کا بہانہ ہاتھ آجائیگا

نا بیئے قطع سرہ طفل بعد موت
نا جائز بودن جرمانہ

عبارت علامہ کی یہ ہے۔ قال فی الفتح وعن ابی یوسف رح یجوز التعزیر للسلطان باخذ المال وعندھما وباقی الائمۃ لایجوز ومثلہ فی المعراج وظاھرہ ان ذلک روایۃ ضعیفۃ عن ابی یوسف رح قال فی الشرنبلالیۃ ولا یفتی بھذا لما فیہ من تسلیط الظلمۃ علی اخذ مال الناس فیاکلونہ اور ذرا آگے چلکر علامہ نے نقل کیا ہے کہ سلطان کو بھی صرف خزانہ کے عملہ پر جرمانہ کی اجازت ہے اور وہ بھی اس شرط سے کہ ملکی خزانہ مین داخل کردے اُس مقام کی عبارت یہ ہے وسیذکر الشارح فی الکفالۃ من الطرسوسی ان مصادرۃ السلطان لارباب الاموال لاتجوز الا لعمال بیت المال ای اذا کان یردھا لبیت المال غرض اول تو سارے ائمہ عدم جواز کی طرف گئے ہین پھر ابو یوسف رحمہ اللہ سے بھی روایت ضعیف اور پھر وہ بھی خاص سلطان کے ساتھ اور اُسمین بھی تخصیص عاملین خزانہ کی پھر اُس مین شرط ادخال خزانہ کی پس اسوقت روسا وامرا مین جس جرمانہ کا رواج ہے یہ کسی کے نزدیک جائز نہین ع۲ اگر نقصان مثلی شئے کا ہوا ہے مثلاً کسی نے کسی کا غلہ تلف کردیا یا روپیہ ضائع کردیا تو اس صورت مین خود صاحب نقصان کو بھی اُس نقصان رسان سے اُتنی ہی اور ویسی ہی چیز وصول کرلینا خواہ آشکارا خواہ خفیہ جائز ہے اسی طرح اورون کو بھی اس مین اعانت جائز ہے اور اگر نقصان اشیاء ذوات القیم کا ہوا ہے مثلاً کسی نے کسی کا درخت کاٹ لیا یا کپڑے چرا لئے یا کسی کا کھیت اپنی مواشی کو کھلا دیا تو اس کا بدل وصول کرنا یہ شرعاً مبادلہ ہے جس مین تراضی یا قضاء قاضی کی حاجت ہے پس زمیندار چونکہ سلطان یا نائب سلطان نہین ہے اس لئے اس دوسری صورت مین اس کا دخل دینا جائز نہ ہوگا البتہ اگر حکام ملکی اس زمیندار کو باضابطہ ایسے اختیارات دیدین مثلاً اُس کے دیہات کا آنریری مجسٹریٹ بنادین اور ایسے معاملات کے فیصلہ کا تصریحاً اختیار دیدین تو اسکو بھی وہی حکم کرنے کا حق ہوگا جو حکام کو ہوتا ہے۔ ع۳ اوپر بیان ہوچکا ہو کہ ایسی سیاست کا حق صرف صاحب سلطنت کو ہی دوسرون کو حق ہی حاصل نہین زمیندار کو صرف اجارہ واستیجار کا تعلق ہے ایک کاشتکار سے موافقت نہو دوسرا بدل دیا جائے رہگیا سلطان جس کو اس سیاست کا حق حاصل ہے اُس کے لئے علامہ شامی نے حاشیہ مذکورہ کی جلد مذکور مین نقل کیا ہے کہ یہ واپسی اُس وقت ہے جب آثار توبہ کے اُس پر ظاہر ہون ورنہ اگر توبہ سے یاس ہوجائے تو اور کسی خاص عام کے کام مین صرف کردے سیاست سے مقصود ازجار ہے توبہ سے یہ غرض بوجہ احسن حاصل ہوگئی اب خوف کی کیا ضرورت رہی اور توبہ نہ کرنے کی صورت مین وہ مال اُس کو ملا نہین پورا خوف حاصل ہو مگر یہ سب سلطان کے لئے ہو عبارت علامہ کی یہ ہو فان ایس من توبتہ یصرفہا الی ما یری۔ ۹۔ جمادی الاخری ۱۳۲۲ھ

حکم مال رشوت موروث وارث

سوال - زید کا باپ عمرو پچاس روپیہ مشاہرہ پر ایک عیسائی ریاست مین ملازم تھا مگر خرچ بھی اسیقدر تھا زید کو معلوم ہے کہ اس کا باپ متدین اور رشوت سے محترز نہ تھا عمرو نے ایک مکان اور جائداد خریدی جو زید کو ترکہ مین ملی اخراجات و مصارف خانگی سے بخوبی واقفیت کی بنا پر زید کہہ سکتا ہی کہ یہ کل مال رشوت کا پیدا کیا ہوا ہی اور کل نہین تو اکثر مال رشوت ضرور ہے اس مکان مین رہنا یا اس کا بیچنا وغیرہ انتفاع زید کو حلال ہے یا نہین اگر نہین تو کیا کرے۔

الجواب - تکلم علیہ فی الدر المختار فی مواضع قبیل باب زکوٰۃ المال وقبیل باب الفضولی وکتاب الغصب واحکام البیع من الحظر والاباحۃ وننقل منہا روایۃ واحدۃ فہی کالملخص من جمیعہا وہی ہذہ والحاصل ان علم ارباب الاموال وجب ردہ علیہم والا فان علم عین الحرام لا یحل لہ و یتصدق بہ عنہ صاحبہ وان کان مالا مختلطا مجتمعا من الحرام ولا یعلم اربابہ ولا شیئا منہ بعینہ حل لہ حکما والاحسن دیانۃ التنزہ عنہ اھ اس روایت سے معلوم ہوا کہ جن سے رشوت لی ہی اگر معلوم ہون یا کوئی چیز خاص رشوت مین لی ہوئی بعینہ موجود ہو تب تو زید کو انتفاع حلال نہین ورنہ فتوے کی رو سے حلال ہے گو تقوے کے خلاف ہے - ۱۱- جمادی الاخری ۱۳۲۲ھ

حکم مال رشوت دہندہ کا حکم

سوال - زید اپنے برادران اور باپ کی شرکت مین رہتا ہے مگر جانتا ہے کہ باپ بھائی رشوت لیتے ہین خانہ داری کی مشارکت کے باعث ع۵۰ ماہوار کے حساب سے زید گھر مین برابر دیتا ہے مگر اُس کی کمائی اور بھائیون کی رشوت کی رقم سب مشترک تصرف مین آتی ہی یہ صورت اس کو جائز ہے یا نہین -

الجواب - خلط استہلاک ہی اور استہلاک موجب ملک پس اگر سب کی رقمین مختلط اُٹھتی ہین تو مملوک مشترک ہین فتوے سے جائز ہے گو تقوے کے خلاف ہی اور اگر علی سبیل التعاقب ہر ایک کی رقم جدا اور ممتاز صرف ہوتی ہے تو رشوت کے اُٹھنے کے وقت زید بھی حرام کھاتا ہی - واللہ تعالیٰ اعلم - ۱۲- جمادی الاخری ۱۳۲۲ھ

حکم پانی یا مٹی از زمین دیگران بلا اجازت

سوال - جو تالاب کہ جنگل مین خودبخود ہوجاتے ہین اُن سے پانی بارش کا جو جمع ہوجاتا ہی وہ بغیر اجازت مالک کے کھیت کو دینا جائز ہے یا نہین اور بلا اجازت مالک کے اُسکی مٹی لانا جائز ہے یا نہین -

الجواب - فی الدر المختار فصل الشرب ولا سقی ارضہ وشجرہ وزرعہ ونصب دولاب ونحوہا من نہر غیرہ وقناتہ وبیرہ الا باذنہ لان الحق لہ فیتوقف علی اذنہ اھ اس سے معلوم ہوا کہ بغیر اجازت مالک کے اپنے کھیت کو پانی دینا یا مٹی لانا جائز نہین فقط ۲۴ - جمادی الاخرے ۱۳۲۲ھ -

سوال۔ ایک عورت کے شکم مین بچہ زندہ ہے اور وہ عورت سخت بیمار ہے ظاہرا بدون اسقاط فائدہ ہوتا معلوم نہین ہوتا پس اس حالت مین اسقاط حمل درست ہے یا نہین ؟۔

الجواب۔ درست نہین فی الدر المختار قبیل کتاب احیاء الموات باسطر ویکرہ ان تسعی لاسقاط حملها وجاز بعذر حیث لا یتصور۔ ۶۔ رجب ۱۳۲۲ھ

منع اسقاط حمل بعد نفخ روح بغرض حفظ جان عورت

سوال۔ چارپائی کے کھٹمل دفع ہونے کو اگر چارپائی مین گرم پانی ڈالین توکیسا ہے ؟

الجواب۔ فی رد المختار کیفیۃ القتال من کتاب الجہاد تحت قول الدر المختار وحرقهم مانصہ لکن جواز التحریق والتغریق مقید کما فی شرح السیر بما اذا لم یتمکنوا من الظفر بهم بدون ذلک بلا مشقۃ عظیمۃ فان تمکنوا فلا یجوز۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کھٹملون کے دفع کا اور کوئی آسان طریقہ نہ ہو تب تو گرم گرم پانی ڈالنا اُنپر درست ہے ورنہ ممنوع ہے۔ ۱۲۔ رجب ۱۳۲۲ھ

آب گرم ریختن در چارپائی برائے دفع کھٹمل

سوال۔ ایک شخص ہندو کو روپیہ قرض دیتا ہے اس امید پر کہ جب گڑ پیدا ہوگا تو اُس روپیہ کا گڑ اُسوقت کے نرخ سے ہم لین گے مگر وہ ہندو مدیون دوسرے ہندو کو سود لیکر اُس روپیہ کو تقسیم کرتا ہے اور اُن لوگون سے گڑ خرید کر اصل دائن کو دیتا ہے اور دائن کو یہ بات معلوم ہے کہ مدیون سودی روپیہ تقسیم کرے گا آیا اصل دائن اعانت علی المعصیۃ کے جرم مین شرعاً ماخوذ ہوگا یا نہین ؟۔

الجواب۔ چونکہ قرض دینے سے وہ روپیہ اس مقرض کی ملک سے نکل گیا اور روپیہ بالخصوص موضوع بھی نہین اعانت معصیت کے لئے بلکہ وجوہ جائزہ سے بھی منتفع بہ ہو سکتا ہی پھر اثمان معاملات مبادلات مین متعین بھی نہین ہوتے اس لئے ظاہرا یہ اعانت علی المعصیۃ نہین ہی صحابہؓ کی دادوستد یہود آکلین سحت کے ساتھ بلانکیر متعارف وشائع تھی۔ واللہ اعلم ۱۶۔ شعبان ۱۳۲۲ھ

قرض دادن بکسے کہ از آن روپیہ سود حاصل کند

سوال متعلق سوال مذکور۔ چونکہ صفائی معاملات کی عبارت دیکھی گئی۔ مگر سود لینے والے کی اعانت قرض سے کی اور اعانت گناہ کی گناہ ہے اس وجہ سے صورت مسئولہ مین شبہہ پیدا ہوگیا کہ یہان بھی بذریعہ قرض کے اعانت علی المعصیۃ لازم آتی ہی اور باوجود غور وفکر کے دونون قرضون مین مجھے کچھ فرق نہین معلوم ہوا اس سبب سے مین نے وہ سوال پیش کیا ہی اور پوری عبارت صفائی معاملات کی یہ ہی صـ۱۶ بعض لوگ سوئی بنکو نمین روپیہ امانتاً جمع کرتے ہین اور اس کا نفع نہین لیتے سو چونکہ بالیقین بنک مین روپیہ بعینہ محفوظ نہین رہتا کاروبار مین لگا رہتا ہی اس لئے وہ امانت نہین رہتا بلکہ قرض ہو جاتا ہے اور گو اُس شخص نے سود نہین لیا مگر سود لینے والے کی اعانت قرض سے کی اور

اعانت گناہ کی گناہ ہے۔ اس لئے روپیہ داخل کرنا ہی درست نہین۔

الجواب۔ تامل سے یہ فرق معلوم ہوتا ہے کہ بنک مین تو روپیہ موضوع اسی واسطے ہی بخلاف صورت مسئول عنہا کے اور جسقدر تیقن لزوم اور ضرورت مین ہوتا ہی دوام اتفاقی مین نہین ہوتا لیکن احتیاط صورت مسئول عنہا مین بھی بہتر ہے بعد تامل ایسے بنک مین ایک اور وجہ منع کی خیال مین آئی وہ یہ کہ یہ خلط بالاذن ہے تو موجب شرکت ہوگیا اور شرکت مزیل ملک نہین تو روپیہ والے کی ملک اُسمین تصرف غیر مشروع ہوا۔ ۱۳۔ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

سوال۔ جو چیز ہندو کے یہان درست ہی اور ہمارے مذہب مین حرام اگر دوا، یا غذا، اُن کو بتلا دیا جائے تو اُس مین معصیت ہوگی یا نہین؟

الجواب۔ فقہا نے تصریح کی ہے کہ نجس چیز کتے کے روبرو کھانے کے لئے ڈالنا جائز نہین اس سے معلوم ہوا کہ جو چیز اپنے لئے محرم الاستعمال ہو وہی استعمال دوسرے کو بتلانا بھی جائز نہین بالخصوص اُس قول پر کہ بعض فقہا قائل ہوئے ہین کہ کفار فروع مین نواہی کے مکلف ہین اوامر کے نہین۔ ۱۶۔ شعبان ۱۳۲۲ھ

سوال۔ گل ارمنی۔ گل مختوم۔ افیون دوا مین شرباً وضماداً اور شیر زنان طلاءً اطباء استعمال کراتے ہین آیا وہ عند اللہ ماخوذ ہونگے اور مریض ہندو ہو یا مسلمان دونون کا حکم یکسان ہے یا فرق۔

الجواب۔ متقدمین دواء محرم کو ضرورت مین بھی تداویٔ نہین کہتے اور متاخرین ضرورت مین اجازت دیتے ہین اور شیر زنان دواء محرم ہے اس لئے مختلف فیہ ہوگا احوط قول متقدمین ہی اور عامل بقول متاخرین پر بھی دار و گیر نہین باقی جو ادویہ فی نفسہ مباح ہین اور نہی بعض آثار و عوارض سے ہی اگر وہ عوارض نہون مثلاً مٹی مین ضرر اور افیون مین سکر تو حرام نہین ہین اور ہندو مسلمان کا ان سب مین ایک حکم ہو جیسا کہ سوال سابق کے جواب مین مذکور ہوا

سوال۔ فتحیابی مقدمہ کے لئے اسم ذات کاغذ پر لکھ کر آٹے مین گولیان بنا کر مچھلیونکو کھلانا جائز ہے یا نہین

الجواب۔ جب تعویذ کھلانا پلانا آدمی کو جائز ہے اسی طرح حیوان کو بھی اور اگر القاء سے شبہ اہانت ہو تو قصد اہانت نہین ہی بلکہ استبراک مقصود ہو رہا یہ کہ اس عمل کو مقصود مین کچھ دخل ہی یا نہین سو مجھکو اس کی تحقیق نہین واللہ اعلم۔ ۱۶۔ شعبان ۱۳۲۲ھ

سوال۔ زید کو جماع کی سخت ضرورت ہی اور اُسکی زوجہ حائضہ ہی اس صورت مین وہ کیا کرے گا۔

الجواب۔ بی بی کی ساق وغیرہ سے رگڑ کر نکال لے یا اُس کے ہاتھ سے خارج کرا دے لیکن اُسکی ران وغیرہ

کو مس نکرے فی الدر المختار و یمنع (ای المحیض) حل دخول المسجد الی قولہ وقربان ماتحت الازار یعنی
مابین سرۃ ورکبۃ ولو بلا شہوۃ وحل ماعداہ مطلقا فقط واللہ اعلم ۱۰- رمضان المبارک ۱۳۲۲ھ

تحقیق تصور حق تعالیٰ

سوال ؎ - اس بات کا اعتقاد کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ حاضر وناظر ہے یہ تو مسلم ہے اور حکم شرع شریف ہو اگر
اُسکا تصور کیا جائے تو لازم آتا ہے کہ اُس کی کوئی صورت ہو اور یہ محال ہے تو تصور اُس کا جیسا کہ صوفیہ
رحمہم اللہ تعالیٰ کرتے ہین کس طرح سے کیا جائے اُس کی کیا کیفیت ہو اور اسطور پر تصور جائز ہے یا نہین -

الجواب - شریعت نے بے کیف و بے مکان تصور کی تعلیم کی ہے پس اسکے خلاف کسی کا قول و فعل حجت
نہوگا اگر کسی صوفی مقبول محقق سے منقول ہوگا اُس مین تاویل مناسب کرین گے البتہ اگر بلا قصد اختیار کسی خاص طور
پر تصور ہو جایا کرے اُسمین معذوری ہو لقولہ علیہ السلام للجاریۃ این اللہ قالت فی السماء قال علیہ السلام انہا
مومنۃ - واللہ اعلم - ۱۶- رمضان ۱۳۲۲ھ

حکم مال حرام بعد توبہ

سوال - کمترین بخانہ کنجران تولد ہوا ہو اور علم دین کی جب واقفیت حاصل کی تو قباحت اس بد پیشہ کی معلوم
ہوئی تو مین نے اس سے نفرت کر کے نوکری کا پیشہ اختیار کیا اور بعد اسکے تجارت چوب و آوہ پختہ کی شروع کی اللہ تعالیٰ
نے مجھے اسمین سے بہت نفع دیا اب محض رضامندی حق تعالیٰ کے اس قوم کنجر کے سب افعال ناشایستہ سے توبہ کر کے
پورا اسلام مین داخل ہونا چاہتا ہون وہ مال موروثہ میرے نانا کا مثل مکان ونقد وجائداد کے جو مظہر کے سوا اسکا
اور کوئی وارث نہین جو نالائق ناجائز طور سود و شراب کی کمائی وغیرہ فسق و فجور کے ذریعہ سے جمع کیا ہوا نانا کا ہو وہ
بھی جگہ مصارف اسلام مسجد چاہ ومدرسہ وغیرہ خدمت عالمان و حج بیت اللہ مین خرچ ہو سکتا ہو یا نہین - جو حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی خدمت بابرکت مین مجھ خطا وار کے مانند مشرف باسلام ہوتے تھے اُن کے مال حضرت محمد صلی اللہ علیہ
وسلم کہاں دیتے تھے - الاسلام یہدم ما قبلہ ہو [illegible] ہے یا نہین -

الجواب - فی الدر المختار الفصل الاخیر من کتاب الغصب ولا ضمان فی میتۃ ودم اصلا فی رد المحتار قولہ ولا
ضمان فی میتۃ ودم اصلا ای مطلقا ولو لذمی کما سیصرح بہ اذ لا یدین بتمولہما من اهل الادیان ہدایہ
وفیہ قبل الفصل فی بیان بعض الصور الحرام قولہ فکذلک یتصدق وفی صحیح البخاری باب الشروط فی الجہاد
من کتاب الشروط فی قصۃ الحدیبیۃ وکان المغیرۃ صحب قوما فی الجاہلیۃ فقتلہم واخذ اموالہم ثم جاء فاسلم
فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اما الاسلام فاقبل واما المال فلست منہ فی شیء قال القسطلانی ولعلہ صلی اللہ

؎ یہ سوال عقائد یا سلوک مین مناسب تھا - ۱۲ منہ -

علیہ وسلم ترک المال فی یدہ الا امکان ان یسلم قومہ فیرد الیھم اموالھم اھ درمختار کی روایت اولی سے حسب تعلیل ردالمحتار یہ قاعدہ کلیہ معلوم ہوا کہ کفار جس کو اپنے دین کے موافق سمجھتے ہون اُس سے جو اموال حاصل ہون وہ اُنکے مملوک ہوتے ہین اور جو امر خود اُن کے نزدیک بھی دین کے خلاف ہو اُس سے جو مال حاصل ہوگا وہ مملوک نہین اور ظاہر ہے کہ فسق و فجور اور سود کو سب بُرا جانتے ہین البتہ شراب کو بہت کفار بُرا نہین جانتے لہذا صورت مسئولہ مین شراب کی کمائی تو اگر کفار سے اولاد کو میراث مین پہونچی حلال ہے اور اگر مورث مسلمان تھے تو یہ بھی حرام ہے اور دوسری کمائیان ہر حال حرام ہین اور درمختار کی روایت ثانیہ سے معلوم ہوا کہ ایسے اموال خبیثہ کو تصدق کردے یعنی[ع] بہ نیت اخراج عن الملک نہ رفع احتیاج مساکین ایسے محتاجون کو دیدے جو بہت فقر مین مبتلا ہون لہذا مصارف خیر مین جن سے ثواب حاصل کرنا مقصود ہے خرچ نکرے اور بخاری کی روایت سے معلوم ہوا کہ ایسے اموال کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نو مسلمون کے لئے جائز رکھتے تھے چنانچہ قسطلانی نے اور زیادہ تصریح کردی قرآن مجید کی آیات ربوا مثل و ذروا ما بقی من الربوا وغیرہ سے بھی یہی ثابت ہے کیونکہ مخاطب اسکے نو مسلم ہین اور انکا معاملہ ربوا زمانہ جاہلیت قبل الاسلام تھا پھر بھی حرمت کا حکم فرمایا اور الاسلام یھدم حق معاصی مین ہے نہ کہ اموال حرام کے باب مین ورنہ چاہیے تھا کہ نساء محرمات سے بھی بعد اسلام تفریق نکراتے حالانکہ احادیث مین اس تفریق کی تصریح وارد ہے۔ واللہ تعالے اعلم۔ ۲۶۔ شوال ۱۳۲۲ھ

رفع شبہات متعلق حرمت اہلال بغیر اللہ

سوال ۔ (۱) فقہ کی کتابون سے معلوم ہوتا ہے کہ سائبہ و بحیرہ حرام نہین اور کفار کی تحریم محض لغو و عبث ہے جیسا کہ آیت سے بھی ثابت ہوتا ہے پھر جب سائبہ و بحیرہ ما اھل بہ لغیر اللہ سے خارج ہین تو ہندو جو بتون پر جھوٹی وغیرہ چڑھاتے ہین یا مسلمان قبرون پر مرغا وغیرہ چڑھاتے ہین کیون نہ حلال ہونگے ۔ (۲) ما اھل بہ لغیر اللہ مین اگر ما سے مراد ذی روح اور غیر ذی روح دونون ہین تو تمام مفسرین کی مخالفت لازم آتی ہے کیونکہ جملہ مفسرین اُس کی شرح ما ذبح لکھتے ہین مخالف کہتا ہے کہ جب باجماع مفسرین اہلال بمعنی ذبح ہے تو اہلال کے ایسے معنے لینا جو ذی روح اور غیر ذی روح دونون کو شامل ہو خلاف اجماع مفسرین کے ہوگا اور مفسرین کے کلام کی تاویل و توجیہ بغیر حجت قابل تسلیم نہین مولنا اسمعیل و مولانا شاہ عبدالعزیز رحمہما اللہ تعالی کا کلام مخالف اجماع کے ہے ثانیاً اگر ما سے مراد عام ہو تو جس طرح سے شیرینی وغیرہ مین حرمت سرایت کرجاتی ہے اُسی طور سے جانورون مین بھی حرمت ساری

[ع] یہ منقول نہین دیکھا اپنے استاد علیہ الرحمۃ کے ارشاد سے سمجھا ہین کہتا ہون کہ اگر خود مالکان مال کیطرف سے جنکو واپس کرنا ایسے اموال کا واجب تھا اور بوجہ عدم تعیین تعذر ہو جائے خرچ کیا جائے تو دوسرے امور خیر مین بھی صرف جائز ہے ۱۲ منہ۔

ہونی چاہیئے اور توبہ کرنے سے جس طرح شیرینی وغیرہ حلال نہین ہوتی جانور بھی حلال نہین ہوسکتا اگرچہ بوقت ذبح نیت بدل دیجائے ثالثاً اگر ما سے مراد عام ہو تو سائبہ بحیرہ کو بھی حرام کہنا چاہیے حالانکہ خلاف مذہب فقہاء و مفسرین ہے (۳) اشیاء منذورہ لغیر اللہ مین اگر حرمت آتی ہے تو کس قسم کی حرمت ہے ظاہر ہے کہ حرمت لعینہٖ نہین ہے کیونکہ وہ چیزین نجس اور ناپاک نہین ہین بلکہ بسبب ایک فعل قبیح کے اُس مین قبح پیدا ہوا ہے پس جس طرح سے رشوت اور سود وغیرہ کا مال اگر اصل مالک مرتشی سے واپس لیلے تو اُس کے لئے پاک رہتا ہے اُسی طرح نذر شیرینی یا مرغا بعد اہلال کے اگر واپس لے تو درست ہونا چاہیے۔ (۴) جانور منذورہ سے جو بچے پیدا ہون گے وہ حرام ہون گے یا حلال۔ (۵) کفار چونکہ فروع کے مکلف نہین اس وجہ سے اُن کا مال سود اور رشوت کا یا بت کا چڑھایا ہوا جانور یا کپڑا یا شیرینی سب حلال ہونا چاہیے حرمت کی کیا وجہ ہے۔ (۶) جانور منذورہ لغیر اللہ کو اگر کوئی شخص چرا کر ذبح کرڈالے اور اُس کو یہ معلوم نہو کہ وہ منذورہ لغیر اللہ ہے تو وہ ذبیحہ فقط بسبب مال مسروقہ ہونے کے حرام ہوگا یا منذور لغیر اللہ ہونے کی وجہ سے بھی اُسمین حرمت ساری ہوگی چونکہ ذابح ناذر کا نہ وکیل ہے اور نہ اس کی نیت فاسد ہے اور نہ پیشتر سے اُس ذبیحہ مین حرمت اہلال کی ساری ہے اس سبب سے اس ذبیحہ کو ما اھل بہ لغیر اللہ مین داخل نہین کرسکتے۔ عبارات متعلقہ ما اہل بہ لغیر اللہ مندرجہ ذیل ہین۔ (تقویۃ الایمان مصنفہ مولوی اسمعیل صاحب شہید قدس سرہ صفحہ ۳۹) یعنی جیسا سور اور لہو اور مردار ناپاک حرام ہے ایسا ہی وہ جانور بھی ناپاک اور حرام ہے کہ گناہ کی صورت بن رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کا ٹھیرایا۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ جانور کسی مخلوق کے نام کا نہ ٹھیرائے اور وہ جانور حرام ہے اور ناپاک اس آیت مین کچھ اس بات کا مذکور نہین کہ اُس جانور کے ذبح کرتے کے وقت کسی مخلوق کا نام لیجئے جب حرام ہو بلکہ اتنی ہی بات کا ذکر ہے کہ کسی مخلوق کے نام پر جان کوئی جانور مشہور کیا کہ یہ گاؤ سید احمد کبیر کی ہے یا یہ بکرا شیخ سدو کا ہے سو وہ حرام ہو جاتا ہے پھر کوئی جانور ہو مرغی یا اونٹ کسی مخلوق کے نام کا کر دیجئے ولی کا یا نبی کا باپ کا یا دادے کا بھوت کا یا پری کا وہ سب حرام ہے اور ناپاک اور کرنے والے پر شرک ثابت ہو جاتا ہے اھ مجموعہ فتاوی مولنا شاہ عبد العزیز صاحب قدس سرہ صفحہ ۵۳ البقرۃ المنذورۃ داخل فیما اھل بہ لغیر اللہ

الجوابات۔ اول ایک قاعدہ کلیہ عرض کئے دیتا ہون محرمین یہ کہتے ہین کہ منذور لغیر اللہ مین جب کوئی تصرف بہ نیت تقرب الی غیر اللہ متقرر ہو جائے وہ حرام ہو جاتا ہے اور اُس تصرف کے فسخ سے حلت عود کرآتی ہے دلیلہ قولہ تعالےٰ وما اھل بہ لغیر اللہ مع قول المفسرین ذبح الحیوان الذبح محرم للتصرف الشرکی۔ اب جوابات معروض ہین (۱) جب بحیرہ و سائبہ مین کوئی تصرف بہ نیت تقرب لغیر اللہ متقرر ہو گیا ہو بدون فسخ اُس

تصرف کے حلال ہوجانا فقہ کی کونسی کتاب مین ہی ہما آیت مین جو تحریم کا رد ہی اس سے مراد وہ تحریم ہی جس کو اہل جاہلیت عبادت سمجھتے تھے یا مراد تحریم سے فعل ما یوجب الحرمۃ من اھلالہ لغیر اللہ ہی کما فی قولہ لم تحرم ما احل اللہ لک یا تحریم مؤبد مراد ہی پس ایسا سائبہ ما اہل سے خارج نہین خروج پر جو تفریعات تھین سب کا جواب نکل آیا۔

(۲) اگر قرآن مجید مین عام مراد نہ بھی ہو تو اشتراک علت سے اشتراک حکم ہوجائے گا والعلۃ ھی نیۃ التقرب لغیر اللہ تعالیٰ۔ اب اجماع مفسرین کے بھی خلاف نہوا اور اگر قرآن مجید مین عام ہی مراد لے لیا جائے تو بھی اس کو مخالفت اجماع نہین کہ سکتے اگر مفسرین تعمیم تفسیر کی نفی تصریحاً کردیتے جب البتہ اسکی گنجائش تھی گو بنظر غائر ایسا اجماع حجت شرعیہ نہین کیونکہ کسی تفسیر پر اتفاق ہونے سے حکم شرعی پر اتفاق لازم نہین آتا اور اجماع معتبر حکم پر ہے البتہ اگر ایسی تفسیر کیجائے جس سے تفسیر جمہور کی نفی لازم آئے تو بوجہ رفع حکم شرعی کے مخالفت اجماع ہی اور یہان نفی لازم نہین آتی بلکہ بوجہ عموم کے اُس کو بھی شامل ہی اور شیرینی وغیرہ مین اگر توبہ ایسے وقت کرلے کہ اس نیت فاسدہ پر کوئی تصرف اُسمین نہ ہوا تھا یعنی کسی کو ہبہ وغیرہ نکیا تھا تب تو وہ حلال ہوگئی اور اگر دیدی تھی اور اُس تصرف کو فسخ کردیا تب بھی توبہ سے حلال ہوگئی اور اگر تصرف نہین توڑا تو البتہ حلال نہین ہوئی یہی حکم جانور کا ہی اگر ذبح کے وقت نیت درست کرلی تو تصحیح نیت قبل التصرف ہوگئی جانور حلال ہوگیا اور اگر تصرف ذبح نافذ ہوگیا اب ارتفاع اُس کا ممکن نہین اس لئے حرمت قائم رہی اور بحیرہ و سائبہ کی تحریم و عدم تحریم پر کلام پہلے ہوچکا ہی

(۳) حرمت لغیرہ ہے اور وہ غیر تصرف خاص ہی اگر قبل تصرف توبہ کرلے یا توبہ کرکے تصرف فسخ کردے حلال ہے کما مر سابقا۔ (۴) چونکہ ان بچون مین علت حرمت کی نہین ہی حلال ہین۔ (۵) وہ مکلف نہین ہم تو مکلف ہین چونکہ ما اھل بہ لغیر اللہ صادق ہی جس کی حرمت کے ہم مخاطب ہین اس لئے حرمت کا حکم ہوگا نہ یہ کہ اُنکی حرمت ہم تک متعدی ہوئی ہی کہ وہان منتفی ہونے سے یہان منتفی ہو۔ (۶) دونون وجہ سے حرام ہوگا نیت مالک کی مؤثر ہے گو ذابح کو علم اور اُس کا قصد ہو اس ذبح سے وہ تصرف شرعی متقرر ہوگیا لہذا ما اہل بہ مین داخل ہوگیا واللہ اعلم ۱۴۔ ذیقعدہ ۱۳۲۲ھ

سوال۔ جس کپڑے پر تصویر چوسر یا شطرنج یا شوالہ کی ہو اُس کو مصلےٰ بنانا جائز ہے یا نہین۔

الجواب۔ یہ اشیاء چونکہ شعائر کفر و فسق سے ہین اس لئے شرعاً قابل اہانت ہین اور مصلے پر ہونا موجب تعظیم ہی اس لئے نماز مین کراہت ہوگی چنانچہ تصویر سے کراہت صلوٰۃ کی علت بھی مشابہت عبادت یا تعظیم ہے اور وجوب اہانت مین تصویر ذی روح کی اور ان اشیاء کی صورت مساوی ہی فی رد المحتار وقد ظہر من ھذا ان علۃ الکراھۃ فی المسائل کلہا اما التعظیم او التشبہ الخ۔ ۲۷۔ ذیقعدہ ۱۳۲۲ھ۔

استعمال گھیکوار کہ از زمین غیر حاصل کردہ باشد

سوال کسی شخص نے اپنی زمین مین گھیکوار بہت سا واسطے دوا کے بو رکھا ہے اگر کوئی شخص اُس کو بدون اجازت مالک کے لا کر دوا مین ڈالدے تو درست ہے یا نہین اور اگر اس کے مالک سے پوچھین تو لینے نہین دیتا اور گھیکوار کا حکم گھاس جیسا ہے یا نہین کیونکہ گھیکوار ساق دار درخت نہین اور اُس دوا کا استعمال جائز ہے یا نہین

الجواب - فی الدر المختار فصل الشرب وحکم الکلاء کحکم الماء فی رد المحتار وھو ما ینبسط وینتشر ولا ساق له کالاذخر ونحوه والشجر ماله ساق فعلی ھذا الشوك من الشجر الی قوله واخص من ذلك کله وھو ان یحتش لکلاء او انبته فی ارضه فھو ملك له ولیس لاحد اخذه بوجه لحصوله بکسبه ذخیره وغیرھا جلد ۵ صفحہ ۴۳۵ اس سے معلوم ہوا کہ اول گھیکوار کے گھاس ہونے مین کلام ہے دوسرے اگر گھاس بھی ہو تب بھی اگر گھاس کو خود کوئی اپنی زمین مین بو دے تو اُسکی ملک ہو جاتا ہے دوسرے کو بدون اُسکی اجازت کے لینا اور استعمال کرنا حرام ہے پس ایسی دوا کا استعمال جائز نہین - واللہ تعالیٰ اعلم - ۲۹ - ذیقعدہ سنہ ۱۳۲۲ھ

دندان مصنوعی ساختن

سوال - دندان کا بنوانا شرعاً درست ہے یا نہین اگر درست ہے تو ضرورت اور زینت دونون کے واسطے یا صرف ضرورت کے واسطے -

الجواب - فی الدر المختار ولا یشد سنه المتحرك بذھب بل بفضة وجوزھما محمدؒ ویتخذ انفا منه لان الفضة تنتن فی رد المحتار قال الکرخی اذا سقطت ثنیة رجل فان اباحنیفةؒ یکره ان یعیدھا ویشدھا بفضة او ذھب ویقول ھی کسن میتة ولکن یاخذ سن شاة ذکیة یشد مکانھا وخالفه ابو یوسفؒ الی قوله وقال ابو یوسفؒ سالت اباحنیفة عن ذلك فی مجلس اٰخر فلم یر باعادتھا باسا اس روایت سے معلوم ہوا کہ دانت بنوانا شرعاً درست ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ضرورت اور زینت دونون کے لئے درست ہے، کیونکہ ناک بنوانا ظاہر ہے کہ زینت ہی کے لئے ہوگا اور وہ بھی جائز رکھا گیا ہے البتہ اگر زینت کو آلہ فجور بنایا جائے تو اس عارض کیوجہ سے بیشک گناہ ہے

اخذ اجرت از مال حرام و مس کردن دندان مریضہ

سوال - ایک شخص کا دندان سازی پیشہ ہے اُس سے اجنبی عورت دندان بنوانا چاہتی ہے اور اس عورت کا فحش و حرام پیشہ ہے غالباً اجرت بھی اُسی حرام کمائی سے دیگی اس حالت مین دندان بنانے کی ضرورت سے غیر عورت کے بدن کو مس کرنا اور حرام کمائی سے اجرت لینا اُس شخص کو درست ہے یا نہین -

الجواب - اسمین دو سوال ہین مس کرنا اور ایسی اجرت لینا سو مس اجنبیہ کو بضرورت جائز رکھا گیا ہے جیسے مداواہ مرض مین پس اگر دانت بضرورت بنوائے جاتے ہین تو یہ ایک قسم کی مداواہ ہے دندان ساز کو مس جائز ہے اور اگر بلا ضرورت بنوائے جاتے ہین تو مس جائز نہین جیسا احتقان ضرورت مین جائز رکھا گیا اور بعض منفعت بلا ضرورت کے لیے

حرام کذا فی الشامیۃ الجزء الخامس صفحہ ۳۶۵ اور اجرت لینا مال حرام سے حرام ہے البتہ اگر وہ قرض لیکر دیدے اور اُسکو یقین ہوجائے تو درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم ۲- ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

سوال - سلیپر پہننے مین نصاریٰ کی مشابہت تو نہین ہے ؟-

الجواب - اگر مشابہت نہین ہے تو جائز ہے- واللہ تعالیٰ اعلم- یوم الاضحیٰ ۱۳۲۲ھ

تحریک ظرف بعزیمت بغرض اظہار وقائع

سوال - زید قرآن شریف کی کوئی آیت پڑھکر ایک برتن پر دم کرتا ہے اور ایک دوسرا شخص اُس برتن کو پکڑ لیتا ہے پھر برتن مین ایک قسم کی حرکت پیدا ہوتی ہے اگر کسی ساحر نے کسی پر سحر کیا ہے تو جہان سحر ہے وہان پر چلا جاتا ہے اور اگر سحر کسی درخت پر کیا ہے تو درخت پر چڑھنا چاہتا ہے اگر کسی کا مال چوری ہوا ہے تو جہان مال ہے وہان پر چلا جاتا ہے یہ زید کا عمل جائز ہے یا ناجائز اگر حرام ہے تو کس دلیل سے-

الجواب - یہ عمل فی نفسہ جائز ہے اب یہ دیکھنا چاہیے کہ کسی امر ناجائز کیطرف مفضی تو نہین ہوتا یا ہوتا ہے اگر ہوتا ہے تو اس عارض کی وجہ سے بغیرہ ناجائز ہوجائے گا مثلاً اس عمل کے ذریعہ سے کسی شخص کو چور سمجھنا جو کہ خلاف ہے نص ولا تقف ما لیس لک بہ علم کے کیونکہ علم سے مراد دلیل شرعی ہے اور ایسے اعمال دلیل شرعی نہین اور اگر امر ناجائز کیطرف مفضی نہین ہوتا تو پھر بالکل جائز ہے مثلاً اس عمل کے ذریعہ سے مال ملجانا یا سحر باطل ہوجانا خلاصہ یہ کہ فی نفسہ جائز اور اگر مقدمہ حرام کا بن جائے تو ناجائز- ۱۹- ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

سوال - صدقہ نافلہ اغنیاء اور فقراء سب کو مباح ہے اس کے کیا معنے ہین آیا یہ معنے ہین کہ جب کسی شئے کو خدائے تعالیٰ کے حضور مین پیش کر دیا اور اُس کے ایصال ثواب کی نیت کسی کے لئے کرلی تو یہ صدقہ ہوگیا اسکا کھانا سبکو جائز ہے یا اور کچھ پھر بعد الانفاق ایصال ثواب کی ضرورت ہوگی یا وہی نیت کافی ہوگی-

الجواب - اس کی تحقیق مصرح تو کہین باوجود تلاش کے ملی نہین لیکن قواعد سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بدون تملیک کے ابھی صدقہ نہ ہوگا کیونکہ مفہوم صدقہ مین تملیک داخل ہے رہا اُسکا کسی کے لئے حلال یا حرام ہونا اُس کے معنے یہ معلوم ہوتے ہین کہ جو چیز غنی وغیرہ کو دینے سے کافی اور ادا نہین ہوتی منفق علیہ پر واجب ہے کہ منفق کو اپنے مصرف اور مستحق نہ ہونے کی اطلاع اور تنبیہ کردے کیونکہ یہ توہم اور احتمال ہے کہ شاید اُسکو اطلاع حقیقت کی یا حکم شرعی کی نہ ہو اور یہ واجب مثلاً اُس کے ذمہ سمجھائے تو یہ ایک گونہ خداع اور تغریر ہے اور یہ حرام ہے البتہ اگر بیت المال مین زکوۃ وغیرہ آگئی چونکہ سلطان بوجہ ولایت عامہ کے فقراء کا بھی نائب ہے اس لئے اُسکا قبضہ بجائے قبضہ فقراء کے ہے اور اسی سے وہ صدقہ کے ساتھ متصف ہوگیا اور اگر زکوۃ ہے تو اُس مین وہ سختیت

اُگی اور غیر مصارف پر اسوجہ سے بھی حرام ہوگیا تیسرا طریق جو کہ سب صورتون مین مشترک اور بلا واسطہ مفید حلت وحرمت ہے یہ کہ صدقہ ہونا نہ تو زمانًا تملیک پر مقدم ہے اور نہ موخر بلکہ مقارن ہے پس صدقہ ہونا اور مملوک ہونا معًا متحقق ہونگے اس لئے اُسی وقت حلت وحرمت بھی حاصل ہوجاویگی گو تملیک بالذات مقدم ہو اور جب معلوم ہوگیا کہ تملیک کے وقت صدقہ ہوگا تو اس سے پہلے کی نیت بھی معتبر نہین البتہ زکوٰۃ مین اخراج کے وقت کی نیت معتبر ہے واسطے ادائے شرط واجب نیت کے نہ کہ ثواب کے لئے کروہ تملیک ہی پر موقوف ہوگا۔ واللہ اعلم۔ ۲۷- ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

سوال۔ سرکہ یا کسی پھل مثل گولر وغیرہ مین جو کیڑے پیدا ہوجاتے ہین اُن کیڑون کا کھانا جائز ہے یا نہین بہتیرے سرکہ مین گل کر مختلط ہوجاتے ہین جنسے احتراز ناممکن ہے۔

الجواب۔ فی الشامی عن الطحطاوی ویوخذ منه ان اکل الجبن او الخل او الثمار کالنبق بدودہ لایجوز ان نفخ فیه الروح اھ جلد ۵ صفحہ ۲۹۹ اس سے معلوم ہوا کہ ایسے کیڑون کا کھانا جائز نہین اور جو مخلوط ہوگئے وہ ضرورت کی وجہ سے عفو ہین کما قالوا لاتنزح بخرء حمام وعصفور مع حرمة تناولهما۔ ۲۷- ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

سوال۔ چہ میفرمایند علماء دین رحمہم اللہ تعالیٰ کہ مسلمانان را تعزیت اہل ذمہ جائز است یا نہ خصوصًا بنیت دوستی ایشان وطمع دنیاوی و مال ایشان مفصل جواب درکار است۔

الجواب۔ اگر حق شرکت بلد یا محلہ پنداشتہ عیادت کند جائز است فی الدر المختار وجاز عیادته (الذمی) بالاجماع و دوستی وطمع فی نفسہ مذموم است لہٰذا تخلیص عیادت ازان ضروری ست۔

سوال۔ تھوڑے پانی مین جو مچھلیان بوجہ شدت حرارت مرجائین اُن کا کھانا کیسا ہے۔

الجواب۔ درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۱۷- ربیع الاول ۱۳۲۲ھ

سوال۔ کیا فرماتے ہین علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ آجکل آریہ مذہب والون کا زور وشور ہے اور قرآن پاک اور حدیث شریف پر طرح طرح کے اعتراض بیجا کرتے ہین اور مسلمانون کو بہکاتے ہین اور علماء ربانی اگرچہ جوابات تحقیقی اُنکو دیتے ہین لیکن اس زمانہ مین جواب الزامی زیادہ نافع اور مسکت خصم اور اہل زمانہ کے نزدیک باوقعت ہوتا ہے اور جواب الزامی تاوقتیکہ اُن کے مذہب سے پوری واقفیت نہ ہو ممکن نہین اور اُن کے مذہب کی کتب وید وغیرہ زبان سنسکرت مین ہین اس لیے اگر بدین ضرورت زبان سنسکرت کسی ایسے شخص سے جو دیندار اور معتمد ومعتبر ہون اور پڑھنے والے بھی علوم دین سے واقف ہون سیکھی جائے تو جائز ہے یا نہین۔ بینوا توجروا۔

الجواب۔ اس کی تعلیم وتعلم کا فی نفسہ جائز ہونا تو بوجہ عدم مانع جواز کے ظاہر ہے اور قاعدہ مقررہ ہے کہ جو امر جائز

کسی امر مستحسن یا واجب کا مقدمہ و موقوف علیہ ہو وہ بھی مستحسن یا واجب ہو جاتا ہے اور مصلحت مذکورہ سوال کے استحسان یا ضرورت میں کوئی کلام وخفا نہیں لہذا اس زبان کی تحصیل ایسی حالت میں بلا شبہ مستحسن یا ضروری ہے علی الکفایہ اسی بنا پر ہمارے علماء متکلمین نے یونانی فلسفہ کو حاصل کیا اور علم کلام بطرز معقول مدون فرمایا یؤیدہ ما رواہ مسلم عن حذیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کان الناس یسألون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الخیر وکنت اسألہ عن الشر مخافۃ ان یدرکنی الحدیث قلت وادراک الشر للمسلمین کادراکہ لنفسہ البتہ بعض اوقات ایسے امور میں بعض عوارض خارجیہ کی وجہ سے جو کہ معلم یا صحبت ناجنس یا فساد نیت وسوء استعمال یا احتمال افتتان یا اشتغال بالایعنی کی جہت سے ہوں قبح وغیرہ محتمل ہو سکتا ہے قیود معروضہ سوال سے اُن سب کا انتفاء ہو لہذا کوئی مفسدہ بھی مصالح مذکورہ کے معارض نہیں پس حج از و استحسان ضرورت بحالہ باقی ہے واللہ تعالیٰ اعلم ۵ صفر

سوال۔ ان عبارتوں کی وجہ تطبیق کیا ہے (١) اذا تنجس الخبز والطعام لا یجوز ان یطعم الصغیر او المعتوہ او الحیوان الماکول اللحم۔ عالمگیری کتاب الکراہیۃ (٢) لا یجوز لاحد ان یوکل المجنون المیتۃ بخلاف الہرۃ وقال اصحابنا لا یجوز الانتفاع بالمیتۃ علی وجہ ولا یطعم الکلاب والجوارح اھ عالمگیری (٣) لان ما تنجس اختلاط النجاسۃ بہ والنجاسۃ مغلوبۃ لا یباح اکلہ ویباح الانتفاع بہ فیما وراء الاکل شامی فصل البیر تحت قول الدر المختار فیطعم للکلاب پہلی عبارت سے معلوم ہوتا ہے حیوان ماکول اللحم کو نہ کھلائے تیسری عبارت عام معلوم ہوتی ہے نجاست کے مغلوبہ ہونے کی قید لگائی اور جگہ یہ قید نہیں لگائی دوسری عبارت کے شروع سے معلوم ہوتا ہے کہ ہرہ کو میتہ کھلانا درست ہے اور آخر عبارت سے معلوم ہوتا ہے نادرست ہے شامی کی عبارت جو ماء مستعمل میں ہے اُس میں برخلاف اور مقامات کے ایک نئی تفصیل کی ہے جو ذیل میں درج ہے۔ الماء اذا وقعت فیہ نجاسۃ فان تغیر وصفہ لم یجز الانتفاع بہ بحال والا جاز کبل الطین وسقی الدواب شامی ماء مستعمل۔

الجواب۔ پانی اور مطعوم میں یہ فرق ہے کہ پانی میں دوسرے ائمہ کے قول پر گنجائش ہے پس وہ نجس متفق علیہ نہیں ہے اسی وجہ سے تصریح کی ہے فان تغیر وصفہ لم یجز اس لئے کہ اس صورت میں سب کے نزدیک وہ نجس ہو گیا پھر مطعوم کے باب میں یہ تفصیل ہے کہ یا تو وہ عین نجاست ہے جیسا میتہ اور یا متنجس ہے اگر خود نجاست ہے تو حسب عبارت دوم اُس سے کسی طرح کا انتفاع درست نہیں حتی لا یطعم الکلاب والجوارح اور بعض نے جو ہرہ کے کھلانے کو جائز کہا ہے یا تو اُس کا مبنی اختلاف ہے تو تطبیق کی حاجت نہیں اور یا یہ قول ماول کیا جائے کہ کسی ایسی جگہ ڈالدے کہ خود بخود اس طرح کلب وغیرہ آکر کھا جائے خود اپنے اہتمام سے اُسکے سامنے نہ رکھے اور اگر وہ متنجس ہے پھر یا تو غالب النجاستہ ہے یا مغلوب النجاستہ اگر

غالب النجاستہ ہے تو بقاعدہ للاکثر حکم الکل اُس کا حکم بھی مثل عین نجاستہ کے ہے جیسا کہ عبارت سوم سے معلوم ہوتا ہے اور بعض کا قید نہ لگانا یا بنا بر اختلاف قولین ہوگا اور یا بنا ٔ علی الشہرۃ اور علم من موضع آخر تصریح نہین کی مگر مراد ہو اور اگر مغلوب النجاستہ ہے تو خود اپنا اکل تو جائز نہین رہا اطعام تو کلاب غیرہا کو جائز ہے جیسا عبارت سوم سے معلوم ہوتا ہے اور حیوان ماکول حکم مین آدمی کے ہے اس لئے اُس کے لئے جائز نہین جیسا عبارت اول سے معلوم ہوتا ہے پس ما ورا الکل سے مراد بعض ما ورا الاکل لیا جائے یعنی اطعام غیر آدمی وغیر حیوان ماکول اور اکل کو مختص کہا جائے گا اکل انسان کے ساتھ اب امید ہو کہ سب عبارات اور اُنکا تدافع حل ہوگیا ہوگا فقط واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم - ۲ - ربیع الثانی ۱۳۲۴ھ

حکم کوکین

سوال - کوکین جو پان مین ڈالکر کھاتے ہین جس سے مُنہ سُن ہو جاتا ہے اور وہ دوا انگریزی ہوتی ہے اس کے کھانے والے کا یہ حال ہوتا ہے کہ زرد پڑجاتا ہے اور بالکل سوکھ جاتا ہے اور بے کھائے ایک لمحہ چین نہین پڑتا یہان تک نوبت ہے کہ ساری جائداد بیچکر کھا جاتے ہین اور کہتے ہین کہ اسمین نشہ نہین ہوتا ہے اس کا کھانا حرام ہے یا گناہ -

الجواب - اگر نشہ نہ ہو تو فی نفسہ مباح ہے لیکن بوجہ عوارض مضرت جیسی مضار مذکورہ سوال کے ممنوع ہے اور جہان یہ عوارض پیش نہ آئین مباح رہیگا واللہ تعالیٰ اعلم - ۳ - ربیع الثانی ۱۳۲۴ھ

طعام خوردن در خانہ کسیکہ آمدنی او مختلط باشد

سوال - جس شخص کی آمدنی مختلط ہو یعنی سودی کاروبار کرتا ہے و نیز کھیتی وغیرہ حلال آمدنی بھی کرتا ہے ایسے شخص کے مکان مین خورد و نوش کرنا شرعاً جائز ہے یا نہین بر تقدیر جواز لِم بھی ارشاد ہو اس لئے کہ بظاہر تو عدم جواز کو ترجیح ہے حسب قواعد اصول اذا اجتمع الحلال والحرام فغلب الحرام -

الجواب - اس مین غالب کا اعتبار ہے اگر حلال غالب ہے تو حلال ہے اور اگر حرام غالب ہے یا دونون متساوی ہین تو حرام ہین اور واقعی اذا اجتمع الحلال والحرام کا مقتضا حرمتہ علی الاطلاق تھا لیکن دفع حرج کے لئے اعتبار غالب کا کیا گیا واللہ تعالیٰ اعلم - ۱۶ - ربیع الثانی ۱۳۲۴ھ -

سوال - بعد سلام مسنون عرض ہے کہ ایک خط مولوی اسحق صاحب کا کوئٹہ بلوچستان سے آیا ہے مضمون یہ ہے کہ آج بعد نماز مغرب حضور (شاہ ابو الخیر صاحب) نے فرمایا کہ یہ کتاب الاسماء والکنی کہ ہمنے حیدرآباد سے منگائی ہے اور اس سے پہلے کہین دنیا مین اسکی زیارت میسر نہین ہوئی مدینہ منورہ مین قبہ شیخ الاسلام مین کہ سلطان روم کا کتب خانہ بے نظیر ہے اس مین بھی یہ کتاب نہین دیکھی تھی اسمین ہمنے ایک وہ مسئلہ دیکھا کہ ہمکو آج تک معلوم نہ تھا اور تمکو بھی معلوم نہوگا مین نے عرض کیا وہ کیا ہے فرمایا کہ خشخاشی بال جیسے تیرے ہین اور ہندستان مین بہت مروج ہین تو عمل قوم

لوط کا ہے اگر سر پر بال ہون تو اس قابل ہون کہ اُنمین مانگ نکالی جائے یا بالکل منڈائے جائین صرف یہ دونون
شکلین مسنون ہین مین نے اُسوقت توبہ کی پھر فرمایا کہ اگر تم حلق دوست رکھتے ہو تو حلق کراتے رہو اور اگر فرق
دوست رکھتے ہو تو اس نیت سے بالون کی پرورش کرو اور فرمایا کہ اس اثر کو لکھ کر مشہور کر دو اور میرٹھ بھیجدو
سب خادم توبہ کرین اور خشخاشی بال نہ رکھین اور یہ بھی فرمایا کہ یہ رسم کن لوگون سے اختیار کی ہے مین نے عرض کیا
نصاریٰ سے ماخوذ ہے وہ اثر یہ ہے (من کتاب الکنی للدولابی قال حدثنی ابراھیم بن الجنید قال حدثنی الھیثم بن
خارجۃ قال حدثنا ابو عمران سعید بن میسرۃ البکری الموصلی عن انس بن مالک قال انہ دخل علیہ شاب
قد سکن علیہ شعرہ فقال مالک والسکینۃ افرقہ او جزہ فقال رجل یا ابا حمزۃ فی من کانت السکینۃ قال فی قوم
لوط قال کانوا یسکنون شعورھم ویمضغون العلک فی الطریق والمنازل ویخذفون ویفرجون اقبیتھم الی
خواصرھم انتھی) (سکینۃ الشعر ـ بالون کا سیدھا کھڑا چھوڑنا نہ منڈانا نہ مانگ نکالنی) خط کا مضمون بیان
ختم ہو گیا مضمون بالا کو بغور ملاحظہ فرما کر ارشاد فرمایئے کہ بالون کا قینچی سے کترواناجیسا کہ مروج ہے جائز ہے
یا نہین اور مشابہت قوم لوط ہے یا نہین اگر جائز ہے تو اثر مذکور کا کیا مطلب ہے اور اگر ناجائز اور حرام ہے تو محلقین
رؤسھم او مقصرین کا کیا جواب ہے یا یہ حکم خاص حجاج ہی کے لئے ہے اور یہ بھی ارشاد فرمایئے کہ اگر بالون کا کتروانا
جائز ہے تو تمام بال رکھنا اور مانگ نکالنا بہتر ہے یا حلق یا قصر اور حلق سے قصر بہتر ہے یا نہین مفصل مدلل
مع حوالہ بیان فرمایئے کیونکہ اکثر لوگ حتیٰ کہ اکثر علماء بھی قصر کراتے ہین اگر یہ امر ناجائز ہو تو اس سے توبہ کیجائے اور
اگر جائز ہے تو اثر مذکور کا مطلب صاف صاف شافی تسکین بخش ایسا ارشاد فرما دیا جائے کہ اطمینان ہو جائے۔

الجواب ـ جواز تقصیر کا حج کے ساتھ مخصوص ہونا محتاج دلیل ہے اور شاید کسی کو شبہہ ہو کہ اُسکی نسبت یاخذ
من کل شعرۃ قدر الانملۃ لکھا ہے تو سمجھنا چاہیئے کہ یہ مقدار ادنیٰ کی ہے مقصود نفی زائد کی نہین چنانچہ رد المحتار مین
بدائع سے نقل کیا ہے قالوا یجب ان یزید فی التقصیر علی قدر الانملۃ الخ اور اسیطرح ربع کی تخصیص بیان ادنیٰ
کے لئے ہے چنانچہ در مختار مین تصریح ہے تقصیر الکل مندوب پس وہ شبہہ رفع ہو گیا اور فارق منتفی ہے لہذا جواز
عام ہے اور اگر کوئی شخص اثر مذکور کو فارق کہے تو بایں وجہ صحیح نہین کہ اثر مذکور ثبوتاً و دلالۃً مخدوش ہونے کے علاوہ
مفید مقصود کو نہین ـ اولاً یہ کہ جب تک اس کے رواۃ کی توثیق نہ ہو اُس وقت تک اس کی صحت یا حسن ثابت نہین
اور حدیث ضعیف حسب تصریح اہل علم کسی حکم شرعی کے لئے مثبت نہین ہو سکتی ثانیاً یہ کہ سکینہ کی یہ تفسیر جو سوال
مین مذکور ہے محتاج دلیل ہے خواہ لغت ہو یا نقل صحیح ہو اور یہ دونون امر بذمہ مستدل ہین ـ تیسرے اُسمین

جزۃ کا لفظ بطور تخییر آیا ہے اور جز کے معنے لغت اور استعمال مین مطلق قطع کے ہین مخصوص حلق کے ساتھ نہین بلکہ مخصوص بالون کے ساتھ بھی نہین چنانچہ مشکوۃ باب الترجل مین حضرت انس رضی سے مروی ہو فقالت امی لا اجزھا اور آگے اُسکی علت فرماتی ہین کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یمدھا اور ظاہر ہے کہ یہ علت مقتضی عموم معنی جز کو ہے اور شمائل ترمذی مین حضرت مغیرہ رضی سے مروی ہو فاتی بجنب مشوی ثم اخذ الشفرۃ فجعل یحز لی اسمین دو نسخے ہین حاء اور جیم اس سے عموم غیر شعر کے لیے ظاہر ہو چوتھے ممکن ہے کہ یہ حکم مقید اُس صورت کے ساتھ ہو کہ جب بال مانگ نکالنے کے قابل ہون اور پھر مانگ نکالی جاوے جس کو سدل کہتے ہین جس کے باب مین حدیث مین آیا ہو فسدل النبی صلی اللہ علیہ وسلم ناصیتہ ثم فرق بعدہ متفق علیہ کذا فی المشکوۃ باب الترجل بخلاف اُس صورت کے کہ چھوٹے چھوٹے بال ہون خواہ بڑے نہون یا کٹا دیے ہون اُس صورت مین یہ حکم نہ ہو چنانچہ افرقہ اور جزہ علی سبیل التخییر فرمانا اس منع بالمعنی الاصطلاحی کی سند ہو سکتی ہو کیونکہ تخییر موقوف ہو دونون شقون کے امکان عادی پر اور امکان فرق موقوف ہو بالون کے بڑے ہونے پر پانچوین ممکن ہو کہ یہ نہی مخصوص ہو اُس صورت کے ساتھ جبکہ اہل باطل کی وضع پر ہون جیسا اسوقت نئی فیشن ایجاد ہوئی ہو یا یہ کہ کسی فساد کی نیت سے ہو جیسا کہ دوسرے متعاطفات بھی اسی پر دال ہین ورنہ لازم آتا ہو کہ مضغ علک اور قباء مین چاک دونون پہلوؤن پر رکھنا بھی مطلقاً ناجائز ہو ولا قائل بہ پس ان وجوہ سے یہ اثر مخصص یا مفسر جواز تقصیر کا نہین ہو سکتا بخلاف نہی عن القزع کے کہ بوجہ صحت حدیث کے اطلاق حلق کو مقید کر سکتا ہے پس تقصیر فی نفسہ بحالہ جائز رہا البتہ عارض تشبہ سے جہان تشبہ لازم آتا ہو بعض صورتین ممنوع ہو جاوین گی ھذا ما حضرلی الآن ولعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا واللہ تعالی اعلم - ۲۴ - ربیع الثانی ۱۳۲۴ھ

تغیر حد طریق قدیم

سوال - قریہ کے ایک گاؤن مین ایک مسجد ہو جس کے جانب جنوب قدیم الایام سے شارع عام واقع ہوا ہو جسمین آمد و رفت لوگون کی و بہلی وغیرہ کی ہمیشہ سے ہوتی چلی آتی ہو اب لوگون نے اُسی جانب سے ازدیاد مسجد کا قصد کیا اور اُس سڑک کا کچھ حصہ دبا لیا اب سوال یہ ہو کہ شارع عام کا حصہ دبا لینا زیادتی مسجد کیواسطے جائز ہو یا نہین سڑک پہلے تو دس ہاتھ کی تھی اب پانچ ہاتھ رہگئی جس مین آمد و رفت گاڑیون کی معاً تو ہو نہین سکتی البتہ نوبت بہ نوبت ہوا کریگی اُسمین گو نہ حرج ہونا ظاہر ہو - دوسرا سوال یہ ہو کہ اگر کوئی سڑک دس بیس ہاتھ کی قدیم سے ہو تو بغرض زیادتی مسجد وغیرہ سات ہاتھ چھوڑ کر باقی دبا لیا جا سکتا ہو یا نہین اور حدیث اذا اختلفتم

عہ المراد اصطلاح المناظرۃ ۱۲ منہ -

فی الطریق الخ اس کے واسطے عرض استنباط ہو سکتا ہے یا نہیں لکھا کسی نے تو اسکو بیان کیا ہے کہ بلاد مفتوحہ میں ابتدائی جو طرق وغیرہ بنائے جائیں تو رفع اختلاف کے واسطے یہ حدیث ہے کذا فی حاشیۃ البخاری۔

الجواب۔ (۱) فی الدر المختار جعل شیٔ من الطریق مسجدا لضیقۃ ولم یضر بالمارین جاز۔ فی رد المحتار قولہ لضیقۃ ولم یضر بالمارین افاد ان الجواز مقید بهذین الشرطین اھ اس روایت سے معلوم ہوا کہ اگر طریق کا کوئی جز مسجد میں داخل کر دینے سے اہل طریق کو ضرر ہو تو جائز نہیں اور ضرر کا مدار عرف پر ہے اور یقینی بات ہے کہ بجائے اسکے کہ دو گاڑیاں آتے سامنے سے آنیوالیاں نکل جائیں ایک ہی گاڑی کی جگہ رہنا عرفاً ضرر اور موجب حرج ہے جیسا کہ اہل ذوق سلیم پر مخفی نہیں اس لئے صورۃ مسئولہ میں اس قطعہ کا مسجد کے اندر دیا لینا جائز نہیں اور اگر مسجد میں بالفعل تنگی نہ ہو تو عدم جواز کی دو علتیں جمع ہو جائیں گی۔ (۲) عن ابی هریرة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اختلفتم فی الطریق جعل عرضه سبعة اذرع رواه مسلم قوله سبعة اذرع یعنی اذا كان طريق بين ارض قوم ارادوا عمارتها فان اتفقوا على شئ فذلك وان اختلفوا فی قدره جعل سبعة اذرع هذا مراد الحديث واما اذا وجد طريق مسلوك وهو اكثر من سبعة اذرع فلا يجوز لاحد ان يستولى على شئ منه لكن له عمارة ما حواليه من الموات وتملكه بالاحياء بحيث لا يضر بالمارين اه لمعات وطیبی بتغییر یسیر۔ تفسیر مذکور سے حدیث کی مراد معلوم ہو گئی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مسئلہ مبحوث عنہا میں اس سے استدلال نہیں ہو سکتا باقی اس کا جواز و ناجواز ضرر و عدم ضرر پر دائر ہے جیسا سوال اول کے جواب میں لکھا گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ربیع الثانی ۱۳۳۲ھ

سوال۔ بلا تقصیر گرگٹ کا مارنا جائز ہے کہ نہیں مشارق الانوار میں ایک حدیث اس مضمون کی ہے کہ گرگٹ کا مارنا ثواب ہے پہلی ضرب میں مار ڈالے تو زیادہ ثواب ہے دوسری ضرب میں اس سے کم تیسری میں اس سے کم اور اس ثواب کی علت یہ بتلائی گئی ہے کہ جسوقت نمرود نے حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو آگ میں ڈالا تھا تو اور پرندے اور اکثر جانور آگ کو فرو کرنے کی کوشش کرتے تھے مگر گرگٹ اس کو اور زیادہ مشتعل کرتا تھا یہ بات بخوبی سمجھ میں نہیں آتی کیونکہ ایک گرگٹ کے فعل سے باقیوں پر ظلم کیوں کیا جاتا ہے مفصل جواب تشفی فرمائیں

الجواب۔ اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ ایک فرد کے فعل کا تمام نوع سے بدلہ لیا جاتا ہے بلکہ اصل علت اس نوع کا خبیث الطبع و موذی ہونا ہے اور آگ کا مشتعل کرنا اس کے خبث کی علامت ہے بس تقریر حدیث کی

ع اسکا ما یتعلق بالحدیث میں درج ہونا مناسب تھا ۱۲ منہ۔

یہ ہی کہ اس جانور کو قتل کرو کیونکہ طبعاً ضرررسان ہے اور اُسکی طبعی ضرررسانی کا یہ ایک اثر تھا کہ ابراہیم علیہ السلام پر آگ کو مشتعل کرتا تھا پس جو اصل علت ہے وہ نوع کے تمام افراد مین مشترک ہے اس لیے ہر فرد کو اُسی کے طبعی خبث سے مارا جاتا ہے نہ کہ دوسرے کے فعل سے۔ ۱۱ جمادی الثانیہ ۱۳۲۴ھ

سوال - ۱: اعانت علی المعصیۃ کی نسبت جزئیات عجب متعارض ہین مکان کا بتخانہ وغیرہ بنانے کے لئے کرایہ پر دینا یا ذمی کے لئے خمر باجرۃ لیجانا امام صاحب کے نزدیک جائز ہے اور اسکی وجہ ہدایہ شامی وغیرہ مین یہ لکھی ہے کہ معصیت عین کے ساتھ قائم نہین بلکہ درمیان مین فعل فاعل مختار حائل ہے اس لیے نسبت منقطع ہو جائے گی حالانکہ اس وجہ کا مقتضی یہ ہے کہ بیع سلاح کی اہل فتنہ کے ہاتھ جائز ہو شامی نے اس مقام پر خود اپنا تردد ظاہر کر کے چھوڑ دیا ہے کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع وغیرہ اسکی نسبت کچھ اچھی طرح سمجھ مین نہین آتا بحرالرائق مین لکھا ہے کہ اگر کوئی راستہ بیعہ یا کنیسہ کا پوچھے تو بتلانا درست نہین کہ اعانت علی المعصیۃ ہے کہان تو یہ احتیاط اور کہان مکان کے کرایہ دینے کی اجازت غرضکہ اس کا قاعدہ کلیہ امام صاحب کے مذہب پر کیا ہے۔ ۲: ایک شخص نے سوال کیا ہے کہ ایک آدمی پھولون کی تجارت کرتا ہے چند پجاریون سے معاہدہ کیا وہ روز پھول لیکر اپنے دیوتاؤن پر چڑھاتے ہین آیا اُسکے ہاتھ بیچنا درست ہے یا نہین علی ہذا جانور کا ایسے آدمی کے ہاتھ بیچنا جو معلوم ہے کہ بت پر چڑھائے گا اور اُسکے نام پر ذبح کریگا یا اور چیزین جو چڑھائی جاتی ہین اُنکا خاص ایسے لوگون کے ہاتھ بیچنا جنکا تقرب الی غیر اللہ کے لئے استعمال کرنا یقینی طور پر معلوم ہے اگرچہ ان مسائل مین صاحبین کے نزدیک تو حکم ظاہر ہے شبہہ امام صاحب کے مذہب پر ہے قیاس علی بیع السلاح کا مقتضی ممانعت اور دیگر مسائل کا مقتضی جواز ہے یہ بھی اگر لحاظ رکھا جائے تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آجکل حتی المقدور دائرہ اجازت کو وسیع کرنا مناسب ہے۔

الجواب - اس مسئلہ مین اصل مذہب اتنا ہی معلوم ہوتا ہے کہ اگر درمیان مین کسی فاعل مختار کا فعل متخلل ہو جائے بشرطیکہ انتفاع اُس شے سے وجہ محرم مین منحصر نہ ہو تو اُس کی بیع وغیرہ اعانۃ علی المعصیۃ نہین ہے گو کراہۃ بمعنی خلاف اولی سے خالی نہین ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ فتوے سے جائز ہے تقوے کے خلاف ہے اور واقعی اس بنا پر بیع سلاح مین وسعت معلوم ہوتی ہے لیکن اسمین جواز منقول نہونا غالباً احد الامرین کیوجہ سے ہے یا تو امام صاحب کے حکم یکونہ خلاف الاولی کو کراہت پر اور پھر کراہۃ کو تحریم پر محمول سمجھ لیا ہے اور یا جزئیات مین امام صاحب اور صاحبین کے اقوال مختلط ہو گئے ہین یا میرے جی کو یہ لگتا ہے کہ معصیت لازمہ اور معصیت متعدیہ مضرہ للغیر مین فرق کیا ہے یعنی تخلل فعل مختار کو معصیت لازمہ مین قاطع نسبت قرار دیا ہے

اور معصیت متعدیہ مین غایۃ اہتمام کے لئے قاطع قرار نہین دیا جیسا دیانات مین جبکہ خواص کا فعل مباح سبب بنجاے افساد عقیدہ عوام کا تو خواص کے لیے بھی مکروہ ہوجاتا ہی اور گو امام صاحب سے یہ کلیہ منقول نہ ہو لیکن جزئیات سے کلیات مستخرج کیے گئے ہین وہذا اقرب الوجوہ عندی اس تقریر پر پھولون وغیرہ کا بچھانا صورۃ مسئولہ مین جائز معلوم ہوتا ہے اگر یہ تقریر یاد لیجائے تو امید ہے کہ کسی جزئی مین اشکال نرہے گا ۔ ۷ - رجب ۱۳۲۴ھ

حکم فونوگراف

سوال- آج کل جو باجہ فونوگراف بکثرت ہر قصبہ و دیہات مین پھیل گیا آیا یہ مزامیر و معازف مین داخل ہی یا نہ اور اسمین قرآن شریف بھی بھرتے ہین یہ فعل قرآن مجید کی بے ادبی ہے یا نہ ۔

الجواب- یہ جس صوت کی حکایت ہی اس کے محکی عنہ کا سا اسکا حکم ہی مثلاً اگر اس مین معازف و مزامیر یا غنا اجنبیہ کی صوت بند ہی سننا حرام ہی اور اگر کوئی صوت مباح ہی تو سننا مباح ہی لیکن قرآن کا بند کرنا ایک عارض خارجی کی وجہ سے کہ تلہی و تلعب بالقرآن ہے ناجائز ہے ۔ ۲۰ - رمضان ۱۳۲۴ھ

حکم ماہی روبیان

سوال- جھینگہ مچھلی کی حلت مشہور ہی مگر مجھکو اسمین تردد ہی غالباً جناب کو تحقیق ہوگی کہ یہ جانور اگر حلال ہی تو کیون حنفیہ کے نزدیک دریائی جانورون مین سوائے سمک حلال نہین محض نام مین مچھلی کا اطلاق تو سبب حلت ہو نہین سکتا اور خواص مین تغایر ہے کیونکہ اس کی ٹانگین ہوتی ہین اور گلا کٹا ہوا نہین ہوتا تو اگر اس کو مچھلی مین داخل کیا جاتا ہی تو کیون شامی عالمگیری مین ملا نہین حمادیہ مین اختلاف نقل کیا ہی جو قول محقق جناب کے نزدیک ہو تحریر فرمائین کہ خلجان رفع ہو ۔

الجواب اسپر تو سب کا اتفاق ہی کہ سمک بجمیع انواعہ حلال ہی اب صرف شبہ اسمین ہے کہ یہ سمک ہی یا نہین سو سمک کے کچھ خواص لازمہ کسی دلیل سے ثابت نہین ہوئے کہ ان کے انتفا سے سمکیت منتفی ہوجاے اب مدار صرف عرف اہل مبصرین کی معرفت پر رہگیا اور اگر مبصرین مین اختلاف ہوگا تو حکم مین بھی اختلاف ہوگا چنانچہ اسیوجہ سے جریث مین امام محمدؒ مخالف ہین کما نقلہ الشامی اسوقت میرے پاس حیوۃ الحیوان دمیری کی جو کہ ماہیات حیوانات سے بھی باحث ہی موجود ہی اسمین تصریح ہی الروبیان ہو سمک صغیر جدا اور اس حکم کے مقبول نہ ہونے کی کوئی وجہ نہین پس مقتضی حلت کو ہی مخزن جو کہ زیادہ باحث ہی ماہیات ادویہ سے اسمین گو اسکو ماہی سے تعبیر کرنا حجت نہین مگر آگے اس کو حلال کہنا صاف قرینہ ہی کہ اس نے اس کو ماہیت ماہی مین داخل کیا ہے پس اس سے اور بھی تائید ہوگئی بہرحال احقر کو اسوقت تو اس کے سمک ہونے پر بالکل اطمینان ہے ولعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا واللہ اعلم ۔ ۱۱ - ذیقعدہ ۱۳۲۴ھ

عمامہ و نقد خطیب

سوال- عید کے خطبہ مین ایک عمامہ مع کچھ نقد منجانب تحصیل اور ایک منجانب پولس قاضی صاحب کو دیا جایا کرتا ہے انمین سے ایک عمامہ قاضی صاحب مجھکو دیا کرتے ہین مین نے اس عمامہ کو آج تک سر پر باندھا نہین ہی دو عمامہ

کسی قدر قیمتی ہین اُن کے استعمال کی شرعاً گنجائش ہو تو عید کو باندھون ورنہ خیر۔

الجواب۔ اسمین چند اسباب اشتباہ کے ہو سکتے ہین ہر ایک کے متعلق کلام کرتا ہون **اول** بظاہر یہ اجرت طاعت پر معلوم ہوتی ہو لیکن عند التامل یہ اُجرت نہین ہو بلکہ اکرام ہو پس واقع مین یہ وجہ مانع نہین ہو سکتی۔ **دوم** جو دینے والے ہین بوجہ اسکے کہ رسم سمجھکر دیتے ہین اور نہ دینے مین بدنامی کا اندیشہ کرتے ہین اس لیے طیب قلب سے دینے مین شبہہ قوی ہے اور بظاہر انتفاء ہے اور حلت مال کے شرائط مین سے طیب قلب معطی بھی ہو وانتفاء الشرط فات المشروط یہ وجہ مانع قوی ہو سکتی ہو اور یہ وجہ خود پولس اور تحصیل والون کے دینے مین اور خود ایک امام کے دوسرے امام کو دینے مین مشترک اور عام ہو **سوم** دینے والے جس مال سے دین وہ رقم ناجائز ہو مثل رشوت وغیرہ کے اس کا حکم یہ ہو کہ اگر معطی کا مال حلال غالب ہے تو یہ اشتباہ مانع نہین اور حلال غالب نہین تو یہ اختلاط مانع ہو خلاصہ یہ ہو کہ فی نفسہ یہ دینا لینا جائز ہے اور وجہ اول منع کی موثر نہین اور وجہ سوم کا انتفاء اگر یقینی یا مظنون ہو تو بھی موثر فی المنع نہین البتہ وجہ دوم قوی اور غالب الوقوع ہو اسلیے یہ لینا دینا بلغیرہ ممنوع اور مکروہ ہو اور خود لینا ہی بُرا ہے خواہ استعمال بھی نہ کیا جائے واللہ اعلم۔ ۸۔ ذی الحجہ ۱۳۲۴ھ

فونوگراف

سوال۔ آلہ فونوگراف جو مثل انسان کے باتین کرتا ہے اسمین دو قسم کی آوازین بھری ہوتی ہین ایک تو کلام اللہ دوسرے راگ باجے وغیرہ پھر دو نوکی دو صورتین ہوتی ہین ایک تو یہ کہ بعض لوگ اپنی آمدنی کے لئے بازار مین رکھتے ہین اور مقدار معین سنانے پر ایک پیسہ اجرت لیتے ہین دوسرے یہ کہ کوئی آسودہ شخص شوقیہ مختلف قسم کی آوازین بھروا کر اپنے یہان رکھ لیتا ہو اور کبھی خود اور کبھی دوست احباب کو سناتا ہو پہلی صورت مین راگ باجے وغیرہ کا کیا حکم ہو گا اور کلام اللہ سننے کا کیا حکم از روئے شرع ہو گا اور جو شخص اس سے کماتا ہو وہ عاصی ہو گا یا نہین اور جو پیسہ دیکر سنتا ہو وہ عاصی ہو یا نہین اور دوسری صورت راگ باجے مین کیا حکم رکھتی ہو اور کلام اللہ کی صورت مین کیا حکم ہو اگر اس صورت مین کلام اللہ کو ناجائز قرار دیا جائے (جیسا کہ بعض لوگ بیان کرتے ہین) تو بندہ کا یہ اعتراض ہو کہ اگر یہی آلہ امام غزالیؒ وغیرہ بزرگان دین کے وقت مین ایجاد ہوتا اور اُنکے مواعظ اسمین ابتک محفوظ ہوتے تو بڑے بڑے علماء اسوقت مین ضرور سنتے بلکہ اجرت دیکر بھی سنتے۔

الجواب۔ اس مسئلہ مین دو مقام پر کلام ہو اول یہ کہ جس صوت کو اسمین بند کیا گیا ہو اُسکا فی نفسہ سننا جائز ہو یا نہین دوسرا یہ کہ جس صوت کا فی نفسہ سننا جائز ہے آیا کسی عارض کیوجہ سے ناجائز ہو جاتا ہو یا نہین سو امر اول کی تحقیق یہ ہو کہ اگر راگ باجہ اُسمین بند کیا گیا ہو تو اُس کا سننا اور سُنانا سب ناجائز ہے ہو یا تو اسوجہ سے کہ وہ حکایت بالکل محکی عنہ کے مماثل ہو تو جو مفاسد مدار نہی سماع محکی عنہ کے ہین وہ ہی مفاسد حکایت مین پائے جاتے ہین مثلاً تحریک قوی شہویہ

وغیرہ اور یا اگر تامل کیا جائے تو حقیقت میں یہان حکایت و محکی عنہ کا تفاوت ہی نہین بلکہ وہ صوت بعینہ مسموع ہوتی ہی جس سے ہوا متکیف ہو جاتی ہی جیسا اصل تکلم کے وقت بھی سننے کی یہی علۃ ہی اور اس کو ماہر طبعیات بہت آسانی سے مان سکتا ہے بہر حال ناجائز ٹھیرا اور اگر قرآن یا کوئی وعظ یا کوئی کلام مباح السماع اُسمین بند کیا گیا ہی تو اُسکا سننا فی نفسہ جائز ہے اب بیان امر دوم کی تحقیق کی ضرورت ہوگی کہ کلام جائز السماع فی نفسہ کا سننا کسی عارض سے ناجائز ہو سکتا ہی یا نہین سو اُسمین تفصیل یہ ہی کہ اس کا مدار نیت پر ہی اگر مقصود تلہی و تلعب ہے سو جس کلام کو آلۂ تلہی و تلعب بنانا جائز نہین اُسکا سننا اس عارض کی وجہ سے ناجائز ہوگا جیسے قرآن و نحوہ ورنہ جائز ہوگا جیسے کوئی قصہ مباحہ و مثلہا اور غالب عادت سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ اُسمین قرآن سننا اکثر کو مقصود نہین ہوتا اور وعظ کے مضامین خود مقصود بالسماع ہوتے ہین لہٰذا قرآن سننے کو منع کرین گے اور سماع وعظ و قصص مباحہ کو جائز کہین گے جب جائز و ناجائز کی تعیین ہوگئی پس جائز کا سننا سنانا جائز اور ناجائز کا سننا سنانا ناجائز اور جائز پر اُجرت لینا بھی جائز اور ناجائز پر ناجائز اور جسکا لینا ناجائز اُسکا بلا اضطرار دینا بھی ناجائز اور جسکا لینا جائز دینا بھی جائز اس سے تمام صور مسئول عنہا کا جواب ہو گیا فقط۔

واللہ اعلم۔ ۱۸۔ ذی الحجہ ۱۳۲۴ھ

سوال ۔ طلا کے نسخہ مین جو کیچوے و کچھوے و بیر بہوٹی وغیرہ مار کر ڈالی جاتی ہین مرض کیلئے ان چیزونکی جان کھونا جائز ہی یا نہین یا کوئی شخص اپنی بکری کے لئے طلا طیار کرے اور ان چیزون کو ڈالے تو انکا مارنا درست ہی یا نہین۔

الجواب ۔ چونکہ شرع مین یہ غرضین (یعنی فروخت) معتبر ہین اسلئے جائز ہوگا ہان تکلیف زائد از ضرورت دیکر مارنا جائز نہین۔ ۱۸۔ ذی الحجہ ۱۳۲۴ھ

سوال ۔ کورا کپڑا بزازہ کے یہان کا بغیر دہلائے جائز ہے یا نہین۔

الجواب ۔ فی الدر المختار ثیاب الفسقۃ واھل الذمۃ طاہرۃ جلد ۱ صفحہ ۳۶۲ اس سے معلوم ہوا کہ کورا کپڑا بدرجۂ اولےٰ پاک ہے۔ ۱۳۲۵ھ

سوال ۔ مسمریزم ایک علم ہی جس مین صرف نظر کی اور طبیعت کی یکسوئی کی مہارت چند روز حاصل کیجاتی ہی پھر اُس سے مراحل تصوف مثلاً وحدۃ الوجود و کشف القبور و سلب الامراض وغیرہ بلا کسی ذکر کے طے کرتے ہین اور اُس سے علاوہ ان کے اور اور باتین بھی حاصل ہوتی ہین مثلاً کسیکو بزور نظر بے ہوش کرنا اور اُس سے پوشیدہ اسرار پوچھنا غیر مواضع کا جو نظر سے غائب ہین حال بتانا وغیرہ جیسا کہ حکماء اشراقیین کیا کرتے تھے اس کا حاصل کرنا درست ہے کوئی خلاف شرع امر تو نہین ہی۔

الجواب ۔ تصوف نہ یکسوئی کا نام ہے نہ مکاشفات کا نہ تصرفات کا نہ واردات کا بلکہ اُس کی حقیقت

ہی اصلاح ظاہر و باطن پس مقاصد اُس کے اعمال قالبیہ و قلبیہ ہین اور غایت اُسکی قرب و رضاء حق ہی
اور یکسوئی اُسکا مقدمہ ہی جبکہ مقصود مذکور اُسپر مرتب ہو اور واردات مثل وحدۃ الوجود وغیرہ اُس کے عوارض
و آثار غیر لازمہ سے ہین اور مکاشفات کونیہ مثل کشف القبور وغیرہ اور تصرفات مثل سلب الامراض وغیرہ کو
اُس سے کوئی مس نہین ریاضت پر اسکا ترتب ہو سکتا ہی چنانچہ کفار بھی اسمین شریک ہین اور مسمریزم مین کل تین
چیزین ہین بعض مخفیات کی خبر دینا کچھ تصرفات کرنا اور اُس کی مہارت کے لئے یکسوئی کی مشق کرنا سو اول تو
اُسمین مخفیات کی خبر دینا اکثر تابع خیال عامل کے ہوتا ہی چنانچہ اگر ایک واقعہ غائبہ کو دو عاملون کے سامنے جدا
جدا مختلف طور پر بیان کر کے ہر ایک کو یقین دلا دیا جائے اور پھر کوئی شخص جدا جدا مجلسون مین اُس واقعہ کی
نسبت عاملون سے دریافت کرے تو وہ دونون اپنے قواعد و طریق کو استعمال کرنے کے بعد الگ الگ جواب دینگے
جب چاہے اس کا امتحان کر لیا جائے اور اگر فرض کر لیا جائے کہ احیاناً انکشاف واقعی بھی ہو جاتا ہی تو کشف کا تصوف
سے تعلق نہونا اوپر معلوم ہو چکا ہی اسی طرح تصرفات کا اُس سے تعلق نہونا اب رہی یکسوئی سو وہ مقدمہ تصوف
جب ہی ہی جب تصوف اُس پر مرتب ہو اور جب مسمریزم مین یہ نہین تو وہ مقدمہ تصوف بھی نہ ہوا پس محقق
ہو گیا کہ تصوف سے اُسکو اصلا تعلق نہین اب رہا اس سے قطع نظر کر کے اُس کا جواز یا ناجواز تو چونکہ مشاہدہ سے اسپر
مفاسد کثیرہ کا ترتب معلوم ہوا ہی جیسے انبیاءؑ و اولیاءؓ کے کمالات کو اُسی قبیل سے سمجھنا چنانچہ ایسا ہی توہم
اس سوال کا منشا بھی ہوا ہے یا اُن کے ساتھ دعوے و زعم مساواۃ و مماثلت کا کرنا اور عامل مین عُجب پیدا ہو جانا
بعض امور جنکا تجسس حرام ہی اُن پر مطلع ہونے کی کوشش کرنا ان انکشافات پر جو کہ شرعی حجت نہین ہین
بلا دلیل شرعی بینہ و اقرار و مشاہدہ کے یقین کر لینا اس بنا پر کسی پر چوری وغیرہ کے سوء ظن کو پختہ کر لینا
بعض اغراض غیر مباحہ مین تصرف سے کام لینا یا خود اگر مفاسد سے بچ سکے مگر دوسرے عوام کے لئے اس عامل کا موجب
افتتان و اضلال ہو جانا وغیر ذلک من المفاسد العدیدۃ الشدیدۃ اس لئے یہ فن گو بالذات و لعینہ مقتضے
قبح کو نہ ہو مگر بوجہ عوارض و مفاسد مذکورہ کے کہ عادۃً اُس کے لوازم مین سے ہین قبیح لغیرہ کی قسم مین داخل
ہو کر منہی عنہ اور حرام ہے چنانچہ ماہر اصول و فقہ پر یہ قاعدہ مخفی نہین فقط ۷۔ ربیع الاول ۱۳۲۵ھ

سوال۔ میت عورت حاملہ کی بابت کیا حکم ہے خواہ پورے دن ہون یا کم و بیش بعضے لوگ پیٹ چاک کر کے
نکال دینے کو بیان کرتے ہین اور کہتے ہین کہ قیامت تک حمل مین کھچی پھرےگی مجھے ایسے سوال سے شرم آتی ہے
آتی ہی لیکن علماء کی تشفی اپنی اور زیادتی اطمینان ہو جائے یا فی الحقیقۃ مین اس مسئلہ سے لاعلم ہون تو آگاہی ہو جائے۔

الجواب۔ فی الدر المختار حامل ماتت وولدها یضطرب شق بطنها ویخرج ولدها اھ اس سے معلوم ہوا کہ پیٹ چاک کر کے نکال لینا اُسوقت ہے جب بچہ زندہ حرکت کرتا ہوا معلوم ہو ورنہ اگر بچہ بھی مرگیا تو پیٹ چاک کرنا جائز نہین۔ ۱۳۲۵ھ

تفصیل استعمال کاغذ ردی

سوال۔ کاغذ کی وہ ردی کہ جس مین خدا اور رسول کے اسماء مبارک وغیرہ ونیز ہر قسم کی تحریر ہووے اور اُسکو پھاڑ پھاڑ کر اور پانی مین گلا کر اُسمین کھلی یا آٹا وغیرہ ملا کر طسلہ یا ڈلیان وغیرہ طیار کرین جیسا کہ مروج ہے یہ امر جائز ہے یا نہین۔ سوال ۲۔ مذکورہ بالا ردی اگر جلا کر اُسمین کپڑا رنگ کر استعمال کیا جاوے جائز ہے یا نہین۔

الجواب۔ فی الدر المختار ولا یجوز لف شئ فی کاغذ فیه فقه وفی کتب الطب یجوز ولو فیه اسم اللہ او الرسول فیجوز محوه لیلف فیه شئ فی رد المحتار قال ط وهل اذا طمس الحرف بنحو حبر بعد محوا یجوز وفیه انما لعقه بلسانه وابتلاعه فالظاهر جوازه اس روایت سے معلوم ہوا کہ جن کاغذات مین دینی احکام لکھے ہون اُنکو ایسے استعمال مین لانا کہ استعمال موجب ابتذال ہو جائز نہین اور جن کاغذات مین اور مضامین ہون اُنکو ایسے استعمال مین لانا جائز ہے مگر اُسمین بھی یہ ضرور ہے کہ جہان جہان اللہ و رسول کا نام لکھا ہو اُسکو محو کر دے یعنی یا تو اُسپر سیاہی پھیر دے یا اُس کو زبان سے چاٹ کر لعاب نگل جاوے یہ دونون سوالون کا جواب ہے۔ ۲۷۔ ربیع الاول ۱۳۲۵ھ

استعمال گھڑی جرمن

سوال۔ جرمن سلور کا حکم چاندی ہی کا ہے یا نہین گھڑی جس کا کیس اسی چاندی کا ہو رکھنی جائز ہے یا نہین اگر کسی کے پاس ہو تو کیا کرے قیمتی شے کو ضائع کرنے سے کسی تدبیر یا حیلہ سے بچا سکتا ہے یا نہین اگر اوپر لوہے یا پیتل وغیرہ کا خول چڑھوالے تو جائز ہو جاوے گی اس قسم کی گھڑی کی بیع کیون جائز ہے مسلمان کے ہاتھ بیچنا جبکہ معلوم ہو کہ وہ اُسکو استعمال کریگا اعانۃ علے المعصیت نہین ہے زین اور قبضہ سیف وغیرہ موضع جلوس و قبض سے بچنے پر کیون جائز ہوگیا فقہ مین ظرف کی قید نہین بلکہ استعمال مثل ذلک ہے جسمین کمخاب وغیرہ بھی داخل ہین جو آلہ ہے ظرف نہین غرض کوئی قاعدہ کلیہ فرمائین جس سے جزئیات مستخرج ہو جائین اور گھڑی کے بارہ مین اگر کوئی حیلہ نکل سکے بشرطیکہ صحیح ہو تو مسلمان کا مال بچ جاوے۔

الجواب۔ جرمن سلور کی ماہیت اگر فضہ ہے تو حکم فضہ مین ہے ورنہ نہین مجھکو اسکی ماہیت کی تحقیق[ع] نہین اور جس گھڑی کا کیس چاندی کا ہو اُسکا استعمال جائز نہین قیاساً علے المرآۃ من الفضۃ اور لوہے وغیرہ کا خول چڑھانا اس طرح سے کہ چاندی کا ظرف نظر نہ آوے ظاہرا جواز کے لئے کافی ہے اخذاً مما فی رد المحتار

[ع] بعد مین ایک ماہر سے تحقیق ہوا کہ چاندی نہین ۱۲ منہ۔

عن التاتارخانیۃ لا باس بان یتخذ خاتم حدید قد لوی علیہ فضۃ والبس بفضۃ حتی لا یری جلد ۵ صفحہ ۳۵۴ قلت والامر المشترک بینہما ستر ما لا یجوز بما یجوز فتامل رہا بیع کا جواز و عدم جواز سو اسمین روایات فقہیہ بظاہر بہت متزاحم معلوم ہوتی ہین چنانچہ درمختار مین ایک مقام پر ہی فاذا ثبت کراہۃ لبسہا للتختم ثبت کراہۃ بیعہا وصیغہا لما فیہ من الاعانۃ علی ما لا یجوز وکل ما ادی الی ما لا یجوز لا یجوز اور شامی مین اسمین تامل کیا ہی بقولہ ثمتنا بجواز بیع العصیر من خمار اور آگے ایک فرق کیا ہی جلد ۵ صفحہ ۳۵۴ احقر کے نزدیک کراہۃ تنزیہی تو اسمین ضرور ہی رہا تحریمی سو اُسکا قاعدہ روایات فقہیہ کو جمع کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ جو چیز بجز معصیت کے اور کسی مباح غرض مین کام نہ آسکے اُسکی بیع تو محرم ہی اور جو دوسرے کام مین بھی آسکے اُسکی بیع مین تحریم نہین کما قال الشیخ عن ابن الشحنۃ الا ان المنع فی البیع اخف منہ فی اللبس اذ یمکن الانتفاع بہا فی غیر ذلک ویمکن سبکہا وتغییر ہیئتہا جلد ۵ صفحہ ۳۵۴ اور منطقہ و حلیہ سیف علاوہ تبعیت کے بوجہ آثار کے بھی مستثنی ہین کما فی الہدایۃ اور سرج مفضض وغیرہ مین بشرطیکہ موضع فضہ کے اس لئے اجازت دیگئی ہی کہ تفضیض کو تابع قرار دیا ہی کما فی الہدایۃ اور مکحلہ وغیرہ خود استعمال مین مستقل ہین اسی طرح کیس گھڑی کا گو قصد مین تابع ہی مگر وضع و ترکیب مین متبوع ہی جیسے آئینہ کا خانہ اور اسی سے قاعدہ کلیہ سمجھ مین آگیا ہوگا اور حیلہ خول چڑھانیکا اوپر گذر چکا ہے واللہ اعلم ۳۰ ربیع الاول ۱۳۲۵ھ

منع عوام از آب چاہ مسجد

سوال مسجد کا کنوان متولی مسجد بزعم خود احتیاط و طہارت کے لئے سفید پوش نمازیون کے سقاد و شرب و وضو و غسل کے لئے مخصوص کرتا ہے کہتا ہے کہ عام اہل محلہ کے گھرون پر لیجانے کے لئے بھی نہین ہے عوام کے ظروف جو بھرنے کو لاتے ہین پھوڑ دیے جاتے ہین۔

الجواب منع کرنا تو تنظیف و تطہیر مسجد کے لئے جائز ہے جبکہ قریب دوسرا کنوان ایسا ہو جس سے عوام کی رفع احتیاج ہو سکے لیکن گھڑے پھوڑ دینا ظلم اور حرام ہی اسیطرح اگر دوسرا کوئی کنوان ایسا نہ ہو تب بھی منع کرنا حرام ہے واللہ اعلم ۳۰ ربیع الاول ۱۳۲۵ھ

افیون بوقت اضطرار

سوال - افیون خوار ہر چند خوف خدا سے کوشش ترک کرنے کی چاہتا ہو مگر خوف ہلاکت اور سخت علالت سے جو اُسکو تجربہ سے حاصل ہوا ہو مجبور ہو تو اب استعمال افیون دوا ہی یا نہین اور ابن حجر مکی رض کا جواز افیون خوری ایسی حالت مین ہے یا اور مین اور رملی کا قول ہے قواعدنا لا تخالفہ کذا فی حاشیۃ الشامی علی الدر المختار سے کیا مطلب ہے

الجواب - ابن حجر کا قول صحیح ہی مگر اُسمین تصریح ہی کہ اجازت اُسوقت ہی جب بالیقین مرجانیکا خوف

ہو اور اُسمین یہ بھی ہے کہ اندک اندک اُسکو کم کرنا شروع کرے اور یہ بھی ہو کہ کم کرنے کی کوشش نہ کی تو یہ شخص آثم فاسق ہے پس سوال مین نہایت اختصار کیا گیا ہے جو مخل مقصود ہے اور رملی کے قول کا مطلب یہ ہے کہ ابن حجرؒ گو شافعی ہین مگر اُن کا یہ قول چونکہ قواعد حنفیہ کے خلاف نہین ہے اسلئے قابل اتباع ہے ۱۶- ربیع الثانی ۱۳۲۵ھ

سوال- کسی عیسائی کے ساتھ کھانا کھا سکتے ہین یا نہین اگر ایک پیالہ اور ایک ہی رکابی مین کھایا جائے تو ایسی حالت مین کیا حکم ہے کیا ساتھ کھانے سے لازمی طور پر اتحاد ہوتا ہے اور اگر اتحاد ہوتا ہے تو کیا ان سے گون اتحاد کرنا منع ہے

الجواب- کفار سے بے ضرورت اختلاط وارتباط ممنوع ہے اور کھانا ساتھ کھانا اختلاط وارتباط بے ضرورت ہے۔

۲۰- جمادی الثانیہ ۱۳۲۵ھ

سوال- فونوگراف جو ایک آلہ نقل الصوت ہے اُسمین تغاریر نغمات موسیقی اور قراء سے رکوعات قرآن مجید کی آوازین ایک خاص ایجاد سے بند کیجاتی ہین اور پھر وہی اصوات تنہائی مین مجالس مین تماشا گاہون مین آلہ مذکور کو کوک کر سنتے ہین تو اسطرح قرآن مجید کی آواز کا اُس مین بند کرنا اور پھر فونوگراف سے سننا درست ہے یا نہین اور فونوگراف باجا ہے یا کیا ہے اور کلام مقدس کی اس قسم کی آواز قرآن ہو گی یا کیا کہینگے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ فقہ اکبر مین فرماتے ہین والقرآن فی المصاحف مکتوب فی القلوب محفوظ وعلی الالسن مقرو یہ تعریف آواز مذکور پر نفی مین صادق آئے گی یا اثبات مین بھی یہ امر بھی قابل گذارش ہے کہ جس آلہ سے اُس کے پلیٹ پر صوت بھری جاتی ہے اُس سے اُس کی پلیٹ پر کچھ خطوط دوائر کے طور پر بن جاتے ہین اور جب اُس کا مشین چلایا جاتا ہے تو اُس کا ایک پرزہ جس کے آخر مین ہیرے کی کنی لگی ہوتی ہے وہ کنی اُس دوائر پر گشت کرتی ہے اور اُس سے صوت پیدا ہوتی ہے وہ خطوط آپس مین کچھ ممتاز نہین معلوم ہوتے بلکہ ہر پلیٹ پر خطوط یکسان سے معلوم ہوتے ہین ممکن ہے کہ فی الواقع کچھ تمایز ہو لیکن محسوس نہین ہوتا چلانے والیکو یاد رکھنا پڑتا ہے کہ اس ہیئت پر فلان چیز منقش ہے اور اُسپر دوسری چیز پس ان نقوش کا کیا حکم ہے اور یہ تو ظاہر ہے کہ چونکہ یہ آلہ لہو ہے نہ تذکر اسلئے بھرنا اور سننا خلاف ادب قرآنی ہے لیکن اگر کوئی بھردے تو اُس پلیٹ کا بغیر وضو کے چھونا جائز ہے یا نہین اور تعریف قرآن کی اُسپر صادق ہے یا نہین اور یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ آلہ خود باجا نہین ہے بلکہ محض نقل صوت کرتا ہے اگر باجا بھرا جائے تو باجے کی آواز نکلتی ہے ورنہ جو بھرا جائے اس لئے مطلقاً باجا نہین کہا جا سکتا بہر حال امید ہے کہ اس کی نسبت حضرت اقدس اپنی رائے تحریر فرمائینگے

الجواب- ان نقوش مین جبتک پڑھے جانے کی صلاحیت ثابت نہو حروف مکتوبہ کے حکم مین نہین اسلئے انکا مس کرنا محدث وجنب کو جائز ہے جیسا دماغ مین ارتسام الفاظ قرآنیہ کا ہوتا ہے اور اُس دماغ کا مس کرنا

حکم اکل مع الکفار

فونوگراف مین قرآن بھرنا و حکم مس بلا وضو پلیٹ حامل قرآن را

جائز ہے البتہ اگر وہ پڑھے جانے لگین تو اُسوقت دلالت وضعیہ غیر لفظیہ کی وجہ سے اُنکو حکم حروف مکتوبہ کا دیا جائیگا یہ حکم تو نقوش کا ہی اور جو آواز اُس سے نکلتی ہی وہ تلاوت نہین ہی بلکہ نقل اور عکس تلاوت کا ہی مشابہ صوت طیر اور صدا کے پس اُسکا حکم بھی تلاوت کا سا نہوگا مثلاً بنا بر روایت در مختار وغیرہ اُس کے استماع سے سجدۂ تلاوت واجب نہوگا اور آپ کی ﷺ رائے صحیح ہے کہ اُسکا حکم باجہ کا سا نہین ہی بلکہ تابع ہوگا محکی عنہ کے جواز و عدم مین لیکن چونکہ مقصود اُس سے تلہی ہی اس عارض کی وجہ سے قرآن بھرنا اُس مین جائز نہوگا اسی طرح سننا بھی واللہ اعلم بحقیقۃ الحال - ۲۷- شوال ۱۳۲۵ھ

(ناک مین پھول پہننا)

سوال - اکثر عورتین ناک مین سنہرا پھول چھوٹا سا پہنتی ہین جائز ہے یا نہین -

الجواب - اختلاف ہے اگر احتیاط کیجائے تو بہتر ہے اور اگر کوئی پہن لے گنجائش ہی فقط - ۱۲- ذیقعدہ ۱۳۲۵ھ

(اقسام رنگ زنانہ)

سوال - آجکل عموماً مختلف رنگ کے کپڑے پہنتے ہین اور وہ رنگ کچّے ہوتے ہین اور بالکل سرخ بھی جو پکا ہوتا ہے پہننا جائز ہی یا نہین ؟-

الجواب - رنگ عورتون کے لئے سب جائز ہین کچّا اور پکّا البتہ پڑیہ مین شبہہ قوی شراب کا ہے اگر اسقدر دھوئین کہ پانی صاف آنے لگے پاک ہوجاتا ہے فقط ۱۲- ذیقعدہ ۱۳۲۵ھ

(چوڑی)

سوال - چوڑی ربڑ و بلوری سادہ و نقشی و کچ کی سیاہ پہننا جائز ہے یا نہین -

الجواب - سب جائز ہے فقط ۱۲- ذیقعدہ ۱۳۲۵ھ

(افیون وغیرہ دوا)

سوال - افیون یا جوزبوا یا جوتری کہ جو مخدرات و مفترات مین سے ہین اگر کسی نسخہ مرکب مین ڈالی جائین اور اُسکا اکلاً استعمال کیا جائے آیا وہ شرعاً مکروہ تحریمی ہے جیسا کہ ہر ایک کا اُن مین سے مفرداً استعمال کرنا مکروہ تحریمی ہے یا مباح اور خلاف اولےٰ ہے -

الجواب - فی رد المحتار اما الجامدات فلا یحرم منہا الا الکثیر المسکر ولا یلزم من حرمتہ نجاستہ اھ وفیہ وھکذا یقال فی غیرہ من الاشیاء الجامدۃ المضرۃ فی العقل او غیرہ یحرم تناول القدر المضر منہا دون القلیل النافع اھ اس روایت سے معلوم ہوا کہ اگر وہ مرکب نسخہ مسکر و مفتر نہ ہو تو کھانا حلال ہے فقط ۱۲- ذیقعدہ ۱۳۲۵ھ

(مخمل)

سوال مخمل کاشانی یا دوسرے قسم کی مخمل سرخ یا سبز یا زرد یا سیاہ پہننی مردون کو جائز یا ناجائز حرام یا مکروہ مولوی عبدالحی صاحب مرحوم نفع المفتی والسائل مین منع لکھتے ہین -

الجواب مثل ریشم[ع] کے حرام ہے لانہ منہ فقط ۱۲- ذیقعدہ ۱۳۲۵ھ

ع۵ بعد مین معلوم ہوا کہ بعض مخمل ریشم نہین پس وہ جائز ہوگی ۱۲ منہ -

سوال۔ ٹسر کا کپڑا جو آجکل رائج ہے ریشم ہے یا نہیں استعمال اُسکا مردون کو جائز ہے یا کیا ؟۔

الجواب۔ تحقیق سے ثابت ہوگیا کہ وہ ریشم ہے گو ادنے درجہ کا ہو فقط ۱۲۔ ذیقعدہ ۱۳۲۵ھ

سوال۔ ایام گرما مین یا سرما مین اس ملک مین بعض گاؤن وغیرہ مین اکثر لوگ بلائے چیچک مین مبتلا ہوجاتے ہین ملازم انگریزی یہ تدبیر کرتے ہین کہ جن کے چیچک نہین نکلی اُنکو جبراً پکڑ کر ہر ایک کی کلائی پر باریک اُسترہ سے دُو دُو جگہ کاٹ کر کچھ دوائی پیپ سا لگاتے ہین ایک دُو روز کے بعد بخار ہو کر بعض بعض کو دُو چار چیچک بھی نکل آتا ہے اور بعض کو فقط بخار ہی بخار لیکن بعض بعض مر بھی جاتا ہے یہ فعل کرنا اور کرانا کیسا ہے کیونکہ بہت لوگ یون کہتے ہین کہ شریعت کے برخلاف اگر ہو تو دلیل ملجاتے سے ہم بھی جبراً اُن سے یعنی انگریزون سے بچ رہین گے اور شریعت کی پابندی کرین گے ماہیت دوا کی اُسی ملازم سے اگر کوئی پوچھے یہ کہتے ہین کہ آدمی کا اور بیل کا جب چیچک آبلہ سا ہو کر اُسمین پانی پیدا ہوجاتا ہے تب اُسکو توڑ کر وہی پانی شیشی بھر کر رکھتا ہون اور وہی دوا آدمی کی کلائی کاٹکر لگا دیتا ہون مگر بیل سے جولاتا ہون وہ نہین لگاتا ہون آدمی سے جولاتا ہون لگاتا ہون۔

الجواب۔ جس رطوبت سے وضو ٹوٹ جائے وہ رطوبت ناپاک ہے اور ناپاک چیز سے دوا کرنا اصل مذہب مین حرام ہے اور بعض متاخرین نے جائز رکھا ہے اس لئے خوش تدبیری سے بچنا بہتر ہے لیکن تشدد شرعی مناسب نہین واللہ اعلم ۱۳۲۵ھ

سوال۔ تالاب کا پانی چند شخص نے مول لے لیا اُسمین مچھلی نکلی سبھون نے تقسیم کرلیا اگر کوئی شخص اپنے حصہ مین سے کسی کو مچھلی بھیجدے تو اُسکا کھانا جائز ہے کہ نہین۔ ۱۳۲۵ھ

الجواب۔ جائز ہے کیونکہ قبضہ کرنے سے ملک ہوگئی البتہ پکڑنے سے دوسرون کو روکنا جائز نہ تھا۔ ۱۵۔ ذی الحجہ

سوال۔ خام قبرون کو خفیف چونہ سے قلعی کردینا کیسا ہے۔

الجواب۔ اگر استحکام کے لئے ہو جائز ہے اور زینت کے لئے نہین جائز ہے۔ واللہ اعلم۔

سوال۔ تاش تعلیمی جو بارہائے کاغذ پر دُو تختیان الف۔ بے کی لکھتے ہین اور چند اشخاص آپسمین تقسیم کرلیتے ہین پھر ایک شخص ایک حرف رکھتا ہے دوسرے نے اگر کوئی لفظ بنالی تو اُس سے وہ پتہ لے لیا تیسرے نے ایک حرف اور ملا کر اگر لفظ بنالی تو وہ پتے اُسکے ہوگئے یونہین جہانتک شرکا بناتے جائین اور اگر کوئی نہ بنا سکا تو وہ سب پتے اول کے ہونگے یہ کھیلنا جائز ہے یا نہین اور اگر ہار جیت نہ رکھی جائے اور سب پتے اکٹھے رکھے جائین تو اسکا کیا حکم ہے۔

الجواب۔ اگر ہار جیت نہو تو جائز ہے بلکہ مبتدیون کے حق مین شاید مفید ہے واللہ اعلم ۶۔ رمضان ۱۳۱۹ھ

ع‍ه اگر کسی کو اسکے خلاف تحقیق ہو حکم بدل جائے گا۔ ۱۲ منہ۔

بابِ چیچک

باب اغذیہ حیوانات

باب مقابر

باب تاش تعلیمی

سوال - زید و عمرو باہم نزاع میکنند کہ سلام علیک بلفظ گفتن فقط مسنون ست یا لفظ دیگر ہم ازین مشتق باشد میتوان گفتن پس زید میگوید کہ ورائے این لفظ کہ جناب شارع علیہ السلام بران نص فرمودہ یعنی السلام علیکم دیگر منہی عنہ و بدعۃ است - عمرو خلافش میکند و میگوید کہ مشتقات این لفظ ہم داخل سلام است و میتوانم گفت تسلیم و تسلیمات و نیز ضرورت نیست کہ السلام علیکم بجمیع لفظہ لایجزو کلامہ درست نباشد بلکہ داخل ہمین سنت است آنچہ وضیعان و شریفان مے گویند مثلاً سلام میان سلام صاحب وغیرہ - البتہ ورائے این دیگر الفاظ سلام کہ در عرف میرزایان عجم متداول و مقرر گشتہ مثل آداب عرض و کورنش و مجرا وغیرہ بدعت است اما نہ بدعت مذمومہ و مستقبحہ کہ گوینہ اش مسی وزرہ کار باشد بلکہ از قبیل مباحات و اگرچہ بندگی گفتن ہم کہ بنا بر عموم و مفہوم خویش کہ در کلام عرب عبد بمعنے مولا و مملوک ہم آمدہ مضائقہ ندارد لیکن بنظر مشترک بودن این لفظ بہ عبدیت معبود حقیقی و تبادر اذہان عوام و قصور افہام شان برین معنے سزاوار نیست کہ کسی باین چنین کلمہ سلام گوید بالمختصر درین قول کدام یکے از زید و عمرو صادق ست آیا ہر وضیع و شریف را لفظ سلام علیکم فقط بخاطب خود باید گفت یا دیگر ہم از الفاظ مذکورہ میتوان گفت بینوا بالکتاب توجروا عند الملک الوہاب - فقط -

الجواب - تحقیق درین باب آنست کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم امر فرمودہ اند کہ وقت لقاء مسلم سلام باید کرد عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا لقی احدکم اخاہ فلیسلم علیہ الخ رواہ ابوداؤد و ہر چند این کلام مفید سنیت نیست لیکن در ماموریہ بالمعنی الاعم بودنش کلامے نیست پس بلاریب مخالفت آن نمودن بدعۃ خواہد شد باقی ماند کلام اندرینکہ کدام بدعت خواہد شد بنظر غائر چنان مے نماید کہ بدعت مذمومہ مستقبحہ باشد چراکہ مزاحم و مراغم سنت است و این چنین بدعۃ سیئہ میباشد فی الاحیاء وانما البدعۃ بدعۃ تراغم سنۃ ماموراً بہا الخ اقول ثبت کون السلام ماموراً بہ بالحدیث المذکور وقت اللقاء فاذا لم یسلم وقت اللقاء بل اتی بلفظ اٰخر صارت السنۃ متروکا وغیرہا موثراً وہی المراغمۃ کما لایخفی این تقریر مبنی بر اصول کلیہ بود و اگر فروع و جزئیات تفتیش کنیم ہم موئیدش می برآید عن ہلال بن یسار قال کنا مع سالم بن عبید فعطس رجل من القوم فقال السلام علیکم فقال سالم وعلیک وعلی امک فکان الرجل وجد فی نفسہ فقال اما انی لم اقل الا ما قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم اذ عطس رجل عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال السلام علیکم فقال النبی صلے اللہ علیہ وسلم وعلیک وعلی امک اذا عطس احدکم فلیقل الحمد للہ رب العالمین ولیقل لہ من یرد علیہ یرحمک اللہ ولیقل یغفر اللہ لی

ولکن رواہ الترمذی وابوداؤد این حدیث دلالۃ صریحہ دارد برآنکہ آداب شرعیہ را ترک نمودہ دیگر
الفاظ را بجایش استعمال نمودن امر منکر است تا آنکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وہمچنین سلام کلمہ گفتہ
کہ موجب غیظ مخاطب گردید فافہم اکنون باید دید کہ کدام لفظ را مخالف سنت گوئیم وکدام را مماثل قرار دہیم
پس ظاہر بران حکم میکنند کہ اگر اندکے زیادہ یا نقصان یا تقدیم یا تاخیر ہم راہ یابد مخالف سنت باشد
یؤیدہ ما روی عن جابرؓ قال اتیت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقلت علیک السلام یا رسول
اللہ قال لا تقل علیک السلام فان علیک السلام تحیۃ الموتی رواہ الترمذی افاد الحدیث امرین
احدہما ان تقدیم المؤخر وبالعکس مخالف للسنۃ والثانی ان مخالفہا ہذہ المخالفۃ منہی عنہا حیث
قال لا تقل اما توان گفت کہ تغیر یسیر جائز باشد کما وردہم علیہ قولہ تعالی قالوا سلاما قال سلام
الآیہ وقولہ تعالی سلام علیکم بما صبرتم الآیہ ویحتمل کہ انکار بر علیک السلام بسبب تحیت موتی
بودنش باشد پس غایۃ ما فی الباب لفظ سلام میان وغیر آن از تسلیم وتسلیمات شاید گنجائش دارد اما
آداب وکورنش وغیرہ در بدعت مذموم بودنش اشتباہی نیست کما مر ولفظ بندگی اقبح جمیع است
از بعض ثقات شنیدہ شد کہ بعض سلاطین جابرہ بجائے تحیۃ مقرر نمودہ بود کہ زائرین بپایہ تخت سر نہادہ
لفظ بندگی گوید پس منشاء آن بلا ریب جاہلیت قبیحہ است پس علاوہ دلائل مذکورہ وایہام معنی عبودیت
خود تشبہ باہل جاہلیت وجہ وجیہ است بر منع آن عن عمران بن حصین قال کنا فی الجاہلیۃ نقول
انعم اللہ بک عینا وانعم صباحا فلما کان الاسلام نہینا عن ذلک رواہ ابوداؤد وآنکہ در سر اکثر
بجا دستوائے فرق در سلام وضیعان وشریفان بختہ منشاءش کبر است کہ ارذل خصال دل است
اگر فرق ضروریست در رسوم ومعاملات دنیا مضائقہ ندارد وسلام از امور دین است دران فکر فرق
کردن چنان است کہ وضیعان را گوئیم کہ ظہر سہ رکعت گذارید کہ درمیان ما وشما فرق بدست آید وہو کما تری
واگر دل گوارا نماید بلفظ سلام وتسلیم ونحوہما تسلیم نمایند ودیگر الفاظ واجب الترک است وفیما ذکرنا
کفایۃ لطالب الانصاف ان شاء اللہ تعالے واللہ اعلم۔ فقط

سوال۔ زید کہتا ہے کہ مسجد میں چارزانو بیٹھنا سخت بے ادبی ہے اور بہت بے ادبی ہونے کیوجہ سے ناجائز
حتی الامکان دوزانو بیٹھے اور مجبوری سے چارزانو بیٹھنے کی اجازت ہو سکتی ہے اور جو شخص چارزانو بیٹھتا ہے خواہ
خالی بیٹھے یا کچھ قرآن مجید یا وظیفہ پڑھنے کے لئے بیٹھے تو اُس سے ناراض ہوتا ہے اور اُسکو ملامت کرتا ہے علی الاتصال

اسطرح بیٹھنے کو سخت گستاخی سمجھتا ہے کہ آدمی بعد نماز اپنے داہنے پاؤن کو کھڑا کرلے اور بائین پاؤن کو جو قعدہ مین بچھاتھا بچھا رکھے علی ہذا القیاس اسطرح بیٹھنے کو بھی ناجائز بتاتا ہے کہ آدمی اپنے سُرین اور دونون قدمون پر بیٹھے اور دونون پنڈلیون کو دونون ہاتھون کے حلقے مین لے لے خلاصہ یہ ہو کہ زید دوزانو بیٹھنے کے سوا مسجد مین ہر نشست کو بے ادبی کے سبب ناجائز بتاتا ہے بلکہ مسجد کے باہر بھی قرآن مجید یا وظیفہ پڑھنے کے وقت دوزانو بیٹھنے کے سوا ہر نشست کو جناب باری جل جلالہ مین بے ادبی وگستاخی سمجھتا ہو اور کہتا ہے کہ حضرت سفیان ثوری ؒ مسجد مین ایکبار اپنے سُرین اور دونون قدمون پر بیٹھے تھے کہ جناب باری جل جلالہ کی طرف سے عتاب ہوا اور غیب سے آواز آئی کہ او ثور (بیل) یہ کیا بے ادبی وگستاخی ہو اُسی دن سے حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے نام کے ساتھ ثوری کا لفظ اضافہ ہوگیا۔ عمرو کا خیال ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد نماز صبح چارزانو بیٹھتے تھے اور طلوع آفتاب تک چارزانو ہی بیٹھے ہوئے ذکر الٰہی مین مشغول رہتے تھے جب آفتاب بلند ہوتا تو دو رکعت یا چار رکعت نماز اشراق ادا فرماتے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ چارزانو بیٹھنا بھی مسنون ہے نہ بے ادبی وگستاخی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ اللہ جل شانہ کا ادب اور خوف کسی کے دلمین نہین ہوسکتا جب آپنے یہ نشست اختیار فرمائی تو صاف ظاہر ہو کہ اس مین عین ادب ہے نہ گستاخی و بے ادبی۔ علی ہذا القیاس سُرین اور قدمون پر بیٹھنا بھی بعض احادیث مین آیا ہو البتہ نماز مین بلا عذر اس طرح بیٹھنا ضرور خلاف ادب ہے، خارج نماز بعض اوقات اس طرح بیٹھنا مسنون ہی۔ علی ہذا القیاس بعد نماز داہنا پاؤن کھڑا کرلینا بھی بعض اکابر سے ثابت ہو جو کم از کم جائز ضرور ہی اور کسیطرح قابلِ ملامت نہین رہا حضرت سفیان ثوری کا قصہ وہ بے بنیاد ہو سند صحیح سے ثابت نہین کتب تصوف سے بھی معلوم ہوتا ہی۔ چارزانو بیٹھنا خلافِ ادب نہین بلکہ ادب کے موافق ہے کیونکہ تسبیح دوازدہ کے وقت اوّل چارزانو ہی بیٹھتے ہین اور رگِ کیماس کو دبا کر ضربین لگاتے ہین اگر یہ نشست اللہ تعالیٰ کو مبغوض و ناپسند ہوتی تو اہل تصوف جو کہ کمال ادب جناب باری جل جلالہ کا ہر وقت ملحوظ رکھتے ہین کبھی اسکو اختیار نہ فرماتے پھر لطف یہ کہ اوّل ہی مین اختیار فرماتے ہین یہ بھی نہین کہ آرام لینے کی غرض سے آخر مین چارزانو بیٹھتے ہون اس کے علاوہ قرا اکثر چارزانو ہی بیٹھنا پسند فرماتے ہین کیونکہ چارزانو بیٹھنے مین سینہ سے آواز بآسانی نکلتی ہو اور قرآن پڑھنے مین تکلف نہین کرنا پڑتا۔ زید و عمرو کے خیالات ظاہر کرنے کے بعد یہ بات دریافت طلب ہے کہ جو بات صحیح اور موافق حدیث و فقہ و تصوف ہو اُس سے اطلاع فرمایئے تاکہ اُس کے موافق اعتقاد و عمل رکھا جائے۔

الجواب - عمرو کا قول صحیح ہے - حدیث تو سائل نے لکھدی ہی قاضیخان مین ہی وھو کالتربع فی الجلوس ولا تکاء قالوا انکان ذلک علی وجہ التجبر یکرہ وانکان لحاجۃ ضرورۃ لا یکرہ اھ قلت ومن الحاجۃ طلب الراحۃ - اور حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ محض کسی کا تراشیدہ خلاف نقل و خلاف لغت ہے فی القاموس وثور ابو قبیلۃ من مضر منھم سفیان بن سعید اور خلاف نحو بھی کیونکہ ثوری پر الف لام آتا ہے الثوری اگر ثوری کے وہ معنی ہوتے جو زید نے دعوے کیا ہے تو اس ترکیب مین اضافۃ معنویہ ہوتے ہوئے الف ولام کا داخل ہونا اُسپر کسطرح جائز ہوتا - ۱۸ - ربیع الاول ۱۳۲۱ھ

سوال - کیا یہ بات صحیح ہے کہ جب مسجد مین آئے تو باآواز بلند السلام علیکم کہے اور جب مسجد سے جانے لگے اُسوقت بھی بآواز بلند السلام علیکم کہے خواہ مسجد مین کوئی ہو یا نہ ہو اور خواہ کوئی ہو اور نماز مین مشغول ہو یا بعض لوگ نماز مین مشغول ہون اور بعض خالی بیٹھے ہون یا سب کے سب نماز یا اور کسی وظیفہ مین مشغول ہون ہر ہر صورت کا جواب ارشاد ہو -

الجواب - محض غلط ہی بلکہ ایسی حالت مین کہ لوگ اپنی نماز و وظائف مین مشغول ہون سلام کرنا مکروہ ہے فی الدر المختار سلامک مکروہ علی من ستسمع + ومن بعد ما ابدی یسن ویشرع + مصل وتال ذاکر ومحدث + خطیب ومن یصغی الیھم ویسمع + مکرر فقہ جالس لقضائہ + ومن بحثوا فی العلم دعھم لینفعوا + مؤذن ایضا ومقیم مدرس + کذا الاجنبیات الفتیات امنع + واللہ اعلم ۱۸ - ربیع الاول ۱۳۲۱ھ

سوال - زید ایک فقیر صورت آدمی ہی جب مجمع مین جاتا ہی خواہ مجمع مسجد مین ہو یا خارج مسجد سلام مین کبھی تقدیم نہین کرتا جب لوگ اُسکو سلام کرتے ہین تو ہاتھ یا زبان یا دونون سے سلام کا جواب دیتا ہی - جب کبھی اتفاق سے کوئی ایسا ہی وجیہ شخص مثلاً عالم یا درویش وغیرہ ملتا ہے تو سلام مین تقدیم کرتا ہے ورنہ نہین ظاہر حال بھی کہتا ہی کہ یہ شخص اپنی فقیری یا اور عبادت کے سبب لوگون کے سلام کا منتظر رہتا ہے آیا ایسے کو سلام کرنا یا سلام مین تقدیم کرنا شرعاً ممنوع تو نہین امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم مین لکھا ہے کہ متکبرین کا سلام یہی ہے کہ اُنکو سلام نہ کرو امام صاحب موصوف کے اس قول پر عمل کرنا خلاف سنت تو نہو گا کیونکہ ہر اجنبی وغیرہ اجنبی مسلمانون کو سلام کرنا اور سلام مین تقدیم کرنا احادیث سے مسنون معلوم ہوتا ہی

الجواب - تکبر حرام ہی اور مرتکب اس کا بالخصوص اُسپر جو مصر ہو فاسق ہی اور فاسق کو ابتداءً سلام

نکرنا جائز ہے بلکہ اولی فی الدر المختار فی الشرح البخاری للعینی فی حدیث ای الاسلام خیر قال تطعم الطعام وتقرء السلام علے من عرفت ومن لم تعرف الی قولہ وکذا یخص منہ الفاسق بدلیل آخر جب معلوم ہوا کہ حدیث عام مخصوص البعض ہے تو امام صاحب کے قول پر عمل کرنا خلاف سنت نہ ہوگا۔

سلام وقت استنجاء

سوال۔ استبرا کرتے وقت سلام کا جواب دینا یا خود سلام کرنا چاہیے یا نہیں حدیث شریف میں تو اذا یبول کا لفظ آیا ہے پھر لوگ استنجا کرتے وقت سلام کا جواب کیوں نہیں دیتے آیا یہ انکی غلط فہمی ہے یا کچھ اصل بھی ہے علاوہ برین حدیث شریف مین یہ بھی آیا ہے کہ حائضہ بھی سلام کرتین اور سلام کا جواب دیتی تھین اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تقاطر مانع تحیہ نہیں۔

الجواب۔ فی الدر المختار اول باب مفسدات الصلوۃ سلامک مکروہ علی من ستسمع الی قولہ فہذا ختام والزیادۃ تنفع ان ابیات مین مواضع کراہت سلام کو شمار کیا ہے مگر اسمین یہ حالت معدود نہیں اور نہ اس کے سوا اور بھی کوئی دلیل منع کی نہیں معلوم ہوتی پس ظاہرا یہ بلا سند محض رسم پڑ گئی ہے واللہ تعالے اعلم وعلمہ اتم ۱۷ ذیقعدہ سنہ ۱۳۲۳ھ

قیام تعظیمی

سوال۔ بادشاہ۔ حاکم۔ پیر۔ استاد۔ امیر المومنین۔ امیر الکافرین۔ آقا۔ علماء صلحاء۔ حجاج۔ حفاظ۔ سادات۔ جب کہ وہ کسی مسلمان کے پاس آئین تو انکی تعظیم کھڑے ہو کر دیجائے یا بیٹھے بیٹھے اور خود بدولت جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعظیم سے کیون باز رکھا اور حضور نے استادہ ہو کر کسی شخص کی تکریم خود بھی فرمائی ہے یا نہیں بحوالہ کتاب و سنت و بہ تصریح جواز ناجواز واباحت وکراہت بیان فرمایئے۔ بینوا توجروا۔

الجواب۔ **الحدیث الاول** عن ابی سعید الخدری رض فی حدیث مجئ سعد بن معاذ رض فلما دنا من المسجد قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للانصار قوموا الی سیدکم متفق علیہ کذا فی المشکوۃ قال فی المرقاۃ قیل ای لتعظیمہ ویستدل بہ علی عدم کراھتہ فیکون الامر للاباحۃ اولبیان الجواز وقیل قوموا لاعانتہ فی النزول الی ان قال وما ذکر فی قیامہ صلی اللہ علیہ وسلم لعکرمۃ بن ابی جھل عند قدومہ علیہ فالوجہ فیہ ان یحمل علی الترخیص حیث یقتضیہ الحال وقد کان عکرمۃ من رؤساء قریش وعدی کان سید بنی طے فرای تالیفھما بذلک علی الاسلام او عرف من جانبھما تطلعا علیہ بحسب ما یقتضیہ حب الریاسۃ انتہی مختصرا

الحدیث الثانی عن عائشۃ رض قالت اذا دخلت علیہ فاطمۃ رض قام الیھا وکان اذا دخل صلے اللہ علیہ وسلم علیھا قامت الیہ رواہ ابوداؤد۔

الروایۃ الاولی۔ فی الدر المختار یجوز بل یندب القیام تعظیما للقادم کما یجوز القیام ولو للقاری بین یدی العالم

فی رد المحتار قال ابن وھبان وفی عصرنا ینبغی ان یستحب ذلک ای القیام لما یورث ترکہ من الحقد والبغضاء والعداوۃ لاسیما اذا کان فی مکان اعتید فیہ القیام وما ورد من التوعد علیہ فی حق من یحب القیام بین یدیہ کما یفعلہ الترک والاعاجم اھ قلت یؤیدہ ما فی العنایۃ وغیرھا عن الشیخ عبد الحکیم ابی القاسم کان اذا دخل علیہ غنی یقوم لہ ویعظمہ ولا یقوم للفقراء وطلبۃ العلم فقیل لہ فی ذلک فقال الغنی یتوقع منی التعظیم فلو ترکتہ لتضرر والطلبۃ انما یطمعون جواب السلام ثم الکلام معھم فی العلم ا

الروایۃ الثانیۃ۔ فی الدر المختار ولو سلم علی الذمی تبجیلا یکفر وفی رد المحتار قال فی المنح قید بہ لانہ لو لم یکن کذلک بل کان لغرض من الاغراض الصحیحۃ فلا باس بہ ولا کفر اھ ان احادیث اور ان کی شرح اور ان روایات سے چند امور مستفاد ہوئے۔

امر اول یہ کہ قیام کی چند قسمیں ہیں ایک محبت کا وہ ایسے شخص کے لئے جائز ہے جس سے محبت کرنا جائز ہے چنانچہ حدیث ثانی میں اسی کا ذکر ہے دوسری قسم قیام تعظیمی اس میں اگر تعظیم دل سے ہے تو وہ شخص اس تعظیم کے قابل ہونا چاہیے ورنہ اگر تعظیم کے قابل نہیں مثلاً کافر ہے تو اس قسم کی اجازت نہیں چنانچہ روایت ثانیہ اس پر دال ہے اور اگر تعظیم صرف ظاہر میں ہے اور کسی مصلحت سے ہے مثلاً یہ خیال ہے کہ اگر تعظیم نہ کرینگے تو یہ شخص دشمن ہو جائے گا یا یہ کہ خود اسکی دشمنی ہے یا اس شخص کی ہدایت پر آنے کی امید ہے یا یہ شخص اسکا محکوم و نوکر ہے یا اور ایسی ہی کوئی مصلحت ہے تو جائز ہے چنانچہ حدیث اول کی شرح اور روایت اولی اس پر شاہد ہے اور اگر نہ وہ قابل تعظیم ہے نہ کوئی مصلحت و ضرورت ہے تو ممنوع ہے۔

امر دوم یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عکرمہ بن ابو جہل کے لئے جو قریش کے رئیس تھے اور عدی بن حاتم کے لئے جو کہ بنی طی کے رئیس تھے بمصلحت اُن کے تالیف قلب کے کہ وہ مسلمان ہو جائیں یا اسوجہ سے کہ آپنے آثار سے اُن کو اسکا متوقع پایا قیام فرمایا ہے چنانچہ وہ دونوں صاحب مشرف باسلام بھی ہوئے۔

امر سوم یہ کہ ممانعت جو احادیث میں آئی ہے وہ اُس صورت میں ہے کہ ایک شخص بیٹھا ہے اور سب کھڑے رہیں اعاجم میں یہی عادت ہے یہ ممنوع اور حرام ہے۔ اس تفصیل کے بعد استفتاء کے سب اجزا کا جواب واضح ہو گیا صرف ایک جزو باقی رہا وہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے کیوں نہیں پسند فرمایا اُسکی وجہ تواضع اور سادگی و بے تکلفی تھی چنانچہ مرقاۃ میں مصرح ہے واللہ تعالی اعلم ۱۸- ذیقعدہ ۱۳۲۵ھ

سوال۔ دکھن وغیرہ میں کئی جگہ موئے مبارک نبوی صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہے اور لوگ اُس کو ہر سال میں نکالتے ہیں اور اونچی جگہ رکھتے ہیں اور اُسکو پانی میں غوطہ دیکر پانی پیتے ہیں اور بہت تعظیم

وتکریم کرتے ہین اور ہم لوگ اُسکو ابتک موئے مبارک سمجھتے رہے اب بعض لوگ اُسمین کچھ شرطین لگانے لگے کہ موئے مبارک کے لئے ضرور ہے کہ دھوپ مین رکھنے سے سایہ نہ پڑے اور جس گھر مین موجود ہو اُسپر ابر کا سایہ رہے اور اُس گھر والون کو کچھ تکلیف نہ پہونچے پس اب سوال یہ ہے کہ آیا اُس کو موئے مبارک سمجھین یا نہین اور موئے مبارک کے لئے شرائط مذکورہ کا ہونا ضرور ہے یا نہین اور اُسکی کتنی تعظیم چاہیے فقط۔

الجواب۔ اگر اُسکے موئے مبارک ہونے کی کچھ سند نہین تو اُس کی تعظیم وتکریم لاحاصل اور اگر کوئی سند ہے تو اُسکی تعظیم کرنے مین اجر وثواب ہے بشرطیکہ حد شرع سے نہ بڑھ جائے اور پانی مین غوطہ دیکر اُسکا پینا بھی باعث خیر وبرکت وشفاء امراض ظاہری وباطنی ہو عن عثمان بن عبد اللہ بن موہب قال ارسلنی اہلی الی ام سلمۃ بقدح من ماء وقبض اسرائیل ثلث اصابع من قصۃ فیہ شعر من شعر النبی صلی اللہ علیہ وسلم وکان اذا اصاب الانسان عین او شئ بعث الیہا مخضبہ فاطلعت فی الجلجل فرأیت شعرات حمرات ۱۲ بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۷۵۔ اور موئے مبارک کے لئے ضرور نہین کہ اسکا سایہ نہ پڑے اور جس گھر مین ہو اُسپر ابر کا سایہ رہے اور کبھی اُس گھر والون پر کوئی تکلیف نہ آئے یہ باتین خود جناب سرور کائنات صلعم کے لئے ضرور نہ تھین آپکا سایہ بھی تھا آپ پر دھوپ بھی پڑتی تھی اگر کبھی بطور معجزہ آپکا سایہ نہ پڑا ہو اور ابر سایہ فگن ہوا ہو تو کچھ بعید نہین لیکن استمرار ثابت نہین اور آپ بیمار بھی ہوتے تھے تو جب کُل کے لئے یہ امر ضروری نہین تو جزکیواسطے کیا ضرور۔ واللہ اعلم۔ ۵۔ ربیع الثانی ۱۳۲۱ھ

دوسری جلد تمام ہوئی

الحمد للہ علی احسانہ کہ جلدین اولین فتاوی امدادیہ المشہور بہ فتاوائی اشرفیہ از رشحات کلک جواہر سلک اشرف العلما مولانا محمد اشرف علی تھانوی سلمہ اللہ الولی

بماہ جمادی الثانی ۱۳۲۹ھ

در مطبع مجتبائی دہلی طبع گردید ۱۹۱۱ء

۵ یقینی یا ظنی ۱۲ منہ

(کاپی رائٹ محفوظ)